حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جامع الصِّفات

○

اس کتاب میں سید المرسلین خاتم النبیین محبوب رب العالمین حضور سرورِ
عالم نورِ مجسم احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والسلام کے جامع جمیع کمالاتِ
انبیاء ہونے کے متعلق مفصل و مدلل گفتگو کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے
کہ حضور جامع الصفات ہیں اور آپ کے معجزات و کمالات سب سے برتر و افضل ہیں

تالیف

○ علامہ سید محمود احمد رضوی مدیر رضوان

ناشر مکتبہ رضوان لاہور

خلقتَ مبرّأً من کلِّ عیبٍ
کانّک قد خلقتَ کما تشآء

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

مَن یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَن یُّقْبَلَ مِنْہُ

صلی اللہ علیہ وسلم

فہرست مضامین

نظرِ اوّلین ۴
جامع الصفات ۱۰
مسجودِ ملائک ۱۹
تعلیمِ آدم ۲۲
شجرِ جنّت ۲۶
سکونتِ بہشت ۲۷
طعامِ جنت ۲۹
خلافت و انابت ۳۱
مکانِ رفعت ۳۵
مالکِ جنت ۳۷
کشتیِ نوح ۳۹
عذابِ الٰہی ۴۰
حضرت یوشع کا معجزہ ۴۱
جنبشِ شمش ۴۱
تسخیرِ جبال ۴۳
تسخیرِ طیور ۴۷
تلینِ حدید ۵۴
بادشاہتِ سلیمان ۵۶
جنوں پر حکومت ۶۴
تسخیرِ ریح ۷۰
ہدہدِ سلیمان ۷۳
حُسنِ یوسف ۷۴
حسنِ محمدی ۸۰
پیراہنِ یوسف ۸۲
یدِ بیضا ۸۵
شرحِ صدر ۹۰
حضرت موسیٰ کی آنکھیں ۹۴
حضور کی سرعتِ نظر ۹۷
عالمِ علوی ۹۹
تعمیرِ کعبہ ۱۰۲
آگ کا معجزہ ۱۰۶
خلیلِ مصطفےٰ ۱۰۷
ملکوت السمٰوٰت ۱۰۹
کسرِ اصنام ۱۱۲

تبدیل زبان ۱۱۳
آمدِ ملائکہ ۱۱۴
مکالمہ الٰہی ۱۲۰
انفلاق بحر ۱۲۱
عصائے کلیم ۱۲۴
پانی کے چشمے ۱۲۹
معجزۂ موسوی کی تعریف ۱۳۰
خطابتِ نبوی ۱۳۸
شفائے امراض ۱۴۲
احیائے اموات ۱۴۹
حنین جذع ۱۵۲
رحمت عالم کی
حنانہ پر رحمت ۱۵۴
رسول و مسیح ۱۵۵
ذخیرہ بیوت
کی اطلاع ۱۵۹
تکثیرِ طعام ۱۶۲
رفع سماء ۱۷۴
انزالِ مائدہ ۱۷۸
تعلیم فی المہد ۱۸۰

◆

نام کتاب ـــــــ جامع الصفات
مؤلف ـــــــ علامہ سید محمود احمد رضوی
ناشر ـــــــ مکتبۂ رضوان لاہور
طابع ـــــــ معارف پریس لاہور
قیمت ـــــــ
بارِ اول ـــــــ ایک ہزار
تاریخ طبع ـــــــ جولائی ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم طیب و طاہر اور معصوم رسول ہیں جن کا نامِ نامی اسم گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جنکی زبان مرضی الٰہی کی ترجمان جن کا نطق نطقِ خدا جن کا حکم حُکمِ خدا ہے مَا یَنطِقُ عَنِ الھَوٰی جن کی شان جو مرکزِ دین۔ محورِ شریعت آمر و ناہی و معصوم رسول ہیں جن کا قول بھی معصوم فعل بھی معصوم اور وہ خود بھی معصوم ہیں۔ آپ پوری کائنات کیلئے روشنی کا مینار ہیں۔ دین بھی وہی، ایمان بھی وہی اور قرآں بھی وہی ؎

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی ایماں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

قرآن کیا ہے؟

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ وَّمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (الحاقہ ۵)	بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں اور کسی شاعر کی بات نہیں۔
وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ (پ ۱۴ نحل)	ہم نے آپ پر یہ ذکر قرآن نازل کیا تاکہ آپ واضح طور پر بیان کر دیں جو ان کی طرف اترا۔

پس حضور نے قرآن کے اجمال کی جو توضیح اور اس کے اصولوں کی جو تبیین فرمائی اس کا نام سنت ہے۔

ایمان ہے قالِ مصطفائی   قرآن ہے حالِ مصطفائی

حضور کی تعظیم و توقیر روح ایمان ہے

اور آپ کی ادنیٰ توہین کفر و ارتداد ہے

★

وَلَوْ قَالَ لَشَعْرِ مُحَمَّدٍ شعیر ایکفر	حضور علیہ السلام کے موئے مبارک (شعر)
اِنْ قَالَ بِطَرِیْقِ اِھَانَۃٍ (خلاصہ صفحہ ۳۸۶)	کو نیت توہین (شعیر) کہنے والا کافر ہے

امیر المومنین سیدنا علی مرتضٰے کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک میں اپنا ایک بال لئے ہوئے فرمایا :-

مَنْ اٰذیٰ شعرۃ من شعری فالجنّۃُ	جس نے میرے ایک بال کی بے ادبی
عَلَیْہِ حَرَامٌ ۰ (جامع صغیر ج ۲ صفحہ ۱۴۵)	کی اس پر جنّت حرام ہے ۔

جس شخص نے حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توہین کی، گالی دی ۔ آپ کی ذاتِ ستودہ صفات و اوصافِ حمیدہ میں عیب نکالا ۔ تنقیص شان کی، یہ فعل قصداً عمداً سہواً ہو یا بھول چوک سہو و نسیان ۔ ہنسی و مذاق کے طور پر ہو ۔ (توہین کرنے والا ذمی ہو یا حربی کسی بھی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو) بہر حال بہر صورت ایسا شخص کافر و مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہے ۔

فقد کفر خلوداً بحیث اِنْ تَابَ	ابدی ازلی جہنمی ہے توبہ کرے تو اس
لَمْ یُقبَلْ توبتہ لا عِندَ اللہ وَلاَ	کی توبہ (عند اللہ و عند الناس) نامقبول
عِندَ النَّاس ۔	ہے ۔ (محیط)

متقدمین و متاخرین فقہاء و آئمہ مجتہدین کا اس پر اجماع ہے ۔

وَحکمہ فی الشریعۃِ المطھرۃِ	کہ ایسا شخص واجب القتل ہے ۔
القتل قطعاً ۔ خلاصۃ الفتاوی ج ۴ صفحہ ۳۸۶)	
وَمَنْ سَبَّ رَسُوْلَ اللہ صَلّی	جس نے حضور کو گالی دی یا آپ کی

اللہ علیہ وسلم او ینقصہ تنقیصِ شان کی وہ کافر و مرتد ہے ۔

کان فیہ ردۃ (شرح طحاوی)

* * *

بادشاہِ اسلام اور اس کے نائب کو یہ جائز نہیں ہے کہ ایسے شخص کے قتل میں مداہنت سے کام لے ۔

وَلا یداھن السلطان و نائبہ فی حکم قتلِہ

(خلاصۃ الفتاوی ج ۴ ص ۳۸۶)

صلوا علیہ وآلہ
وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین
صدق اللہ العظیم
٥ ٩ ٣ ١

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نظرِ اوّلین

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نبی ایک لیڈر یا پیغامبر یا زیادہ سے زیادہ ایک استاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ نبی کو عام انسانوں پر کوئی بلندی و برتری حاصل نہیں ہے الّا یہ کہ نبی پر وحی آتی ہے اور عام انسان اس سے محروم رہیں۔ لیکن یہ نظریہ عقلاً و نقلاً ہر طرح باطل ہے اور آج اسی ناپاک نظریہ نے سینکڑوں گمراہیوں کے دروازے کھول دئے ہیں۔ بشریت رسول سے متعلق جس قدر آیات قرآن میں ہیں اور ان میں جس قسم کی مماثلت و بشریت کا ذکر ہے اس کا تعلق صرف ظاہری جسمانیت و اعضاءِ جوارح سے ہے ورنہ اخلاقی دماغی قلبی عملی حیثیت سے نبی کا مقام عام انسانوں سے بہر صورت بلند و بالا ہے کیونکہ وحی کے امر فارق ہونے کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ نبی القاءِ ربانی سے متصف ہونے کے علاوہ تمام اوصاف و کمالات اور جملہ صلاحیتوں میں عام انسانوں کے برابر ہوتا ہے۔ یہ کہنا تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ عالم و جاہل میں صرف علم کا فرق ہے ورنہ فکری اور ذہنی صلاحیتوں میں دونو یکساں ہیں۔ حالانکہ علم کی صفت سے کسی کا متصف ہونا خود اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ جاہل کے مقابلہ میں ہر حیثیت سے اخلاق و تہذیب میں حکمت و اصابت میں تہذیب و شائستگی میں دیانت و امانت میں ممتاز ہو۔

نبی اگرچہ اللہ کا بندہ اور انسان ہوتا ہے مگر نبوت و رسالت ایک ایسا بلند و بالا منصب ہے اور اس کے لوازم و خصائص کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ نبی کو لیڈروں، قائدوں۔ دقیقہ رس مقننوں، نکتہ دان حکیموں اور کشورکشا فاتحوں کی صفوں سے نکال کر اللہ عزوجل کا خلیفہ اس کا نائب، اس کی ذات و صفات کا مظہر اور اس کی مرضی کا بندہ ہوتا ہے۔ نبی اور غیر نبی میں وحی کے فرق کے معنیٰ یہ ہیں کہ وحی نبوت سے سرفراز ہوجانے کے بعد نبی وحی کے خصائص و لوازم سے بھی موصوف ہوجائے اور یہ خصائص و لوازمِ نبوت ایسے ہوتے ہیں جو نبی کو غیر نبی سے اخلاق و دانش حکمت و اصابت امانت و دیانت غرضیکہ ہر کمال و خوبی اور ہر شرف و بزرگی میں ممتاز کردیتے ہیں۔ مثلاً

انبیاء کے ادراک و احساس کی قوتیں اس قدر بلند ہوتی ہیں کہ جو چیزیں عام انسانوں کو محسوس نہ ہوں انہیں محسوس اور نظر آتی ہیں۔ جن آوازوں کو عامۃ الناس نہ سن سکیں وہ انہیں سنائی دیتی ہیں۔ ملائکہ الٰہی قاصد بن کر ان کے پاس آتے ہیں۔ ربانی فیوض وبرکات اور صمدی انوار وتجلیات کا ان کا سینہ مخزن بنتا ہے۔ ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ان کی بیعت خدا کی بیعت۔ ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی۔ ان سے محبت خدا سے محبت قرار پاتی ہے۔ نبی کا جسم ظلمت کدہ عالم کا چراغ وعلم وہدایت کا مطلع النور ہوتا ہے۔ جیسے ان کا صحیفہ اور وحی ربانی نور ہوتی ہے وہ خود بھی سراپا نور ہوتا ہے جس سے اندھے دیکھتے ہیں۔ گمراہ راہ پاتے اور حق کے طالب روشنی حاصل کرتے ہیں۔ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ط اس کی ذات مجسم ہدایت ورہنمائی اور امامت وپیشوائی کے لئے خاص ہوتی ہے۔

یعنی انبیاء کرام ظاہری جسمانیت واعضاء وجوارح میں عام انسانوں کے مشابہ ہونے کے باوجود وحی اور اس کے لوازم وخصائص میں عام انسانوں سے صریحاً الگ اور بلند واعلیٰ ہوتے ہیں حتیٰ کہ بہت سے جسمانی خصائص میں بھی عام انسانوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ صحابہ نے حضور کو متصل متقرن روزے رکھتے دیکھ کر روزے رکھے تو آپ نے انہیں یہ کہہ کر منع فرما دیا اَیُّکُمْ مِثْلِی الخ (بخاری) تم میں میرا مثل کون ہے۔ میں اپنے رب کے پاس شب باشی کرتا ہوں۔ وہ مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔ کیا عام انسانوں کو بھی حریم حق میں شب باشی اور روحانی غذا اور روحانی سیرابی میسّر ہے۔ نیند کے متعلق فرمایا تَنَامُ عَیْنِیْ (بخاری) میری آنکھیں سوتی ہیں۔ دل بیدار رہتا ہے۔ کیا عام انسانوں کی یہی کیفیت ہے۔ خوابوں کے متعلق فرمایا۔ یہ وحی ہیں۔ قرآن نے کہا افتمرونہ علیٰ ما یریٰ. وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَةً اُخْرٰی ط۔ نبی کے مشاہدہ میں اس سے جھگڑتے ہو؟ کیا عام انسانوں کی رویت ومشاہدہ کا یہی عالم ہے؟

حضور سے انتساب کی وجہ سے امہات المومنین کو یہ شرف حاصل ہوا کہ قرآن نے کہا لستن کاحدٍ من النساء ط اے نبی کی بی بیو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ جب حضور کی ازواج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں تو نبی تو بدرجہا اس کا سزاوار ہے کہ وہ کاحدٍ من الرجال نہ ہو اور اپنے خصائص میں عام انسانوں سے ہر طرح بلند وبالا ہے۔

الغرض نبی وغیر نبی میں وحی ونبوت کا جو فرق ہے اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ نبوت کے

تمام لوازمات و خصوصیات اور ضروری اوصاف میں بھی فرق و امتیاز ہو اور کسی کو نبی تسلیم کرنے کے ساتھ ہی اس کو نبوت کے تمام اوصاف و لوازمات و خصوصیات کا حامل ماننا بھی ضروری ہے۔ الشیئُ اِذَا ثَبَتَ بلوازمہ۔

یہ کتاب جس میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو کمالات اور معجزات پیش گاہِ الٰہی سے مرحمت ہوئے ہیں حضور سید المرسلین علیہ السّلام ان کے جامع ہیں یا نہیں صرف اس عنوان پر مشاہیر انبیاء کرام کے کمالات پر شرح و بسط کے ساتھ گفتگو کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ اوّلین و آخرین کے کمالات کے جامع ہیں۔

معجزات یعنی مافوق الاسباب امور جو انبیاءِ کرام سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ بھی خصائصِ نبوت سے ہی ہیں اور انبیاء کرام سے ان کے ظہور میں متعدد حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں۔ معجزاتِ نبی کی نبوت کی دلیل بھی ہوتے ہیں۔ کفر کی شکست اور ایمان کی فتح کا سبب بھی بنتے ہیں اور کافروں معاندوں کی ہدایت اور مومنین مخلصین کے لئے اطمینانِ قلب اور ثبات علی الحق کا ذریعہ بھی ہو جاتے ہیں۔

موضوع بہت پر عظمت ہے اور مجھے اپنی کم علمی و بے بضاعتی کا پورا پورا احساس ہے۔ قلم اللہ کے محبوب کی عظمت و رفعت کے بیان کے لئے گامزن ہے مگر یہ نازک اتنا ہے کہ ایک ذرا سی لغزش سے عمر بھر کی عبادت کا خاتمہ ہو جاتا ہے ؏ باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار۔

تاہم اربابِ علم و بصیرت کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ میری کم علمی کو مدّنظر رکھتے ہوئے میری غلطیوں سے مجھے مطلع کر دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی ہو سکے۔

حقیقت یہ ہے

کہ رسولوں میں رسول مکرّم نورِ مجسّم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کا وہ بلند و بالا مقام ہے جو فہم انسانی سے بالاتر ہے اور زبان و قلم میں محبوبِ خدا کی عظمت و بزرگی کے اظہار کی کہاں طاقت ہے ؎

بیاں ہو کس سے کمالِ محمد عربی　　ہے بے مثال جمالِ محمد عربی

مگر مالا یدرک کلہ لایدرک کلہ کے مطابق زمانہ کے ادباء، شعراء، علماء اور لاکھوں

اہلِ قلم حضرات نے اس سرورِ کون و مکاں کے فضائل و کمال محامد و محاسن کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے مگر العظمۃ اللہ عظمت رسول کے دریائے بے پایاں کا کنارہ کسی کو ہاتھ نہ آیا اور سب نے عالمِ حیرت و استعجاب میں یہی کہا اور سنایا ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

یہ کتاب جس میں ایک خادم درگاہِ نبوت نے اپنی کج مج بیانی کے دانوں کو آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ بھی مقامِ نبوت کی بلندی کے بیان سے قاصر ہے تاہم اسی اصول مذکورہ کے تحت اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر مسیح کلمۃ اللہ تک جتنے انبیاء کرام تشریف لائے اور ان کو جو بھی فضل و کمال پیش گاہ الٰہی سے عطا ہوئے ہمارے رسول ان سب کے جامع ہیں۔ گویا اس کتاب میں اس امر پر بحث نہیں ہے کہ حضور سید المرسلین کے وہ کون سے فضائل و محاسن، معجزات و کمالات ہیں جو انبیاءِ سابقین کو نہیں ملے؟ بلکہ اس کتاب میں صرف اور صرف اس امر پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ انبیاء سابقین کو جو بھی معجزات ملے تھے وہ سب حضور کو عطا ہوئے ہیں اور آپ **جامع الصفات** ہیں۔

انتباہ

اس تفصیل سے ہمارا مقصد انبیاء سابقین کی معاذ اللہ تذلیل یا ان کے فضل و کمال میں کسی قسم کا نقص ثابت کرنا یا ان کی نبوت کو حضور کی نبوت کا ظل قرار دینا نہیں ہے کیونکہ عقائد کا مسئلہ ہے کہ نفسِ نبوت میں ہر نبی مساوی درجہ رکھتا ہے جس طرح کہ نفسِ ایمان کے لحاظ سے جبرئیل کے ایمان اور ہمارے ایمان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر نبی ایک مستقل نبی ہے۔ اس کو نبوت خدا نے عطا کی ہے۔ ایک نبی کی نبوت دوسرے نبی کی نبوت کی فرع یا ظل یا پرتو نہیں ہے اور نہ نبوت کلی مشکک ہے کہ کسی پر زیادتی اور کسی پر کمی کے ساتھ صادق آئے۔ غرضیکہ اس تفصیل سے مقصود صرف یہ ہے کہ ہمارے حضور افضل المرسلین امام النبیین ہیں اور تمام انبیاء کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں۔

یہ بھی یاد رکھیے کہ حضور علیہ السلام کے فضائل و کمال کے بیان کرنے سے انبیاء سابقین کی شان میں کمی نہیں آتی بلکہ حضور کی شان بیان کرنے سے انبیاء علیہم السلام کی شانوں کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ دیکھیے دنیا میں ہزاروں نبی اور سینکڑوں صحیفے آئے مگر انہیں پیغمبروں اور کتابوں کے نام

مشہور ہوئے جن کو ہمارے رسول نے روشن فرمایا۔ حضرت مریم کو یہود نے تہمت لگائی مگر ہمارے رسول نے ان کی پاکدامنی بیان فرمائی۔ حضرت موسیٰ کو ان کی قوم نے عیب لگایا۔ لیکن ہمارے رسُول نے ان کو عیب سے بری قرار دیا۔ کعبہ جو حضرت شیخ الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ کی آرزوؤں کا مخزن تھا قریش نے بت خانہ بنا دیا۔ مگر ہمارے رسول نے کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔ مدینہ کا شہر عام شہروں کی مانند تھا اس میں کوئی خصوصیت نہ تھی مگر یہ چونکہ ہمارے رسُول کے پامالِ قدم ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ اس لئے خلاقِ عالم نے اس مقدس سرزمین کی اپنے آخری کلام میں قسم یاد فرمائی اور اسی سے سرزمین بطحا دو عالم سے بہتر ہوگئی۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

خاکِ طیبہ از دو عالم بہتر است
آں خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

علی حضرت فرماتے ہیں ؎

حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

انبیاء تو انبیاء ہیں خود رب العزت جلّ مجدہٗ فرماتا ہے۔

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ خَلَقْتُ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ (زرقانی)

ہم چھپے ہوئے خزانہ تھے۔ ہم نے چاہا کہ ہم پہچانے جائیں تو ہم نے نورِ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کو پیدا فرمایا۔

جب رب العزت جل مجدہٗ کی پہچان و معرفت کا ذریعہ بھی حضور ہی ہیں تو انبیاء کرام کو مشہور اور ان کی عظمت و رفعت اور ان کے فضائل و کمال کو دنیا پر ظاہر کرنے والے حضور نہیں تو اور کون ہیں۔

ہاں ہاں یہ ہمارے حضور کا صدقہ ہے کہ آج دنیائے اسلام کے ہر بچہ کی زبان پر آدم موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے نام ہیں اور ساری کائنات میں انبیاء سابقین کے معجزات و کرامات مشہور ہیں۔ اسی حدیثِ قدسی سے یہ بھی روشن ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اور سچی معرفت و پہچان کا ذریعہ و وسیلہ حضور ہی ہیں۔ آپ نہ ہوتے تو کنزِ مخفی کیسے ظاہر ہوتا۔ دنیا خدا کے وجود اور اس کی ذات و صفات کو کیسے جانتی۔ قوم مسلم کے سر رب الارباب کی بارگاہ میں کیسے جھکتے۔ گویا خلاّقِ عالم نے اپنی پہچان کا ذریعہ محمد مصطفٰی علیہ التحیۃ والثنا کو بنایا۔ اور اس سے کامل و اکمل افضل و اعلیٰ

ذریعہ علم الٰہی میں اور کوئی نہ تھا۔ اس لئے ہمارے نبی سب کی عظمت و رفعت کے اظہار کا ذریعہ بن گئے اور جس کو آپ نے ظاہر کیا وہ روشن ہوگیا اور جو زبانِ مصطفیٰ پر نہ آیا وہ ایسا مخفی کہ کسی کی زبان پر اس کا تذکرہ ناممکن ہوگیا۔ اس لیۓ حضور نبی کریم کے ذکر اور آپ کے فضل و شرف کے اظہار سے کسی کی تذلیل کیسے ہوسکتی ہے ؟

میرے والدِ محترم و استاذِ معظم حضرت مولانا الحاج علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی ناظم و مفتی دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور نے ایک مرتبہ اپنے درس میں فرمایا۔ اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کی مجلس میں کسی نے یہ مصرعہ پڑھا کہ

شانِ یوسف بھی گھٹی ہے تو اسی در سے گھٹی

اعلیٰحضرت ناراض ہوئے فرمایا یہ غلط ہے۔ یہ کہو کہ

شانِ یوسف بھی بڑھی ہے تو اسی در سے بڑھی

اور واقعی سچی بات ہے ہمارے نبی کسی کو گھٹانے نہیں آئے بلکہ بڑھانے آئے ہیں۔ حضور کو کسی سے عزت نہ ملی۔ ان کو معزز فرمانے والا ان کا رب ہے۔ لیکن حضور سے سب کو عزت ملی۔

غرضیکہ اگر اس قسم کی مثالیں دی جائیں تو ایک الگ کتاب بن جائے۔ تاہم یہ ظاہر بلکہ بدیہی امر ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کے بیان سے کسی کی شان میں کمی نہیں آتی ہے۔

محمود رضوی

جامعُ الصّفات

حُسنِ یُوسف دمِ عیسٰی یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات ہیں۔ کوئی کمال ایسا نہیں جو آپ میں نہ پایا جاتا ہو اور کوئی خوبی ایسی نہیں جو آپ میں موجود نہ ہو۔ یعنی میرے آقا ہر فضل وشرف کے مالک اور آپ کے اوصاف عیب تناہی سے پاک ومنزہ ہیں۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیران ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

حضور فضل وشرف کے سورج اور حسن وخوبی کے چاند ہیں۔ اسی فضل کے سورج سے نور لے کر تمام انبیاء کرام چمکے ہیں۔ یعنی حضور اصل ہیں اور سارے انبیاء فرع ہیں۔ آپ سورج ہیں اور سارے رسل تارے ہیں ؎

سب نبی نور ہیں لیکن ہے تفاوت اتنا
نیّرِ نور ہو تم سارے رسل تارے ہیں

جس طرح تارے آفتاب سے نور لے کر دمکتے ہیں۔ لیکن کب چمکتے ہیں جبکہ آفتاب چھپا ہو۔ اسی طرح تمام انبیاءِ کرام اسی آفتاب فضل سے نور لے کر چمکے اور اس وقت تک چمکتے رہے جب تک کہ آفتابِ نبوّت کے نیّرِ اعظم نے صحنِ عالم میں قدم نہ رکھا ؎

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

یعنی انبیاء میں جو فضائل وکمال تھے وہ حضور کے نور کا ایک قطرہ تھا۔ اور جن معجزات

کا ان سے ظہور ہوا وہ سب نورِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنار کے فیضان کا ظہور تھا۔ اگرچہ ہر نبی ایک مستقل نبی تھا۔ ان کی نبوّتیں حضور کا ظل یا پرتو نہ تھیں مگر نبیوں کو نبوت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے صدقہ میں ملی تھی۔

لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا
مِنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ

تمام انبیار حضور کے دریائے اخلاق کا ایک چلو اور آپ کے ابرِ کرم کا ایک جرعہ لینے کے طالب ہیں۔

یعنی محبوبِ خدا سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثنا کا ایسا بے مثال دربار ہے اور آپ ایسے سخی ہیں کہ آپ کے ابرِ کرم سے تمام انبیاء سیراب ہوئے اور آپ ہی کے جود و سخا و بحرِ علم سے علم و معرفت کے خزینے حاصل ہوتے ہیں۔

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں :۔

اِنَّ اَكْرَمَ خَلِيْفَةِ اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۸)

رب کے سب میں بڑے بزرگ خلیفہ حضور علیہ السلام ہی ہیں

خلیفہ خدا کا نائب اور اس کی قدرت کا نمونہ ہوتا ہے۔ شہنشاہ نعم و اکرام کی تقسیم نائبوں سے کراتے ہیں کیونکہ حضور اللہ عزّوجلّ کے نائب اکبر ہیں۔ اسی لئے نعم و اکرام کی تقسیم حضور کے دربار سے ہوتی ہے ؎

بخدا خدا کا یہی در، نہیں اور کوئی مفر مقر!
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو وہاں نہیں تو یہاں نہیں

حضور علیہ السلام قاسم کائنات ہیں۔ فتح و نصرت۔ علم و معرفت۔ رحمت و مغفرت۔ نعمت و برکت غرضیکہ کارخانۂ الٰہیہ کی باگ ڈور حضور ہی کے مقدس ہاتھ میں ہے ؎

دونوں جہاں میں بانٹتے ہیں صدقہ صبح و شام
ایسے بڑھے ہوئے ہیں رسولِ خدا کے ہاتھ

بھکاری آتے ہیں اپنی جھولیاں گوہر مراد سے بھر کر جاتے ہیں۔ سائلین کا ہجوم ہے جو مانگتا ہے پاتا ہے

جو آتا ہے لے کر جاتا ہے اُس دربار کے دروازے ہر وقت ہر آن ہر شخص کے لئے مفتوح ہیں۔ کیونکہ "نہ" کہنا اس رحمتِ عالم کی عادت نہیں ہے۔ یہاں سائل کو کبھی نفی میں جواب نہیں ملا ہے ؎

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں
اور "نا" کہنا نہیں عادت رسُول اللہ کی

قاسم دارین معطی ملوین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ یُعْطِیْ
خدا دیتا ہے تقسیم میں فرماتا ہوں

یہ حدیث کتنی مختصر ہے لیکن معانی کے لحاظ سے نہایت جامع ہے۔ کیوں نہ ہو زبانِ رسول کے الفاظ ہیں۔ اس حدیث کے معانی و مفہوم کے بیان کے لئے دفتر درکار ہے۔ یہاں آپ صرف اس حدیث کے ایک پہلو پر غور کیجئے۔ حضور فرماتے ہیں میں وَاللّٰہُ یُعْطِیْ کا قاسم ہوں یعنی تقسیم کسی قید سے مقید نہیں ہے۔ نہ اِس میں زمانہ کی قید ہے نہ وقت کی نہ ساعت کی قید ہے نہ مانگنے والے کی نہ عطیہ کی قید ہے نہ لینے والے کی۔ گویا مقصودِ حدیث یہ ہے کہ ہر چیز کا معطی خدا ہے اور میں اس ہر چیز کا قاسم ہوں۔

کلمۂ اِنَّمَا

حدیث مذکورہ میں کلمۂ اِنَّما بھی قابلِ غور ہے۔ اِس کلمہ نے حصر کا فائدہ دیا ہے۔ اب یہ معنی ہوئے کہ حضور ہی قاسم ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی قاسم نہیں ہے۔ ہر نعمت کی تقسیم انہیں کے سپرد ہے جس کو جو ملیگا انہیں کے در سے انہیں کے وسیلہ اور واسطہ سے ملیگا۔ ان کے وسیلہ کے بغیر اگر خدا سے طلب کیا جائے تو ہرگز نہ ملیگا ؎

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ کرے عطا
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

ناظرین! اس مختصر سی تقریر سے روشن ہو گیا کہ حضور علیہ السّلام قاسم علی الاطلاق ہیں۔ ازل سے ابد تک جس کو جو ملا یا ملے گا سب انہیں کی بارگاہ سے بٹا اور بٹتا ہے۔ اسی لئے علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا فَاِنَّمَا
اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمُ

انبیائے کرام جو معجزات امم سابقہ پر لائے وہ سب حضور پاک کی لمعانیت اور تابانیت سے انہیں حاصل ہوئے تھے۔

اور یہ عقل بھی مانتی ہے کہ جب انبیاء کرام حضور کے خلفاء و نوابین ہیں اور حضور سید المرسلین نبی الانبیاء

ہیں جب یہ قرآن حکیم شاہد ہے تو انبیائے سابقین کے تمام معجزات و کرامات فضائل و محاسن ہمارے حضور کا عطیہ نہیں تو اور کیا تھے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری فرماتے ہیں۔

فَجَمِيْعُ مَا ظَهَرَ عَلٰى اَيْدِى الرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنَ الْاَنْوَارِ فَاِنَّمَا هِىَ مِنْ نُوْرِهِ الْفَائِضِ

انبیاء کرام و رسل عظام سے جو معجزات ظاہر ہوئے وہ سب حضور کے فیض کا ظہور تھا (مواہب ج ۱ صـ ۲۷۹)

اب رہا یہ سوال کہ تمام انبیاء حضور کے نور سے کیسے مستفیض ہوئے۔ اس کے متعلق علامہ مرزوق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :۔

سب سے اوّل جو فیضانِ نورِ محمدی ظاہر ہوا وہ پیشانی آدم علیہ السلام میں ہوا جبکہ اللہ عزّ و جلّ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر تعلیم اسماء فرمائی اور مقام جوامع الکلم محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے نوازا اور حضرت آدم نے ملائکہ پر وہ علم الٰہی ظاہر کیا حتیٰ کہ مخلوق الٰہی کا ظہور ہوا اور اصلاب و انساب بدلتے بدلتے زمانہ سید المرسلین آیا۔

اُنْدَرَجَ فِىْ نُوْرِهٖ كُلُّ نُوْرٍ وَانْطَوٰى تَحْتَ مَنْشُوْرِ اٰيَاتِهٖ كُلُّ اٰيَةٍ لِغَيْرِهٖ وَدَخَلَتِ الرِّسَالَاتُ كُلُّهَا فِىْ سَلْبِ نُبُوَّتِهٖ وَالنُّبُوَّةُ كُلُّهَا تَحْتَ لِوَاءِ رِسَالَتِهٖ

مواہب ج ۱ صـ ۲۷۹

تو نورِ محمدی میں تمام انوار مندرج ہو گئے اور تمام انبیاء کے معجزات و آیات حضور کے دفتر آیات میں لپٹ گئے، اور تمام رسالتیں سلب نبوۃ مصطفویہ میں آگئیں اور تمام نبوتیں لوائے رسالتِ محمدیہ میں داخل ہو گئیں ؎

تو ہے خورشید رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیاء اور ہیں سب مہ پارے تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

ناظرینِ کرام ! اس مختصر سی تقریر سے روشن ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام میں جو بھی فضائل و کمال تھے وہ سب ہمارے نبی کریم ؐ کا صدقہ اور آپ ہی کا فیض تھا۔ لیکن اب ہم چاہتے ہیں کہ اس مضمون کو اور مدلّل کر دیا جائے تاکہ شبہات کے دروازے مضبوطی سے بند ہو جائیں۔ اور کسی باغی کو مجالِ اعتراض نہ رہے۔ رب العزت جلّ مجدہٗ ارشاد فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ط (قرآن حکیم)

یہ نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔ اے رسول آپ بھی ان کی موافقت کیجئے۔

لغت میں اقتدا کے معنی شخصِ ثانی کا شخصِ اول کے موافقت کرنے کے ہیں۔ آیت بالا پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو انبیاء کرام کی اقتداء (پیرو) ہونے کا حکم ہو رہا ہے

حالانکہ یہ معنیٰ کافہ اہل اسلام کے اس عقیدہ مسلمہ کے خلاف ہے کہ حضور امام الانبیاء ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امام الاولین والآخرین، افضل النبیین ہونا قطعی۔ ایمانی۔ اذعانی۔ ایقانی یقینی۔ اجماعی مسئلہ ہے۔ اور کتاب مجید واحادیث حمیدہ سے ثابت ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق تو اعلیحضرت کے رسالہ تجلی الیقین میں موجود ہے۔ یہاں ہم مختصراً عرض کرتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (قرآن حکیم)

یہ رسول ہیں بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ان میں وہ بھی ہیں جنہوں خدا سے کلام کیا اور بعض وہ ہیں جن کو ہم نے درجوں بلندی عطا فرمائی۔

اس آیت میں ارشاد ہو رہا ہے کہ خلق کی ہدایت کے لئے انبیاء تشریف لائے مگر تمام انبیاء ایک درجہ اور ایک مرتبہ کے نہ تھے۔ بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ کوئی کلیم اللہ ہے کوئی خلیل اللہ ہے کوئی ذبیح اللہ ہے اور بعض پیغمبر ایسے ہیں جو بہت بلند مرتبہ ہیں۔

جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ رفع بعضہم سے مراد ذات ستودہ صفات سرور انبیاء حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ گویا آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا وہ درجہ اور وہ مرتبہ ہے جو کسی کے وہم وخیال میں بھی نہیں آسکتا اور آپ کے مقام کا ادراک عقل انسانی نہیں کر سکتی۔

ابن عساکر وبزار بسند صحیح حضرت ابوہریرہ (رض) سے راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا بہترین اولاد آدم پانچ ہیں۔ آدم وموسیٰ وعیسیٰ ونوح ومحمد علیہم السلام

وَخَيْرُهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ (جواہر ج ا ص ۶۱۲)

اور ان سب میں افضل واعلیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۳) امام بخاری تاریخ میں طبرانی اوسط میں بیہقی وابونعیم حضرت جابر سے راوی حضور علیہ السلام نے فرمایا

اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ اَنَا خَاتَمُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ (جواہر ج ا ص ۵۲)

میں تمام انبیاء ومرسلین کا پیشوا ہوں اور خاتم النبیین ہوں اور کچھ تفاخر نہیں

(۴) امام ترمذی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَّخَيْرُهُمْ بَيْتًا (ترمذی)

میں تمام مخلوق الٰہی سے افضل واعلیٰ ہوں۔ میرا خاندان تمام خاندانوں سے بہتر ہے

۵۔ حاکم وبیہقی حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی۔ حضور نے فرمایا۔

اَنَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ (بیہقی) میں ساری کائنات کا سردار ہوں۔

(۶) حکیم ترمذی دبیہقی وابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضؓ سے راوی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اور مجھے اپنا حبیب بنایا۔ پھر خدا نے مجھ سے فرمایا۔

وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاُوْثِرَنَّ حَبِیْبِیْ عَلٰی خَلِیْلِیْ وَنَجِیِّ

کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اپنے حبیب کو خلیل ونجیؔ پر فضیلت دوں گا۔

الغرض آیات واحادیث سے روشن ہے کہ ہمارے حضور امام الاولین والآخرین وپیشوائے مرسلین ہیں اور تمام انبیاء ومرسلین سے افضل واعلیٰ ہیں۔ یعنی

ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

لہٰذا آیت مذکورہ میں ھُدٰاھُمْ سے مراد انبیاء کے ذاتی کمالات ہیں اور اقتدہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اے محبوب آپ کمالاتِ انبیاء کے جامع ہوجایئے۔ اسی لئے جمہور مفسرین اسی آیت سے حضور علیہ السلام کا افضل المرسلین وجامع الصفات ہونا ثابت کرتے ہیں کہ تمام خصائل کمال وصفات و شرف جو انبیاء ومرسلین میں متفرق طور پر پائی جاتی ہیں۔ مثلاً شکر نوحؑ۔ خلۃ ابراہیم۔ معجزات و آیات موسیٰؑ وعیسیٰ۔ صبرِ ایوب ویعقوب۔ ملک سلیمان وداؤد علیہم السلام۔ یہ سب انبیاء کے ذاتی کمالات ہیں۔ اور حضور ان کے جامع ہیں۔ اس لئے افضل المرسلین ہیں۔

چنانچہ تفسیر خازن میں اسی آیت کے تحت مسطور ہے۔

ثُمَّ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ نَبِیَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم اَنْ یَّقْتَدِیَ بِہِمْ وَجَمَعَ لَہٗ جَمِیْعَ الْخِصَالِ الْمَحْمُوْدَۃِ الْمُتَفَرِّقَۃِ فِیْہِمْ فَثَبَتَ بِھٰذَا الْبَیَانِ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْاَنْبِیَاءِ لِمَا اجْتَمَعَ فِیْہِ مِنْ ھٰذِہٖ الْخِصَالِ الَّتِیْ کَانَتْ مُتَفَرِّقَۃً فِیْ جَمِیْعِہِمْ (خازن ج ۲ ص ۱۳)

پھر اللہ عزوجل نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ انبیاء کی موافقت کریں تو اللہ نے نبی علیہ السلام میں تمام انبیاء کرام کے خصائلِ حمیدہ کو جمع کردیا پس یہاں سے ثابت ہوا کہ آپ افضل المرسلین ہیں۔ کیونکہ آپ میں وہ تمام کمالات مجتمع ہیں جو انبیاء میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔

ناظرین! اس مختصر سی تقریر سے حضور علیہ السلام کا انبیاء کے تمام کمالات کا جامع ہونا

ثابت ہوگیا اور یہ روشن ہوگیا کہ ہمارے حضور جمیع انبیاء کے خصائل و کمال مجتمع ہیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اسی آیت کی ذرا اور تفصیل کریں۔ لہٰذا قارئین کرام آیہ کریمہ کذٰلک نُرِی ابراھیم سے غور کریں۔ سورۂ انعام کے اس رکوع میں اللہ عزوجل نے اٹھارہ انبیاء کا ذکر فرمایا ہے۔ اور ترتیب زمانی و ترتیب مراتب کو چھوڑ کر ایک اور ترتیب بدیع اختیار فرمائی ہے۔ وھو ھٰذا

(۱) اول ترتیب اصول نسب

اس صنف میں حضرت نوح ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ جملہ انبیاء عالم کے انساب انہیں پر منتہی ہوتے ہیں اور اکثر اقوام کا انتساب نسلی انہیں کی جانب ہے۔

اصول نسب کی اس بنیاد پر ہمارے نبی کریم کو یہ فضل و شرف حاصل ہے کہ قیامت کے دن سب کے حسب و نسب منقطع ہو جائیں گے۔ صرف حضور ہی کا انتساب باقی رہے گا۔ چنانچہ ابن عساکر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ سے راوی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ (جواہر ج ۱ ص ۱۴۳)	قیامت کے دن سب کے حسب و نسب منقطع ہو جائیں گے۔ صرف میرا حسب و نسب باقی رہے گا۔

(۲) دوم ترتیب بلحاظ ملک و قدرت

اس صنف میں حضرت داؤد و سلیمان علیہم السلام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔ کیونکہ آپ کی عظیم الشان اور جہاں گیر حکومت و سلطنت و ملک و قدرت و عزت و شوکت وجاہ و جلال کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

اصول حکومت کے لحاظ سے دیکھیئے کہ حضور ہی وہ مقدس ہستی ہیں جس نے عرب کو پنجۂ اغیار سے چھڑایا اور بادیہ نشینوں کے سروں پر فرمانروائی کا تاج رکھا۔ عرب کی وحشی اور جاہل قوم کو حکمت و موعظت والا بنادیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح ملک عرب کو سرسبز و شاداب اور ظلم و استبداد کو مٹا کر عدل و انصاف قائم کیا اور اگر حکومت و سطوت کے لحاظ سے دیکھنا ہے تو عنقریب اس کی تفصیل آجائے گی۔

۳۔ سوم ترتیب بلحاظ معجزات و ظہور آیات

اس صنف میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے نام مذکور ہوئے ہیں۔ معجزات و آیات کے

لحاظ سے ہمارے نبی کریم کو یہ شرف و بزرگی حاصل ہے کہ انبیاء کو گنتی کے معجزے ملے۔ اور آپ کو اتنے معجزات عطا ہوئے جن کا شمار ناممکن ہے۔ ہمارے نبی نے حضرت موسیٰؑ کی طرح براہین صادقہ و آیات باہرہ سے فرعون سرشت لوگوں پر حجت الٰہیہ کا اتمام کیا اور ماہرِ فن پر راہِ نجات کھول دی۔

حضور نے حضرت ہارونؑ کی طرح منبر کو اپنے فصیح و بلیغ خطبہ سے اور محراب کو امامتِ کبریٰ سے سربلند فرمایا۔ حضرت عیسیٰ کی طرح بے جان چیزوں میں جان ڈال دی۔ اور سوکھی ہوئی لکڑی کو دردِ محبت کا شناسا بنا دیا۔ جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

۴۔ چہارم ترتیب بلحاظ مراتب صبر و شکر

اس صفت میں حضرت ایوب و یوسف علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ صبر و شکر کے لحاظ سے دیکھا جائے تو حضور صبر و شکر کا مجسمہ نظر آتے ہیں۔ حضرت نوحؑ نے قوم کی سرکشی و نافرمانی دیکھ کر اپنی نگاہِ قہر سے زمین و آسمان میں تہلکہ مچا دیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دربارِ ایزدی میں عرض گذاری۔

اِنَّمَا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ — میں اپنی پریشان و حزن قلبی کی شکایت خدا سے کرتا ہوں

حضرت ایوب علیہ السلام نے بیقرار ہو کر دربارِ احدیت میں عرض کی۔

رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن — اے رب مجھے نقصان پہنچا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے

اگرچہ نوحؑ و ایوب و یعقوب علیہم السلام کا دربارِ خداوندی میں عرض و معروض کرنا بے صبری نہیں ہے مگر محمد مصطفےٰ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کا نرالا انوکھا صبر ہے۔ امت نے پتھر برسائے۔ کانٹے بچھائے۔ مصیبت و آلام کے پہاڑ توڑے مگر رحمت اللعالمین نے صبر و شکر کی وہ مثال قائم کی ہو جو اس سے قبل چشمِ فلک نے نہ دیکھی اور آپ نے ساری ساری رات امت کے لئے دعا میں گذار دی ؎

ہیں دعائیں سنگِ دشمن کے عوض
اس قدر نرم ایسے پتھر کا جواب

۵۔ پنجم ترتیب بلحاظ زہد و اعراض عن الدنیا

اس صفت میں حضرت زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ زہد کے لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے کہ دو جہاں کے مالک ہیں کونین کے شہنشاہ ہیں لیکن زہد یعنی دنیا کے مال و منال سے ایسی بے رغبتی ہے کہ ایک معمولی سی چٹائی آپ کا بستر اور جو کی روٹی آپ کی غذا ہے ؎

دو جہان مِلک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پر لاکھوں سلام

کشورِ ثقلین ہیں مگر دربارِ نبوت نقیب چاوش اور خیل وحشم نہیں رکھتا مگر اس کے باوجود شوکتِ الٰہیہ ایسی ہے کہ نبوت کے جلال سے ہر شخص پیکرِ تصویر نظر آتا ہے۔ اعراض عن الدنیا کے متعلق یہ کہہ دینا کافی ہے کہ شبِ وصال شہنشاہِ عرب و عجم کے دولت کدہ میں چراغ کے لئے تیل بھی نہیں تھا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا بَعِيْرًا وَّلَا شَاةً

کہ سرکار نے بعد وصال نہ درہم و دینار چھوڑے اور نہ اونٹ اور بکریاں

یہ تھی حضور سید المرسلین خاتم النبیین حاکمِ کائنات متصرف موجودات کی دُنیا سے بے رغبتی۔ مگر افسوس باغیوں نے یہ دیکھ کر غلط نتیجہ نکالا اور آپ کو مجبور و لاچار جیسے بیہودہ الفاظ سے یاد کیا جو ان کے خبثِ باطنی پر دلالت کرتا ہے ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

۶۔ ششم ترتیب بلحاظ تبلیغ اممِ مختلف

اس صنف میں حضرت اسمٰعیل و یونسؑ و لوطؑ و الیسعؑ کے نام مذکور ہوئے ہیں۔ تبلیغ کے اس اصول پر دیکھئے کہ حضور اکرمؐ نے فرائضِ نبوت کو جس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا اور تکمیلِ شریعت و تزکیۂ نفوس تاسیسِ اسلام کے عظیم الشان کام کو جس حسن و خوبی کے ساتھ ادا کیا وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔ یہاں یہ کہنا ہی کافی ہے کہ عین اس موقعہ پر جبکہ سرکار حجۃ الوداع کا خطبہ دے رہے تھے وہ خطبہ جو فرائضِ نبوت کا آخری خطبہ تھا۔ یہ آیت اُتری:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (قرآن الحکیم)

آج ہم نے تمہارے دین کو کامل و مکمل کر دیا اور تمام نعمتوں کا اتمام کر دیا۔ اور دینِ اسلام کو تمہارے لیے پسند فرمایا۔

جو اس طرف اشارہ ایزدی تھا کہ میرے محبوب نے فرائض و نبوت کو تمام و کمال پورا فرما دیا ہے۔ اور میرے احکام کو باحسن وجوہ تم تک پہنچایا ہے اس لئے اب روحِ قدسی کو عالمِ جسمانی میں رہنے کی حاجت نہیں ہے۔ اسی آیت کو سُن کر صدیق اکبر نے گریہ فرمایا تھا۔ لوگوں نے سببِ گریہ دریافت کیا تو صدیق نے

فرمایا اس آیت سے وصالِ نبوی کی خوشبو آ رہی ہے۔

الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی لحاظ سے دیکھیے اور موازنہ و تقابل کیجیے۔ آپ میں تمام انبیاء و مرسلین کے فضائل و کمال پائے جاتے ہیں۔ اور آپ جامع الصفات ہیں۔

ناظرین! سورۂ انعام کے اس رکوع جس میں اللہ عزوجل نے انبیاء کے ذکر فرمائے ہیں اور جو ترتیب بدیع اختیار فرمائی ہے اور جس ترتیب کو ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے اس کو ذہن میں رکھ کر اسی رکوع کی آخری آیت جو ہمارا موضوع ہے تلاوت کیجیے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰاھُمُ اقْتَدِہْ ۔ یہ نبی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی۔ آپ بھی انہیں کی راہ چلیے۔

اس کی تلاوت کے بعد آپ دیکھیں گے کہ آیت مذکور نبی علیہ السلام کو ان جملہ صفاتِ انبیاء کا جامع بتا رہی ہے تو آپ وثوق تمام اعتراف کریں گے یہ مقام جامع بھی سرکار کے خصائصِ عظمیٰ میں سے ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس تمہیدی نوٹ کے بعد اب ہم سید الانبیاء و دیگر انبیاء و رسل علیہم السلام کے فضائل ایمان کا بالتفصیل موازنہ و تقابل پیش کرتے ہیں۔ (استفادہ از رحمۃ اللعالمین)

مسجودِ ملائک

نہ ہو آقا کو سجدہ آدم و یوسف کو سجدہ ہو
مگر سدِّ ذرائع داب ہے اپنی شریعت کا

حضرتِ آدم علیہ السلام مسجودِ ملائک ہوئے۔ تمام ملائک نے آپ کو سجدہ کیا۔ حضور علیہ السلام نے سجدہ کو حرام قرار دیا۔ لہٰذا آپ کو سر سے نہیں دل سے سجدہ ہوا۔ یعنی حضرت آدم کے لئے صرف ملکوتیوں کی پیشانیاں جھک گئیں اور محبوب خدا کے لئے بنی نوعِ انسان کے قلوب جھک گئے۔ وہ مسجودِ ملائک بنے۔ یہ محبوبِ خلائق ہوئے۔ انہیں سروں نے سجدہ کیا۔ اِنہیں دلوں نے سجدہ کیا۔ ظاہر ہے کہ دل کا سجدہ سر کے سجدہ سے افضل ہے۔

امام ابونعیم ثعلبہ بن مالک سے راوی۔ کہ ایک اونٹ نے جب بارگاہِ نبوی میں سجدہ کیا تو صحابہ کرام نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی:

نَحنُ اَحَقُّ اَنْ نَسجُدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ۔ (خصائص ج ١ ص ٥٢)

حضور جب جانور سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔

اس حدیث سے روشن ہے کہ صحابہ کرام حکمِ نبوی کی تعمیل میں پیشانیاں تو نہ جھکاتے تھے مگر قلوبِ صحابہ حضورؐ کے لئے جھکے ہوئے تھے ؎

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا   دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا

بلکہ جس طرح تمام مسلمان کعبہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ کعبہ جہتِ سجدہ ہوتا ہے اور سجدہ خدا کو ہوتا ہے۔ اسی طرح عرفائے کرام حقیقتِ محمدیہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ جہتِ سجدہ آپ ہوتے ہیں اور سجدہ خدا کو ہوتا ہے۔ یعنی ؎

پوجا ہے ہم نے تجھ کو محرابِ بیخودی میں   سو حسن آگئے ہیں آدابِ بندگی میں

سجدہ کسے ہوا؟

سیّدنا آدم علیہ السلام کی یہ تعظیم و تکریم کیوں ہوئی اور آپ کو یہ فضل و شرف کیوں حاصل ہوا۔ تمام فرشتوں حتیٰ کہ ملکوتیوں کے شہنشاہ جبریل امین نے بھی اپنی جبینِ نیاز جھکا دی۔ اس کے متعلق امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ نُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
(مواہب اللدنیہ ج ١ ص ٣٨)

سیدنا آدم علیہ السّلام کے لئے ملائکہ کو سجدہ کا حکم اس لئے ہوا کہ ان کی پیشانی میں نورِ محمدی جلوہ گر تھا۔

حضرت امام ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمَقْصُوْدُ مِنْ خَلْقِ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَكُنْ سُجُوْدُ الْمَلٰئِكَةِ اِلَّا لِنُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خلقِ آدم سے مقصود حضور علیہ السّلام ہی تھے اس لئے یہ سجدہ حقیقت میں نورِ مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تھا۔

؎

مقصودِ ذات اوست دگر جملگی طفیل   مقصود نور اوست دگر جملگی ظلام

یعنی جب نورِ نبوی کو زمین و آسمان و پہاڑ امانت رکھنے کے متحمل نہ ہوئے تو انسانِ کامل نے اس امانت کے بار کو اٹھایا جس کی طرف یہ آیہ کریمہ مشہر ہے کہ :-

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا (قرآنِ حکیم)	ہم نے نورِ نبوی کو زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ وہ اس امانت کے بار کے متحمل نہ ہوئے۔

تو یہ نور موفور السرور ابو البرکات سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا۔ اس وقت ربّ العزت نے اس نور کی تعظیم و توقیر کے لئے قدسیوں کو سجدہ کا حکم دیا۔ نوری سجدے کیلئے جُھک گئے اور یہ سجدہ حقیقتاً نورِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کو اور ظاہراً آدم علیہ السلام کو ہوا۔ جہتِ سجدہ آدم بنے اور سجدہ نورِ نبوی کو ہوا۔ لہٰذا حقیقت میں مسجودِ ملائک حضور ہی ہیں۔

سجدہ کیوں ہُوا؟

سجودِ ملائکہ سے سیدنا آدم علیہ السلام کی تشریف مقصود تھی۔ خدا نے تمام ملائکہ سے سجدہ کرا کر آپ کے فضل و شرف کا اظہار فرمایا۔ مگر یہ شرف مستمر نہ ہوا۔ ایک ساعت کے لئے تھا۔ ایک وقت معین میں ہوا۔ لیکن سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو وہ اعزاز بخشا۔ جس سے تمام مقبولانِ بارگاہ ایزدی محروم رہے اور آپ کے فضل و شرف کو ایسی چیز کے ساتھ ظاہر فرمایا۔ جو ہمیشہ رہے گا۔ اور قیامت تک تشریفِ نبوی کے خطبے پڑھے جائیں گے۔

اللہ عزّ و جل حضرتِ آدم علیہ السلام کی شان میں ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا ط	ہم نے ملائک سے فرمایا۔ آدمؑ کو سجدہ کرو۔ انہوں نے سجدہ کیا۔

اس آیت میں آدم علیہ السلام کی فضیلت کا نمایاں بیان ہے کہ آپ مسجودِ ملائک ہوئے ہیں لیکن اُسْجُدُوْا امر کا صیغہ ہے۔ تکرار کا مقتضی نہیں ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو سجودِ ملائکہ سے جو شرف حاصل ہوا تھا۔ وہ مستمر نہ تھا۔ ایک وقت اور ایک آنِ واحد کے لئے تھا۔ مگر اس کے برعکس حضور سید المرسلین کی شان میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۔ (قرآن حکیم)	اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔

اس آیت میں ہمارے حضور کی شانِ رفیع اور منصبِ عالی کا بیان ہے۔ کہ آپ پر اللہ، اس کے ملائک اور مومنین درود بھیجتے ہیں۔ لفظ یصلّون دوام و استمرار چاہتا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کا ہر فضل مستمر ہے اور صلوٰۃ بر نبی ملائکہ کا اشتغال دائمی ہے۔ نیز ربّ العالمین نے صلوات کو اپنی ذاتِ قدسی سے نسبت دی ہے اور حضور کے فضل و شرف کے اظہار میں ربّ العالمین نے

اپنی ہستی کو شریک فرمالیا۔ اس لئے حضور کی شانِ بلند کی رفعت اور بھی برتر ہو جاتی ہے اور یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے کہ جو فضیلت ہمارے حضور کو صلواۃ سے حاصل ہو رہی ہے وہ اس فضیلت سے بہت افضل و اکرم ہے جو آدم علیہ السلام کو سجودِ ملائک سے حاصل ہوئی تھی۔ اور صلواۃ کا مرتبہ سجود سے بہت تفوق اور برتری رکھتا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی اسی مضمون کو خصائص کبریٰ میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ

اِنَّ ذَالِكَ وَقَعَ وَانْقَطَعَ وَتَشْرِیْفُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالصَّلٰوۃِ مُسْتَمِرًّا اَبَدًا وَثَانِیًا اَنَّ ذَالِكَ حَصَلَ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ وَتَشْرِیْفُہٗ حَصَلَ مِنَ اللّٰہِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔

حضرت آدم کو جو سجدہ ہوا۔ وہ منقطع ہو گیا۔ اور حضور کی تشریف بالصّلواۃ دائمی ہے۔ حضرت آدم کو سجدہ صرف ملائکہ نے کیا۔ اور حضور کے فضل و شرف کے اظہار میں خود خالقِ کائنات شریک ہے۔

کس سے ممکن ہے ثنا حضرت رسول اللہ کی
جبکہ خود خالق کرے مدحت رسول اللہ کی

* * *

تعلیمِ آدم

حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا۔

ہم نے آدم کو جمیع اشیاء کا علم عطا فرمایا

اسی آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر بطور شاگردِ ربانی کے فرمایا گیا ہے۔ جس سے آپ کی یہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ جس نفسِ قدسی کی تعلیم خود علام الغیوب نے فرمائی ہو۔ ان کا علم و فضل کیسا کامل و مکمل ہو گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی لفظ علم وارد ہوا ہے اور آپ کو بھی تلمیذ رب العالمین ہونے کا شرف حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ط

محبوب جو تم نہ جانتے تھے۔ ہم نے تم کو سکھایا اور تم پر خدا کا بڑا فضل ہے۔

قرآن حکیم کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام نہ لکھنا جانتے تھے اور نہ پڑھنا۔ لیکن لفظ عَلَّمَکَ یہ بتا رہا ہے کہ آدم علیہ السلام کو صرف اسماء کی تعلیم ہوئی تھی اور حضور کو اسم و مسمّٰی دونوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور آپ کو امی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی تعلیم حظیرۂ قدس میں تکمیل کو پہنچی ہے اور آپ نے کسی کے آگے زانوے ادب تہ نہیں فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ربّ اللعالمین نے حضور کو اپنے تلمذ میں لے لیا تو آپ نے جملہ علوم و معارف کے دفتر کھول دیئے ؎

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا   وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

حضور استادِ عالم ہیں

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضرتِ آدم علیہ السلام کی فضیلت یہ کہہ کر ظاہر فرمائی گئی ہے کہ آپ شاگردِ ربانی ہیں۔ مگر حضور کا یہ اعزاز و اکرام ہے اور آپ کی یہ خصوصیت ہے کہ جہاں آپ کے فضل و شرف کو شاگردِ ربّ العالمین کہہ کر ظاہر فرمایا ہے وہاں یہ بھی اعلان موجود ہے کہ آپ اُستادِ عالم ہیں۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یُعَلِّمُھُمُ الکِتَابَ وَالحِکمَۃَ وَ یُعَلِّمُکُم مَالَم تَکُونُوا تَعلَمُونَ۔	یہ نبی تمہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اور ان علوم کی تعلیم دیتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔

اس آیت میں حضور علیہ السلام کا ذکر بطور استادِ عالم کے فرمایا گیا ہے یعنی ہمارے نبی شاگرد ربّ العالمین اور استادِ عالم ہیں۔ کتاب سے مراد شرائعِ الٰہیہ ہیں اور لفظ حکمت میں تمام علوم و فنون داخل ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُستادِ ہر علم و فن ہیں ؎

اُمّی و دقیقہ دانِ عالم   بے سایۂ سائبانِ عالم

عہدِ آدم

حضرتِ آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَد عَہِدنَا اِلٰی اٰدَمَ مِن قَبلُ فَنَسِیَ ط	ہم نے آدم سے پہلے عہد لیا تھا۔ مگر وہ بھول گئے۔

اس آیت میں جہاں حضرتِ آدمؑ کے علم میں نسیان کا ثبوت ہوتا ہے۔ وہاں ان کی برأت اور آپ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے سے بھی روکا جا رہا ہے۔ اور فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے جو عہد آدم علیہ السلام سے لیا تھا۔ اس کا خلاف تمرد و سرکشی اور بغاوت پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ اس فعل کا صدور بوجہ نسیان ہوا تھا لہٰذا اب کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ آپ کی شان میں کوئی غیر مناسب جملہ کہے۔

حضورؐ کا علم نسیان سے پاک ہے

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ہوتا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ ط	محبوب ہم تم کو پڑھاتے رہیں گے اور تم کو نسیان نہ ہوگا۔

آیت مذکورہ سے ظاہر ہوا تھا کہ آدم علیہ السلام کے علم میں نسیان موجود تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نسیان عوارضِ بشریت سے ہے۔ لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعلان ہو رہا ہے کہ میرے محبوب کا علم نسیان سے پاک ہے۔ اور عوارضِ بشریت کو رسالتِ نبویہ سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے ؎

بشر ضرور ہیں پر داخل اہم نہیں   شمار دانۂ تسبیح میں امام نہیں

ایک شبہ کا ازالہ

آیت بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ علم نبیؐ نسیان سے پاک ہے مگر احادیث صحیحہ سے آپ کے فعل میں سہو کا ذکر آیا ہے چنانچہ حدیث ذالیدین سے حضورؐ کا دو رکعت پر سلام پھیرنا۔ اور حدیث ابن مسعودؓ سے آپ کا ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھانا مذکور ہے ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت و حدیث متعارض نہیں ہیں۔ کیونکہ نسیان کا تعلق علم سے ہے۔ اور سہو کا تعلق فعل سے ہے۔ لہٰذا حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ فعل نبوی میں سہو واقع ہوا علم میں نہیں بلکہ حضور کے افعال بھی سہو سے پاک ہیں اور نماز میں جو سہو ہوا اس کے متعلق شراح احادیث فرماتے ہیں۔ یہ تعلیم امت کے لئے تھا۔

علمِ آدم کی وُسعت

جمہور مفسرین آیہ علم آدم الاسماء، کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

عَلَّمَهٗ جَمِيْعَ اَسْمَآءِ الْمُسَمَّيَاتِ بِكُلِّ اللُّغَاتِ (کبیر)	اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام مسمیات کے اسماء ہر لغت اور ہر زبان میں سکھائے۔

اور ہر قسم کی صنعت و حرفت، ماکولات و مشروبات، حیوانات و جمادات، نباتات و معدنیات، فلکیات و عنصریات اور آپ کی قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد شہر و قری بستیاں نعیم جنت غرضیکہ دُنیا کی ہر چیز کے نام سکھائے اور نہ صرف اسماء کی تعلیم ہوئی بلکہ اِن اشیاء کے بنانے کا طریقہ ان کی صفتیں خاصیتیں۔ ان کا دینی و دنیوی نفع و نقصان۔ ان کی حقیقت اور ماہیت اور ان کا طریق استعمال بھی تعلیم فرمایا۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ آپ سات لاکھ زبانیں اور انگنت پیشوں میں ماہر تھے

(خازن کبیر روح البیان)

ناظرین! اس تشریح سے سیدنا آدم علیہ السلام کے علم کی وسعت معلوم ہو جاتی ہے۔ کہ اللہ نے آپ کو وسیع و کثیر علم عطا فرمایا ۔ لیکن حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علم

پاک کی وسعت و کثرت کون بیان کر سکتا ہے۔ خود رب العزت فرماتا ہے:

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

محبوب جو تم نہ جانتے تھے ہم نے تم کو سکھا دیا

اس آیت میں ہمارے حضور کے اس علم و فضل کا اعلان ہے جس کی وسعت و کثرت کا بیان ناممکن ہے ہاں یوں سمجھ لیجئے کہ آیت بالا میں لفظ ما عام ہے جس کے عموم و اطلاق میں علم آدم بھی داخل ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کا یہ وسیع و کثیر علم حضور کے بحر علم کا ایک قطرہ اور آپ کے دفتر معلومات کی ایک سطر ہے۔ اور کیوں نہ ہو حضور کا علم تو اتنا وسیع ہے کہ لوح و قلم کا علم حضور کے علم کا ایک ٹکڑا بن گیا ہے۔ اور عالم غیب و شہادت حضور کے سینہ بے کینہ کی وسعت میں سما گئے ہیں۔ علامہ بوصیری فرماتے ہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ
عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ۔

حضور دنیا و آخرت آپ کے جود و کرم سے ہے
اور علم لوح و قلم آپ کی معلومات کا ایک جزو ہے

خیر یہاں ہمیں آپ کے علم پاک کی وسعت کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے اور نہ وہ بیان ہی ہو سکتا ہے اس وقت ہم آپ کی توجہ مندرجہ حدیث کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

دیلمی مسند الفردوس میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:
میری اُمت میرے لئے پانی اور مٹی کے درمیان پیش کی گئی ———

وَعُلِّمْتُ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا كَمَا عُلِّمَ اٰدَمُ
الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ (مواہب ج ۱ ص ۳۸)

اور میں نے بھی حضرت آدم کی طرح جمیع اشیاء
کے نام جان لئے۔

ناظرین: آیت و حدیث بالا سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام کو اسماء کی تعلیم ہوئی تھی تو ہمارے حضور کو بھی ہر شئے کے نام ہر لغت اور ہر زبان میں تعلیم ہوئے اور آپ آدم علیہ السلام کی اس صفت علم کے بھی جامع ہیں۔

غور طلب

سیدنا آدم علیہ السلام کو اتنا وسیع و کثیر علم کیوں عطا ہوا۔ یہ کس کا فیض اور کس کا صدقہ تھا کہ آپ نے جمیع اشیاء کے نام جان لئے۔ اس کے متعلق شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

و تعلیم کرد حق تعالیٰ برکت این نور آدم را
اسمائے جمیع مخلوقات و امر کرد ملائکہ را
سجود وے۔

چونکہ نور نبوی پیشانی آدم میں جلوہ گر تھا۔
اللہ تعالیٰ نے اسی نور کے سبب آدم علیہ السلام
کو تمام مخلوقات کے نام بتلائے اور فرشتوں کو
سجدہ کا حکم دیا۔

اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نور مصطفےٰ علیہ تحیۃ و الثناء ہی تھا۔ جس کے سبب

آدم علیہ السلام عالم اسماء ہوئے ہیں۔ غور کیجئے۔ جس کے نور کے سبب آدم علیہ السلام عالم اسماء ہوئے اس کے علم کے مقابل آدم علیہ السلام کا علم قطرہ نہ ہوگا تو کیا ہوگا۔ سچ ہے ؎

نسبت آدم با وچوں نسبت مصدر بفعل
گفتم اینک مجمل از نحوی بپرس ایں نکتہ را

شجرِ جنّت

اللہ عزّ و جل حضرتِ آدم علیہ السّلام کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا
فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا
اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

اور اس درخت کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔ تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن۔

اس آیت میں اس شجر کا ذکر ہے جو بطور آزمائش گاہ ہے۔ اور جس کے متعلق حکم ہوتا ہے کہ اس کے قریب نہ جانا اور صورت خلاف پانے جانے پر ظلم اخراج ہبوط عداوت کا ذکر بطور نتیجہ فرمایا گیا ہے حضور علیہ السلام کے احوال میں بھی ایک شجرہ مبارکہ کا ذکر ہے جس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

شجرِ رضوان

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ
يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ
قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ
اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً

اللہ ان سے راضی ہو گیا جنہوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی اور اللہ کی بات جان لی۔ اور سکینہ ان پر اتارا۔ اور ان کو فتح و مغانم کثیرہ عطا فرمائیں۔

دیکھئے یہاں بھی ایک شجرہ کا ذکر ہے جو آزمائش گاہ عالم ہے اور اس آزمائش کا نتیجہ رضوان الٰہی۔ سکینہ کا نزول۔ اخلاص قلب، حال و استقبال کی فتوحات اور مغانم کثیرہ کا حصول ہے۔ سبحان اللہ۔

کلمات بر آدم

حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے:

فتلقیٰ آدمُ من ربّہٖ کلمٰتٍ	آدم نے رب کی طرف سے چند کلمات پائے۔
فتابَ علیہِ ط	تو ان کی توبہ قبول ہو گئی

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ عزّ و جل نے آدم علیہ السلام کو وحی سے مشرف فرمایا۔ اور فعلِ ناخوش آئندہ کے اثر سے آپ کو پاک ٹھہرایا۔ اور ان کلمات کو نازل فرمایا۔ جن کے سبب آپ کی توبہ قبول ہوئی۔ حضور علیہ السلام کے احوال میں بھی کلمات کا ذکر موجود ہے اللہ عزّ و جل زمانہ رسالت کے برکات و حسنات کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

یمحُ اللہُ الباطِلَ و یُحِقُّ الحقَّ بِکلِمٰتِہٖ	اللہ ان کلمات کے ذریعہ باطل کو مٹائے گا اور حق کو روشن فرمائے گا۔

اس آیت میں ان کلمات کا ذکر ہے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوئے ہیں اور ان کلمات کی تاثیر و فیوض کا بھی ذکر ہے جو امتِ نبویہ کو ان سے حاصل ہونے والے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کلمات سے حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا فرمائے گا اور امت محمدیہ علیہ التحیۃ و الثناء کی توبہ قبول کی جائے گی ؎

اگر نام محمد را نیاوردی شفیع آدم
نہ آدم یافتی توبہ نہ نوح از غرق نجّینا

سکونت بہشت

اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے احوال میں فرماتا ہے:

یا آدمُ اسکُن انتَ و زوجُکَ الجنّۃَ	اے آدم تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو۔

آیت بالا سے ظاہر ہے کہ سیّدنا آدم علیہ السلام کو سکونت بہشت کا منصب عطا ہوا۔ اور آپ نے جنت میں رہائش اختیار فرمائی۔ مگر سیّد عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا رفیع منصب ملا۔ جس سے تمام مقبولانِ بارگاہ محروم رہے اور آپ کی وہاں تک رسائی ہوئی۔ جہاں تک اس سے قبل کسی فرزندِ آدم کا تو کیا خود حضرت آدم کا قدم نہ پہنچا۔ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ و الثنا محبوب ہیں۔

آپ کو خلوت گاہ قدس میں جگہ ملتی ہے اور یہ مقام ہے اور ایسا اعزاز واکرام ہے جو ہمارے نبی کی خصوصیات سے ہے۔ ؎

جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی

جنت مقامِ عام

نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ جنت وہ مقام ہے۔ جہاں پر اعلیٰ اور ادنیٰ ہر سنی مسلمان جائے گا۔ اور ہر مسلمان کو جنت میں جگہ ملے گی۔ مگر سید المرسلین کا وہ مقام ہے جہاں نبی مرسل اور ملک مقرب کی بھی رسائی نہیں ہے۔ گویا ابوالبشر کا مقام عام ہے اور سید الانبیاء کا خاص ہے اور یہ خاص اس عام سے مہا سنکھوں درجہ افضل و اعلیٰ بہتر و بالا ہے اور نہایت ہی تفوق و برتری کا حامل ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَعَ اللهِ وَقتٌ لَا یَسَعُنِی فِیہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرسَلٌ (جواہر ج۳ ص۱۵۲۷)

میرے لئے خدا کے حضور ایک ایسی ساعت ہے جہاں ملک مقرب اور نبی مرسل کی بھی رسائی نہیں ہے،

؎ عرش کیا اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں
شبِ معراج جہاں پہنچے ہیں رفعت والے

حضور مالک جنت ہیں

نیز یہ بھی یاد رکھئے کہ آدم علیہ السلام کو سکونت بہشت کی اجازت ملتی ہے اور سید المرسلین کو جنت کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔ وہ صرف جنت میں رہتے تھے اور حضور جنت عطا فرماتے ہیں وہ ساکنِ بہشت تھے اور یہ مالکِ بہشت ہیں۔ وہ ساکنِ جنت تھے اور یہ معطی جنت ہیں۔ فردوس لٹاتے ہیں اور مقامِ اعلیٰ علیین پہنچاتے ہیں ؎

تجھ سے بڑھ کر نہیں کونین میں ہمت والے
تو نے فردوس لٹایا ہے سخاوت والے

امام مسلم ربیعہ بن کعب سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں۔ ایک شب جب کہ میری قسمت کا ستارہ چمکا میں نے حضور کے لئے وضو کا پانی حاضر کیا۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا:

فَقَالَ لِی سَل فَقُلتُ اَسئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الجَنَّۃِ قَالَ اَوغَیرَ ذٰلِکَ قُلتُ ذَاکَ۔ (مشکوٰۃ ص۸۴)

ربیعہ کچھ مانگو۔ میں نے عرض کی۔ حضور یہ مانگتا ہوں۔ جنت میں آپ کے ہمراہ رہوں۔ فرمایا کچھ اور۔ میں نے عرض کی بس یہ ہی۔

؎ سائل ہوں ترا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو
معلوم ہے اقرار کی عادت تیری مجھے

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور معطی جنت ہیں۔ ربیعہ کو جنت عطا فرما رہے ہیں۔ اور مالک جنت بھی ہیں۔ کیونکہ جنت وہی دے سکتا ہے جو مالک ہو یا مالک کی طرف سے

مامون و مختار۔ اسی لئے علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

وَكُنْيَتُهٗ اَبُو الْقَاسِمِ لِاَنَّهٗ يَقْسِمُ الْجَنَّةَ بَيْنَ اَهْلِهَا۔ (مواہب ج ۱ ص ۱۹۵)

حضور کی کنیت ابو القاسم اس لیے ہے کہ آپ قاسم جنت ہیں۔ ؎

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

لفظ 'سل' کی تفسیر

ذرا لفظ 'سل' کی عظمت و رفعت اور عموم و اطلاق پر غور کیجئے۔ شہنشاہِ کونین کس بے نیازی سے فرما رہے ہیں کہ "ربیعہ مانگو" یہ نہیں فرماتے کہ فلاں چیز مانگو بلکہ ارشاد ہوتا ہے۔ جو جی میں آئے مانگو۔ کیونکہ لفظ سل میں عموم و اطلاق ہے اور اتنا بڑا عظیم دعویٰ وہی کر سکتا ہے۔ جس کے قبضۂ قدرت میں ساری خدائی ہو۔ پھر ربیعہ کے مانگ لینے پر حضور فرماتے ہیں کہ ربیعہ کچھ اور بھی مانگ لو۔ جو اس امر پر دال ہے کہ جنت ہی کیا ہم ہر چیز عطا فرماتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر چیز وہی دے سکتا ہے جو ہر چیز کا مالک ہو ؎

منگتا تو ہے منگتا کوئی شاہوں میں دکھا دو
جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کرد کہ فرمودہ کہ سل بخواہ و تخصیص نکرد مطلوبے خاص معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت او است ہر چہ خواہد و ہر کہ خواہد پروردگار خود بدہد۔ (اشعۃ اللمعات)

کہ حضور نے کسی خاص چیز کے مانگنے کو نہ فرمایا۔ جس سے ثابت ہوا کہ کارخانہ الٰہیہ کی باگ ڈور حضور کے دستِ تقدس میں ہے۔ آپ جسے چاہتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔

بلکہ آپ کی شان تو یہ ہے کہ ؎

آتا فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

طعامِ جنّت

سکونتِ بہشت کے دوران میں اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو نعیمِ جنت سے اشفاع کی اجازت بھی دے دی تھی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا۔	اور کھاؤ اس میں بے روک ٹوک۔

اس آیت سے آدم علیہ السلام کی یہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ جنت میں آپ کی غذا جنتی طعام تھا۔ لیکن سید المرسلین حبیب رب العلمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نرالی شان ہے۔ آدم علیہ السلام جنت میں جنتی طعام تناول فرماتے ہیں اور حضور کو رب العزت جل مجدہٗ اپنے یدِ قدرت سے کھلاتا پلاتا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِیْ (مسلم شریف)	مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے اور میں خلوت گاہِ قدس میں شب گذارتا ہوں۔

ظاہر ہے کہ جنتی طعام سے وہ طعام بہت برتری اور تفوق رکھتا ہے جو رب العزت جل مجدہٗ کی مہمانی میں حضور تناول فرماتے ہیں ؎

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی   سب سے بالا و والا ہمارا نبی

جنتی طعام

پھر اس اعزاز و اکرام کو دیکھئے کہ آدم علیہ السلام جنت میں رہ کر جنتی طعام تناول فرماتے ہیں۔ اور حضور کی یہ شان ہے کہ خود رب العزت جل مجدہٗ زمین پر بذریعہ جبرائیل خدمتِ نبوی میں جنتی طعام ارسال فرماتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل امین خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ عرض کی۔ آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے۔

وَاَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ بِھٰذَا الْقِطْفِ فَاَخَذَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ (خصائص ج ۲ ص ۵۶)	اور مجھے اس ٹکڑے کے ساتھ بھیجا ہے۔ حضور نے اس کو قبول فرما لیا۔

ظاہر ہے کہ جنتی طعام سے وہ طعام بہت ہی فوقیت رکھتا ہے جو اللہ عزوجل نے خاص طور پر جبرائیل امین کے ذریعہ حضور کی خدمت میں ارسال فرمایا۔

امام بخاری حضرت ابن عباس سے راوی۔ حضور نے فرمایا۔ ابھی میں نے جنت ملاحظہ فرمایا:

فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَکَلْتُمْ مِنْہُ مَابَقِیَتِ الدُّنْیَا۔ (خصائص ج ۱ ص ۸۹)	اور جنت کے ایک خوشہ کو پکڑا۔ اگر میں وہ توڑ لیتا تو تم اس کو قیامت تک کھاتے رہتے اور وہ ختم نہ ہوتا۔

اس حدیث سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں:

۱۔ یہ کہ حضور کی ایسی مقدس آنکھیں ہیں جو زمین سے جنت کو دیکھ لیتی ہیں۔
۲۔ اور آپ کے ایسے نورانی ہاتھ ہیں جو زمین سے جنت تک پہنچ جاتے ہیں۔
۳۔ قرب و بعد، زمان و مسافت کے قوانین سے حضور علیہ السلام مستثنیٰ ہیں۔

۴- آپ کو یہ اختیار ہے کہ مدینہ میں تشریف رکھتے ہوئے جنت میں تصرف فرمائیں۔

۵- اور جنت کے میوہ جات صحابہ کو عطا فرمائیں۔

۶- جنت کی اشیاء کو فنا نہیں ہے۔

امام طبرانی حضرت صدیقہ طاہرہ طیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا شب معراج میں جنت میں داخل ہوا۔ جنت کے ایک درخت کو دیکھا۔ اس درخت سے زیادہ خوب صورت اس کے پتوں سے زیادہ سپید، اس کے پھلوں سے زیادہ خوش ذائقہ۔ کسی چیز کو نہ پایا۔

فَتَنَاوَلْتُ ثَمَرَۃً مِّنْ ثَمَرَاتِھَا فَاَکَلْتُھَا۔ (خصائص ج ۱ ص ۱۷۶)	میں نے ثمراتِ جنت سے ایک پھل توڑا۔ اور تناول فرمایا۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا۔ کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں نعیم جنت سے انتفاع کی اجازت تھی۔ تو حضور علیہ السلام کو بھی اختیار تام ہے اور جس طرح آدم علیہ السلام نے جنت میں جنتی طعام تناول فرمایا۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی شب معراج جنت کے پھل تناول فرمائے ہیں۔

خلافت و انابت

سیدنا آدم علیہ السلام کو انابت کا منصب ملا۔ نیابت کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا۔ رُوئے زمین کی خلافت ان کو عطا ہوئی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ط	ہم زمین میں خلیفہ بنانے والے ہیں۔

خلافت و نیابت کے لحاظ سے حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ شرف و بزرگی اور یہ فضل و برتری حاصل ہے کہ سیدنا آدم نائب فی الارض ہیں۔ اور حضور علیہ السلام نائب فی العالمین ہیں۔ انھیں زمین کی خلافت ملی ہے اور انہیں کائنات کی خلافت بخشی گئی ہے۔ اور عالم علوی میں تصرف کی طاقت دی گئی ہے وہ فرش کے خلیفہ ہیں اور حضور عرش و فرش دونوں کے خلیفہ ہیں۔ وہ صرف خلیفہ ہیں۔ اور حضور خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں۔

امام بیہقی حضرت عبد اللہ بن سلام سے راوی ہیں کہ:

اِنَّ اَکْرَمَ خَلِیْفَۃِ اللّٰہِ عَلَی اللّٰہِ۔	اللہ عزّ وجل کے سب میں بڑے بزرگ خلیفہ

اَبُوالْقَاسِمِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضور علیہ السلام ہی ہیں۔

خلیفہ کی تعریف

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

بتحقیق من گردانیدہ ام در زمین خلیفہ را کہ خلافت من نماید و در اشیائے زمین تصرف در اسباب آں اشیا کہ مربوط باسماں ست نیست پس ہر چند کہ آں خلیفہ از عناصر زمین پیدا مے شود و در محل کون و فساد ساکن و مستقر گردد اما در وے روحے آسمانی نیز خواہم دمید کہ بسبب آں روح بر مکان آسماں و موکلان کواکب و نیز حکمرانی نماید و آنہا را بکار خود مصروف سازد و باز او را قدرتے دادند کہ نمونہ قدرتِ او خود است باں معنی۔ چنانچہ قدرت کاملہ الٰہی سبب وجود حقائق متاصلہ ثابت الآثار است ہم چناں قدرت ایں خلیفہ پس در جمیع آثار آنہا حکایت و انموذج صفات علیائے الٰہی گشت و معنیٔ خلافت متحقق شد

(تفسیر عزیزی جلد اوّل)

یعنی اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ ہم زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتے ہیں جو ہمارا نائب ہو اور اشیائے زمین میں تصرف کرے اور زمین کی اشیاء میں تصرف جب ہو سکتا ہے جب کہ ان کے اسباب میں جو آسمان سے مربوط ہیں۔ تصرف کیا جائے اس لئے اگرچہ وہ خلیفہ عناصر زمین سے پیدا ہوا ہو اور محل کون و فساد میں سکونت رکھے مگر میں اس میں آسمانی روح کو پھونکوں گا۔ جس کے سبب وہ ساکنانِ افلاک اور موکلان کواکب پر حکومت اور اس کو اپنے کام میں مصروف رکھے گا۔ پھر خدا نے خلیفہ کو ایسی قدرت عطا فرمائی جو اس کی قدرت کا نمونہ ہے بایں معنیٰ کہ جس طرح اللہ کی قدرت کاملہ حقائق متاصلہ کے وجود کا سبب ہوتی ہے اس طرح اس خلیفہ کی قدرت کا حال ہے پس خلیفہ تمام صفات اور ان کے آثار میں خدا کی صفات علیہ کا نمونہ ہو گیا۔ اور خلافت کے معنیٰ محقق ہو گئے۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی اس تفسیر سے خلیفہ کے معنیٰ و مفہوم بوضاحت معلوم ہو جاتے ہیں۔ کہ خلیفہ خدا کی قدرتوں اور صفتوں کا مظہر ہوتا ہے۔ خلیفہ کی صفات خدا کی صفاتِ علیا کی مظہر و نمونہ ہوتی ہیں۔ اللہ عز و جل خلیفہ میں آسمانی روح پھونکتا ہے۔ جس کے سبب خلیفہ زمین و آسمان کی چیزوں افلاک کے رہنے والوں، چاند، سورج اور کواکب کے موکلوں پر حکومت کرتا ہے اور تمام اشیاء کے اسباب و علل اس کے تحت تصرف ہوتے ہیں۔

رب العزت جل مجدہٗ شہنشاہِ حقیقی ہے انبیائے کرام اس کے نائب اور خلیفہ ہیں۔ اس

کی نیابت وخلافت کے فرائض کی انجام دہی میں ان سے ایسے عجیب غریب خارق وعادت افعال کا ظہور ہوتا ہے۔ جن کو دیکھ کر عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اور سلیم طبیعتیں ان کے رسُول برحق اور نبی اللہ ہونے کا یقین کر لیتی ہیں اور انبیاء کے ان خارق وعادت افعال کو معجزہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اللہ عزّ وجل کے نائبوں کے تصرفات ومعجزات کی کثیر مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے عصا سے اژدہا اور دریا سے سڑک کا کام لیا۔ سلیمان علیہ السلام نے بےمثال حکومت کی۔ آپ کی حکومت انسانوں سے متجاوز ہو کر جنات وحوش وطیور پر بھی تھی۔ ہوا آپ کے تابع اور طیور وحوش اور جن پہرہ کا کام دیتے تھے۔ داؤد علیہ السلام نے لوہے کو نرم اور پرندوں کو اپنی شیریں زبانی سے مسخر کر لیا تھا۔ الغرض انبیاء کرام سے ایسے خارق عادت افعال سے صدور کا سبب یہ تھا کہ وہ خدا کے نائب اور اس کی قدرتوں کے مظہر تھے اور اللہ نے ان میں آسمانی رُوح پھونک کر ان کو اپنی قدرتوں کا نمونہ بنا دیا تھا۔ اور یہ حضرات اسی آسمانی روح کے سبب کائنات میں تصرف فرماتے تھے۔

بات دُور جا پڑی۔ ہمیں یہاں یہ بیان کرنا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام خدا کی صفات کے مظہر، اس کی قدرتوں کے نمونہ اور اس کے نائب وخلیفہ ضرور تھے۔ مگر جس عظمت کی خلافت اور جس شان کی نیابت ہمارے حضور کو حاصل ہے وہ کسی میں نہ تھی۔ اور نبی صفاتِ الٰہی کے مظہر تھے۔ مگر سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خدا کی ذات اور صفات دونو کے مظہرِ اتم ہیں۔

اسی لئے ارشاد ہے:

مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَاٰی الْحَقَّ۔	جس نے مجھے دیکھ لیا۔ اس نے خدا کو دیکھ لیا۔

؎ کشفِ رازِ من رآنی یوں ہوا
تم ملے تو حق تعالیٰ مل گیا

اور نبی صرف خلیفہ اور نائب تھے اور حضور علیہ السلام نائبِ اکبر وخلیفہ اعظم ہیں۔ ساکنانِ افلاک وموکّلان کواکب پر آپ کی حکومت ہے اور ساری کائنات آپ کے زیرِ فرمان ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ موکّلانِ کواکب اور اشیاءِ زمین وآسمان میں تو تصرف صرف خلیفہ کے اختیارات بتائے گئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو خلیفہ اعظم ہیں۔ لہٰذا سرکار کی عزت وعظمت آپ کی حکومت وسلطنت آپ کے تصرفات واختیارات کا کیا کہنا ہے ؎

محبوبِ خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا دنیا میں کوئی آیا نہیں ہے۔

امام ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

هُوَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ خَلِیْفَةُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ الَّذِیْ جَعَلَ خَزَائِنَ	نبی کریم خدا کے ایسے بزرگ خلیفہ ہیں کہ اللہ عزّ وجلّ نے اپنے کرم کے خزانے اپنی،

كَرَمِهٖ وَمَوَائِدَ نِعَمِهٖ طَوْعَ
يَدَيْهِ وَاِرَادَتِهٖ يُعْطِيْ مَنْ
يَّشَاءُ (الجواہر المنظم ص۵۲)

نعمتوں کے خوان آپ کے ارادے کے
زیر فرمان کر دیئے ہیں حضور جسے چاہیں
عطا فرمائیں ؎

اصالتِ کل امامتِ کل سعادتِ کل امارتِ کل
حکومتِ کل ولایتِ کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

خداوند قدوس حضور علیہ السلام کی خلافتِ کبریٰ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى

اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت
کے ساتھ بھیجا ہے۔

آیت بالا میں نبی علیہ السلام کی خلافتِ کبریٰ و نیابتِ عظمیٰ کا مفہوم ایک عجیب انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح ایک استاذ کامل یہ کہتا ہے کہ میری علمی لیاقت قابلیت معلوم کرنا چاہتے ہو۔ تو میرے فلاں شاگرد کو دیکھ لو۔ وہ میرے علم و فضل کا نمونہ ہے۔ یا فلاں کتاب کا مطالعہ کر لو وہ کتاب میرے علم کا خزانہ ہے۔ اسے پڑھ کر تمہیں میری قابلیت کا اندازہ ہو جائے گا۔

بلاتمثیل اسی طرح اس آیت میں رب العزت جل مجدہٗ ارشاد فرماتا ہے کہ:

> اے انسان! تو میری ذات و صفات کو کیا جان سکتا ہے۔ اور میری حقیقت اور میری کہنہ تک کیا پہنچ سکتا ہے۔ اگر میری ذات میری صفات میری ہیبت میری سلطنت میرا جبروت میری سطوت میری کریمی میری رحیمی میری سخاوت میرا علم غرضیکہ میری تمام صفات علیا کا نظارہ کرنا چاہتا ہے تو میرے محبوب محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کو دیکھ لے۔ وہ میری ذات و صفات کے مظہر اتم اور میری تمام قدرتوں کے نمونہ اور نائب اکبر و خلیفہ اعظم ہیں۔

پر تو اسم ذات احد پر درود
نسخہ جامعیت پہ لاکھوں سلام

مصدر مظہریت پہ اظہر درود
مظہر مصدریت پہ لاکھوں سلام

وصف جن کا ہے آئینۂ حق نما
اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

ابن تیمیہ کا استدلال

علامہ ابن تیمیہ جن کے فضل کو منکرانِ عظمتِ رسول بھی تسلیم کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب

الصارم المسلول میں لکھتے ہیں۔ کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت کو حضور کی طاعت اور اپنی نافرمانی کو حضور کی نافرمانی قرار دیا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ اور رسُول کا حق ایک دوسرے کو متلازم ہیں۔ اور رسُول کی عزّت اور خدا کی عزّت کی جہت ایک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے۔

أَقَامَهُ اللّٰهُ مَقَامَ نَفْسِهٖ فِيْ نَهْيِهٖ وَاَمْرِهٖ وَاِخْبَارِهٖ وَبَيَانِهٖ فَلَا يَجُوْزُ الْفَرْقُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ شَيْئٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ (الصارم ص۴۰)

اللہ عزّوجل نے امر و نہی اخبار و بیان میں حضور کو اپنا قائم مقام کیا۔ لہٰذا مذکورہ بالا امور کی کسی چیز میں یہ جائز نہیں ہے کہ خدا اور رسول میں فرق کیا جائے۔

ناظرین: ان آیات و احادیث اور تفاسیر سے آپ پر بخوبی ظاہر ہو گیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خدا کی ذات و صفات دونوں کے مظہر اتم ہیں اور اللہ کے نائب اکبر و خلیفہ اعظم ہیں۔ اور وصفِ خلافت و نیابت جس شان سے حضور میں نظر آتا ہے کسی میں نظر نہیں آتا ؎

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

مکانِ رفعت

حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے پرواداہیں۔ آپ کا نام حنوک یا خنوخ ہے چونکہ آپ صحفِ آسمانی کا کثرت سے درس دیتے تھے اس لئے آپ کا نام ادریس ہو گیا آپ کی شان میں اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔

ہم نے ادریس کو مکانِ علیا پر اٹھایا۔

اس آیت میں سیدنا ادریس علیہ السلام کی بلندی شان کا بیان ہے۔ مکانِ علیا کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔

اوّل یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کو زندہ آسمان پر بلا کر جنت میں داخل فرمایا۔

دوم یہ کہ اس سے مراد مرتبہ کی بلندی ہے۔ یعنی اللہ نے آپ کے مرتبہ کو اس طرح بلند فرمایا کہ آپ پر تین صحیفے نازل فرمائے۔ اور بہت سے علوم و فنون آپ کے ہاتھ سے ایجاد ہوئے۔

حضور کی رفعت

اگر مکان علیا سے مراد آسمان پر بلانا ہے تو اس بنا پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شرف و بلندی اور تقرب حاصل ہے وہ نہایت ہی اہم و افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر بلایا۔ اور حضور علیہ السلام کو مقام قاب قوسین سے مشرف فرمایا ؎

نہ حجاب چرخ مسیح پر نہ کلیم طور نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی ادھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے

اور اگر مکان علیا سے مراد مرتبہ کی بلندی ہے تو حضور علیہ السلام کو جس شان کی بلندی حاصل ہے اس کی نظیر ناممکن ہے۔ اور یہ کہنا محتاج دلیل نہیں ہے کہ حضور امام الانبیاء اور امام المرسلین ہیں۔ حضور کی شان میں ارشاد ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

محبوب ہم نے آپ کے ذکر کو بلند فرمایا

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

امام ابونعیم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ سیّد عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے اس آیت کے متعلق استفسار فرمایا۔ یعنی یہ فرمایا کہ اللہ نے میرا ذکر کیسے بلند فرمایا۔ جبریل امین نے عرض کی:

اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِي۔
(خصائص ج ۲ ص ۱۹۶)

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ کا بھی ذکر ہو گا۔

ثابت ہوا کہ جہاں ذکر خدا ہے وہاں ذکرِ مصطفیٰ بھی ہے۔ ذکرِ خدا ذکرِ مصطفیٰ کے بغیر بیکار ہے حضور کا ذکر عین ذکر الٰہی ہے اگر کوئی ذکر الوہیت کیساتھ اقرار رسالت نہ کرے تو کافر ہے ؎

ذکرِ خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو
واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے

حضورؐ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند ہے

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

رَفَعَ اللّٰهُ ذِكْرَهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلَيْسَ خَطِيْبٌ وَّلَا مُتَشَهِّدٌ وَّلَا صَاحِبُ صَلٰوةٍ اِلَّا وَهُوَ يُنَادِيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
(خصائص ج ۲ ص ۱۹۶)

اللہ عزوجل نے حضور کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند فرمایا ہے۔ کوئی خطیب کوئی کلمہ پڑھنے والا اور نماز ادا کرنے والا ایسا نہیں ہے جو شہادت الوہیت کے ساتھ شہادت رسالت ادا نہ کرے

خطبات میں کلموں میں اقامت میں اذاں میں
ہے نام الٰہی سے ملا نام محمدؐ

غور کیجئے رفعت ذکر کی کوئی مثال اس سے بالاتر پائی جاتی ہے۔ کیا کسی شہنشاہ کو اپنی مملکت میں اور کسی ہادی کو اپنے حلقۂ اثر میں یہ بات حاصل ہے کہ کائنات کے گوشے گوشے اور دنیا کے ہر خطہ میں اس کا چرچا ہو۔ زمین و آسمان میں اس کا غلغلہ ہو۔ اذان و اقامت۔ عبادت و اطاعت واعظ و خطبات میں اس کا تذکرہ ہو ؎

اذان کیا جہاں دیکھو ایمان والو   پس ذکر حق ذکر ہے مصطفیٰؐ کا

اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ آپ کا ذکر کوئی سننا پسند کرے یا نہ کرے ورفعنا لک ذکرک کا وہ اعلان عام ہے جو پردہ ہائے گوش کو چیرتا ہوا قصرِ قلب میں پہنچ کر رہتا ہے۔ اور صبح کے روح افزا جھونکوں میں اذان کی آواز اور رات کی خموشی میں اشہد ان محمد رسول اللّٰہ کے سریلے نغمات سنائی دیتے ہیں۔ ؎

فرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ عرش پہ طرفہ دھوم دھام   کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

مالکِ جنّت کون؟ محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم

حضرت آدم علیہ السلام کی وصیّت

ابن عساکر حضرت کعب احبار سے راوی ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند کو یہ وصیّت فرمائی کہ میرے بعد تم میرے خلیفہ ہو۔ لہٰذا ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفیٰ بھی کرنا۔ کیونکہ جب میں نے سمٰوات کا طواف کیا تو آسمان کے ہر گوشہ پر حضور کا نام منقوش فرمایا ہے۔

وَاِنَّ رَبِّیْ لَمَّا اَسْکَنَنِی الْجَنَّۃَ فَلَمْ اَرَ فِی الْجَنَّۃِ قَصْرًا وَّلَا غُرْفَۃً اِلَّا اِسْمُہٗ مَکْتُوْبٌ عَلَیْہِ وَلَقَدْ رَاَیْتُ اِسْمَ مُحَمَّدٍ مَکْتُوْبًا عَلٰی نُحُوْرِ حُوْرِ الْعِیْنِ وَعَلٰی وَرَقِ اٰجَامِ الْجَنَّۃِ وَعَلٰی وَرَقِ شَجَرَۃِ طُوْبٰی وَعَلٰی وَرَقِ سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی وَعَلٰی اَطْرَافِ الْحُجُبِ وَبَیْنَ اَعْیُنِ الْمَلٰئِکَۃِ فَاَکْثِرْ ذِکْرَہٗ فَاِنَّ

جب میرے ربّ نے مجھے جنت میں سکونت عطا فرمائی تو جنت کے ہر قصر ہر محل ہر غرفہ حورِ عین کی پیشانی شجرہائے جنت و اوراق سدرہ و طوبیٰ حجب کے اطراف اور ملائکہ کی آنکھوں کے درمیان حضور علیہ السلام کا نام نامی مکتوب پایا ہے۔ لہٰذا ان کے ذکر سے غافل نہ رہنا کیونکہ ملائکہ بھی اس نبی معظم کے ذکر سے رطب اللسان رہتے ہیں۔

الْمَلٰئِکَۃُ تَذْکُرُہٗ فِیْ کُلِّ سَاعَاتِھَا (خصائص ج ۱ ص ۷)

فرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ عرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

جنت کے دروازہ پر حضورؐ کا نام

ابن عساکر حضرت جابر سے راوی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا

مَکْتُوْبٌ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

جنت کے دروازہ پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ مسطور ہے۔

جنت کی ہر چیز پر حضورؐ کا نام

ابو نعیم حلیہ میں حضرت ابن عباس سے راوی۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃٌ وَّلَا وَرَقَۃٌ اِلَّا مَکْتُوْبٌ عَلَیْھَا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

جنت کا کوئی درخت کوئی پتہ ایسا نہیں ہے جس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا نہ ہو۔

عرش اور سمٰوات پر حضور کا نام

ابن عساکر حضرت علی سے راوی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شبِ معراج

مَا مَرَرْتُ لِسَمَاءٍ اِلَّا وَجَدْتُ اِسْمِیْ فِیْھَا وَرَاَیْتُ عَلَی الْعَرْشِ مَکْتُوْبًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

میں جس آسمان سے گذرا، اس پر میں نے اپنا نام مسطور پایا اور میں نے عرش پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا۔

حضرت سلیمان کی انگوٹھی

امام طبرانی حضرت عبادہ بن الصامت سے راوی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا

کَانَ نَقْشُ خَاتَمِ سُلَیْمَانَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کے نگینہ پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منقوش تھا۔

حضرت آدمؑ کے کندھوں پر

امام طبرنی حضرت جابر سے راوی

بَیْنَ کَتِفَیْ اٰدَمَ مَکْتُوْبٌ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ۔

آدم علیہ السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان محمد رسول اللہ خاتم النبیین مسطور تھا

(خصائص کبریٰ)

سبحان اللہ! اللہ رب العزت جل مجدہٗ نے اپنے نام کے ساتھ حضورؐ کا نام بھی مسطور فرمایا ہے جو اس طرف اشارہ ہے کہ ان اشیاء کے بنانے والا خالق حقیقی خدا ہے اور اسی

خالق و مالکِ حقیقی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک و مختار بنایا ہے اور تمام اشیائے زمین و زماں آپ کی ملکیت میں دے دی ہیں ؎

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش   لگائے خدا اور بجھائے محمد
تعجب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ   بنائے خدا اور بسائے محمد

کشتیِ نوح

سیّدنا نوح علیہ السلام کی نگاہِ قہر سے زمین میں تہلکہ مچ گیا۔ طوفان آیا۔ چالیس شب و روز تک زمین سے پانی ابلا اور آسمان سے بارش ہوتی رہی۔ بلند و مضبوط پہاڑ اس طوفان میں ڈوب گئے۔ مستحکم عمارتیں خس و خاشاک کی طرح بہنے لگیں۔ ایسے خوفناک طوفان میں آپ کی کشتی کا صحیح و سلامت رہنا اور چھ ماہ کامل زمین کا طواف کر کے کوہِ جودی پر پہنچنا یقیناً معجزہ تھا اور خدا کی زبردست نشانی۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں ہے۔

وَجَعَلْنٰهَا اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

ہم نے اس کشتی کو سارے جہان کیلئے نشانی کیا۔

بہر حال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے زبردست طوفان کو عبور کیا۔ لیکن سیّد عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز دیکھئے کہ آپ نے پتھر کو پانی پر ٹھہرا دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ سمندر کے کنارے تشریف فرما تھے۔ عکرمہ کہنے لگے۔ اگر آپؐ نبی صادق ہیں تو سمندر کے اس پار جو پتھر ہے اسے بلائیے۔ وہ پتھر سمندر کو عبور کرے اور آپؐ کی تصدیق کرے۔ مگر پانی میں نہ ڈوبے۔

فَاَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْقَلَعَ الْحَجَرُ عَنْ مَكَانِهٖ وَسَبَحَ حَتّٰى صَارَ بَيْنَ يَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدَ لَهٗ بِالرِّسَالَةِ (حجۃ اللہ ص۱۵)

حضور نے پتھر کی جانب اشارہ کیا۔ وہ پتھر اپنی جگہ سے اکھڑا اور سمندر کو عبور کر کے آپؐ کی خدمت میں آگیا اور اس نے آپؐ کی رسالت کی گواہی دی۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ کشتی کا سمندر میں ٹھہر جانا اتنا عجیب نہیں جتنا کہ پتھر کا حضورؐ کے حکم سے سمندر کو عبور کرنا اور رسالت کی گواہی دینا عجیب و غریب ہے۔ ہاں وہ نوح

تھے۔ جن کے لئے سمندر میں کشتی ٹھہری۔ یہ محبوب ہیں جو ایک اشارے سے پتھر کو پانی پر روک دیتے ہیں ؎

نہ پہچانا کسی نے آج تک رتبہ محمدؐ کا   خدا نے اس قدر اُونچا کیا پایہ محمدؐ کا

معارج کی روایت

معارج میں ہے کہ جب نوح علیہ السلام کشتی تیار کرنے پر مامور ہوئے تو فرمانِ الٰہی پہنچا کہ ایک ہزار ایک سو بیس تختے ترتیب دیجئے اور ہر تختہ پر ایک نبی کا نام لکھئے۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور ہر تختہ پر انبیاء کرام کے نام کندہ کئے۔ مگر جب صبح دیکھا تو تمام نام محو تھے۔ آپ نہایت پریشان ہوئے۔ پھر دوبارہ نام لکھے۔ مگر صبح وہ بھی محو تھے۔ بہت مضطرب ہوئے کہ روز محنت رائیگاں جاتی ہے۔ آخر حکم الٰہی پہنچا۔ اے نوح! ان اسماء کو ہمارے نام سے شروع اور ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر ختم کیجئے۔ تاکہ نام محو ہونے سے محفوظ رہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ سب سے پہلے نام الٰہی لکھا۔ اور حضورؐ کے نام پر ختم کیا۔ جب آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی منقوش فرما چکے تو ملاءِ اعلیٰ نے ندا دی

یَا نُوْحُ اَلْاٰنَ قَدْ تَمَّتْ سَفِیْنَتُكَ   اے نوح اب تمہاری کشتی تکمیل کو پہنچی

علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں۔

مِنْ خَوَاصِّ اِسْمِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ   حضور کے نام کے خواص سے ہے کہ کشتی نوح اسی
اَنَّ سَفِيْنَةَ نُوْحٍ جَرَتْ بِهٖ   نام اقدس کی برکت سے جاری ہوئی

گویا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے . . . . نام اقدس کی برکت سے بنی اور اسی نام کی برکت سے جاری ہوئی اور سمندر میں نہ ڈوبی ؎

جب نوحؑ نے کشتی پہ لکھا نام محمدؐ   آئی یہ ندا اب ہوئی کشتی تیری کامل

عذاب الٰہی

حضرت نوح علیہ السلام کے متبعین طوفان سے محفوظ رہے۔ یعنی سیدنا نوح علیہ السلام ان کیلئے رحمت کا سبب بنے جو ان پر ایمان لائے۔ مگر سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم بلا تفریق مذہب و ملت ساری کائنات کے لئے رحمتِ مجسم ہیں اور آپؐ کی امت عالم گیر عذاب سے محفوظ و مصئون ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ محبوب ہم آپ کے ہوتے عذاب نہ اتاریں گے۔

یہ ہی وجہ ہے کہ آج شانِ رسالت کے منکر اور سلطنت مصطفویہ کے باغی زمین پر چلتے پھرتے نظر آرہے ہیں۔ یہ صرف اس سبز گنبد والے کا صدقہ ہے ورنہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی نگاہِ قہر سے زمین و آسمان میں تہلکہ پڑ گیا تھا۔ اسی طرح حضور نبی کریم علیہ السلام کے ایک ادنیٰ اشارہ سے باغیانِ سلطنتِ مصطفویہ ایک لمحہ میں صفحہ زمین سے حرفِ غلط کی طرح مٹ سکتے ہیں

ہ نجدی اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافرو مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی

حضرت یوشع کا معجزہ حبسِ شمس

تورات میں لکھا ہے۔ ہفتہ کے دن دنیا کا کوئی کام کرنا حرام ہے۔ بنی اسرائیل کی شریعت میں ہفتہ کا دن عبادتِ الٰہی کیلئے مخصوص ہے۔ حضرت یوشع علیہ السلام جمعہ کے دن مصروفِ قتال کفار تھے۔ جب لڑتے لڑتے شام ہوگئی تو آپ کو خیال آیا۔ اگر آج فتح نہ ہوئی تو کل ہفتہ کے دن عبادت نہ ہو سکے۔ یہ خیال آتے ہی آپ نے دعا فرمائی۔ الٰہی دو گھڑی دن اور زیادہ بڑھا دے۔ آپ کی دعا سے سورج ٹھہر گیا۔ دن بڑھ گیا اور جمعہ کے دن ہی آپ کو فتح ہوگئی۔

تورات کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت یوشع کی دعا سے دن میں اضافہ ہوا جو آپ کا معجزہ تھا۔ لیکن سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان نرالی ہے۔ آپ کی دعا سے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار سورج کو ٹھہرنا پڑا۔

ابن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفرِ معراج سے واپس تشریف لائے تو کفارِ مکہ نے واقعہ معراج کی تکذیب کی۔ حضورؐ نے علامت سفر بیان فرمائی کہ مجھے فلاں مقام پر قافلہ ملا تھا۔ مگر کفار ہٹ دھرم تھے۔ جب جواب نہ دے سکے، تو کہنے لگے اچھا بتایئے وہ قافلہ مکہ کب پہنچے گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ بدھ کے دن قافلہ آئے گا۔ بدھ کے دن قریش مکہ قافلہ کا انتظار کرنے لگے اور اسی انتظار میں شام ہوگئی۔ قریب تھا کہ سورج غروب ہو جائے کہ

فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ
فَزِيْدَ لَهٗ فِى النَّهَارِ وَحُبِسَتِ الشَّمْسُ
(شفا ملا علی قاری ج ص ۵۹۰)

حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی اور ایک گھڑی دن بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا یہانتک کہ قافلہ آگیا۔

دیکھئے اگر حضرت یوشع علیہ السلام کی دعا سے سورج ٹھہرا ہے تو محمد مصطفےٰ حبیبِ خدا علیہ التحیہ والثناء کے گورے گورے نازک ہاتھ اٹھتے ہی دن بڑھ گیا۔ سورج ٹھہر گیا۔ قافلہ آگیا اور حضور کی صداقت ظاہر ہو گئی ؎

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

حضورؐ کے حکم سے سورج ٹھہرا

اور پھر اس اعزاز کو بھی دیکھئے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کی دعا سے دن بڑھتا ہے اور محبوب علیہ السلام کے حکم سے سورج ٹھہرتا ہے۔

امام طبرانی حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرَتْ سَاعَۃً مِّنَ النَّھَارِ (شفا ملا علی قاری ج ۱ ص ۵۹۰)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے باز رہے۔ آفتاب فوراً ٹھہر گیا ؎

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی، مہ کا کلیجہ چر گیا

غور کیجئے! حضرت یوشع علیہ السلام کی دعا سے سورج ایک بار ٹھہرا، اور محمد مصطفےٰ علیہ السلام کے حکم سے سورج کئی بار ٹھہر جاتا ہے۔ بلکہ حضورؐ کی دعا سے ڈوبا ہوا سورج واپس آتا ہے اور ڈوبے ہوئے سورج کا لوٹ آنا سورج کے ٹھہر جانے سے بدرجہا افضل و اعلیٰ ہے ؎

ماہِ شق گشتہ کی صورت دیکھو کانپ کر مہر کی رجعت دیکھو
مصطفیٰؐ پیارے کی قدرت دیکھو کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

ڈوبے ہوئے سورج کی واپسی

امام طبرانی معجم کبیر میں حضرت اسما بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ؎

خیبر میں ایک روز رسالتمآبؐ تھے
ظلمت کدہ میں رشک تھا وہ آفتاب تھے
زانوئے شیرِ حق پہ وہ معروفِ خواب تھے
بے مثل تھے حضورؐ تو یہ انتخاب تھے
تھا اوج پر ستارہ مگر بوتراب کا
زانو بنا تھا تکیہ رسالتمآبؐ کا

یہ ہی سماں تھا کہ آفتاب غروب ہونے لگا اور حضرت شیرِ خدا آنکھ سے دیکھتے رہے آفتاب ڈوب گیا اور شیرِ خدا نے نمازِ عصر محبوبِ خدا کی مبارک نیند پر قربان کر دی اور کچھ دیر بعد ؎

بیدار خواب سے ہوئے محبوبِؐ کبریا
دیکھا کہ آفتاب ہے مغرب میں جا چھپا
کی عرض شیرِ حق نے اے شاہِ دوسرا
وسطیٰ صلوٰۃ عصر مری ہو گئی قضا

حضرت مولا علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کی اس درخواست پر حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی،

اَللّٰھُمَّ اِنَّ عَبْدَكَ عَلِیًّا اِحْتَبَسَ نَفْسَكَ عَلٰی نَبِیِّكَ فَرُدَّ عَلَیْہِ الشَّمْسَ فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ (حجۃ اللہ ص ۳۹۸)

الٰہی علی تیرے نبی کی خدمت میں تھے ان کے لئے سورج کو واپس فرما دے۔ اسی وقت سورج نکل آیا ؎

ارض و سما ہیں زیرِ نگیں کیسا آفتاب
مرضی جہاں ؐ کی دیکھی تو لوٹ آیا آفتاب

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ؎

خیبر کی چوٹیوں پر جو دھوپ آگئی نظر
مشکل کشا نے بہرِ فریضہ جھکایا سر
لرزاں تھا جسم خوفِ الٰہی کا تھا اثر
فارغ ہوا نماز سے پھر حق کا شیر نر
ثابت ہوا مشیتِ پروردگار ہے
اس کے حبیب کو بھی وہی اختیار ہے

اللہ اکبر! شیرِ خدا نے منزلِ صہبا پر حضور ؐ کی نیند پہ نمازِ عصر کو قربان کر دیا۔ اور صدیق اکبرؓ نے جان جیسی عزیز چیز حضور ؐ پر نثار کر دی ؎

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان ان پہ دے چکے
اور حفظ جان تو جانِ فروض غرر کی ہے

ان دونوں جلیل القدر، اولو العزم صحابیوں کے فعل سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کی بندگی یعنی آپ ؐ کی خدمت اور غلامی بھی خدا ہی کا فرض ہے۔ ان کی اطاعت و فرمانبرداری اللہ ہی کی اطاعت و فرمانبرداری ہے اور بندگی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام فرائض سے اہم و اعظم ہے۔ یعنی روزہ و نماز و حج و زکوٰۃ تمام فرائض فروع ہیں۔ اور ان سب کی اصل غلامی حبیب ؐ کبریا ہے ؎

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور ؐ کی ہے

تسخیرِ جبال

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ (قرآن پاک)

ہم نے مسخر کر دیا پہاڑوں کو داؤد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور پرندوں کو

یہ آیت سیدنا داؤد علیہ السلام کی عظمت و رفعت بیان کر رہی ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آپ نہایت خوش آواز تھے۔ جب آپ زبورِ مقدس کی تلاوت فرماتے تو

پرند اور پہاڑ تسبیح کیا کرتے۔ جو آپ کا ایک معجزہ تھا۔ لیکن حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان نرالی ہے۔ پرند و پہاڑ کیا چیز ہیں آپؐ کیلئے تو ساری کائنات مسخر ہے۔ اور کائنات کا ذرہ ذرہ آپؐ کے تابع فرمان ہے۔ چنانچہ چند احادیث ہم اس کے ثبوت میں پیش کر رہے ہیں۔ جن سے انشاء اللہ العزیز آپ کی عظمت و رفعت ظاہر ہوگی اور ایمان تازہ

کنکروں کی تسبیح

ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے چند کنکریاں اپنے مقدس ہاتھ میں اٹھائیں

فَسَبَّحْنَ حَتّٰی سَمِعْنَا التَّسْبِیْحَ

یہ کنکریاں خدا کی تسبیح کرنے لگیں اور ان کی آواز ہم نے سنی

(خصائص جلد ۲ ص۵)

حضرت انس فرماتے ہیں یہ کنکریاں حضرت عثمان و ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ میں بھی تسبیح کرتی رہیں۔ جب ہمارے ہاتھ میں آئیں تو پھر ہم نے ان کی آواز سنی

طعام کی تسبیح

ابوالشیخ کتاب العظمۃ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ثرید آیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ کھانا تسبیح کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی۔ حضورؐ کیا آپؐ اس کی تسبیح کو سمجھتے ہیں۔ فرمایا ہاں! پھر حضورؐ نے فرمایا کہ پنیر کا پیالہ میرے قریب لاؤ۔ چنانچہ طعام سے تسبیح کی آواز آنے لگی۔ اور صحابہ نے عرض کی۔

نَعَمْ هٰذَا الطَّعَامُ یُسَبِّحُ (خصائص ج ۲ ص۵)

یا رسول اللہ! واقعی یہ طعام تو تسبیح کرتا ہے۔

پہاڑ کی اطاعت

امام بخاری حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ احد پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ پہاڑ ہلنے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا:۔

اُثْبُتْ عَلَیْكَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَّشَهِیْدَانِ

(خصائص ج ۲ ص)

اے پہاڑ ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید تشریف فرما ہیں۔ پہاڑ حکم پاتے ہی ٹھہر گیا ؎

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

مَلک جبال کی پیش کش

امام بخاری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام

نے فرمایا: میں نے عبد یالیل پر کلمہ حق پیش کیا۔ انہوں نے اسلام لانے سے انکار کیا۔ اور مجھے رنج ہوا۔ اس وقت میں نے آسمان کی جانب سر اُٹھا کر دیکھا کہ ایک ابر ہے جس نے مجھ پر سایہ کیا اور پہاڑوں کے فرشتے نے مجھ سے کہا کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول سن لیا۔

وَاَنَا مَلِكُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِیْ اِلَیْكَ لِتَاْمُرَنِیْ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَیْهِمُ الْاَخْشَبَیْنِ (مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۶)

اور میں پہاڑوں کا بادشاہ ہوں۔ مجھے اللہ نے آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ آپ مجھے حکم دیں۔ اگر آپ فرمائیں تو ان پر مدینہ کے ان دونوں پہاڑوں کو ڈھانپ دُوں۔

درختوں پر حکومت

امام ابونعیم حضرت بریدہ سے روایت کرتے ہیں ایک اعرابی آیا اور اسلام لانے کے بعد اس نے عرض کی یارسول اللہ مجھے کوئی نشان دکھایئے تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا تو کیا نشان چاہتا ہے عرض کی اس درخت کو بلایئے۔ حضور نے فرمایا جا تو ہی ان درختوں کو بلا۔ وہ اعرابی درخت کے پاس گیا اور کہا۔

اَجِیْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَالَتْ عَنْ جَوَانِبِهَا وَقَطَعَتْ عُرُوْقَهَا حَتّٰی اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (خصائص ج ۲ ص ۳۵)

کہ تمہیں حضورؐ بلاتے ہیں۔ درخت ہے۔ انہوں نے اپنی جڑیں زمین سے نکالیں۔ پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو یوں سلام عرض کیا۔ السلام علیکم یا رسول اللہ۔

پھر حضورؐ نے درختوں سے فرمایا۔

اِرْجِعِیْ فَرَجَعَتْ فَجَلَسَتْ عَلٰی عُرُوْقِهَا (حوالہ مذکور)

واپس چلے جاؤ، درخت اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔

یہ دیکھ کر اعرابی نے عرض کی:

اِئْذَنْ لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ اُقَبِّلَ رَاْسَكَ وَرِجْلَیْكَ فَفَعَلَ۔

یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے سر اقدس اور پائے مبارک کو بوسہ دوں۔ حضورؐ نے اجازت دی۔ اس نے قدمِ پاک چوم لئے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین کے قدم چومنا جائز ہیں۔ بدعت نہیں ہیں اگر کسی کے قدم چومنا بدعت ہوتا تو حضور علیہ السلام اعرابی کو کبھی اجازت نہ دیتے۔

درختوں کی اطاعت

امام بیہقی و ابونعیم حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر

میں حضور کے ہمراہ تھے۔ ایک اعرابی آیا۔ حضورؐ نے اس کو اسلام کی تلقین کی۔ اعرابی نے کہا آپ کی رسالت پر اور کون گواہ ہے۔ آپ نے فرمایا یہ درخت۔

فَدَعَا هَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فاقبلت تَخُدُّ الارض حَتّٰى جَاءَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَ هَا ثَلَاثًا۔ (خصائص ج ۲ ص ۳۶)

اور اس درخت کو بلایا۔ درخت زمین کو چیرتا ہوا حاضر ہوا۔ اور آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا آپ نے درخت سے تین بار اپنی رسالت کی گواہی دلوائی۔

خوشہ خرما کی اطاعت

امام ترمذی حضرت ابن عباس سے راوی کہ ایک اعرابی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ کہ میں کیسے جانوں کہ آپ نبی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں اس کھجور کے خوشہ کو بلاتا ہوں۔ وہ میری رسالت کی گواہی دے گا۔ پھر آپ نے اسے بلایا۔

ثُمَّ جَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِرْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِيُّ۔ (خصائص ج ۳ ص ۳۷)

وہ درخت سے اترنے لگا۔ یہاں تک کہ حضورؐ کی طرف مائل ہوا۔ پھر حضورؐ نے اسے واپسی کا حکم دیا۔ وہ واپس ہوا۔ اور اعرابی اسلام لے آیا۔

درختوں کا سجدہ

خوشہ خرما والی حدیث جو دوسرے طریق سے مروی ہے اس میں یہ لفظ اور زیادہ ہیں کہ

حَتّٰى سَقَطَ عَلَى الْاَرْضِ وَهُوَ يَسْجُدُ وَيَرْفَعُ۔ (حجۃ اللہ ص ۴۲۲)

وہ درخت زمین کی طرف گرا۔ اور اس نے حضورؐ کو سجدہ بھی کیا۔

درختوں اور پہاڑوں کا سلام عرض کرنا

امام ترمذی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ حضورؐ کسی طرف روانہ ہوئے۔

فَمَا اسْتَقْبَلَهٗ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ وَلَا مَدَرٌ اِلَّا هُوَ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (حجۃ اللہ ص ۴۲۰)

تو جو بھی درخت، پہاڑ اور پتھر سامنے آیا۔ اس نے اس طرح سلام عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔

پتھروں کا عرض سلام

ابو نعیم و بزار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جب اللہ نے محمدؐ کو وحی فرمائی تو۔

لَا اُمَرُّ بِحَجَرٍ وَّلَا شَجَرٍ وَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (حجۃ اللہ ص۴۲۲)	جس پتھر اور درخت کے قریب سے میں گزرتا وہ مجھے اس طرح سلام عرض کرتا۔ السلام علیک یارسول اللہ۔

امام ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ جب درخت حضورؐ کو سلام کرتے تو آپ ان کے سلام کا جواب بھی عطا فرماتے تھے (حجۃ اللہ ص۴۲۴)

درختوں کا طواف

امام احمد طبرانی بیہقی حضرت یعلی بن مرہ ثقفی سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں حضور علیہ السلام نے ایک منزل پر قیام فرمایا۔ اور آپ سو گئے۔

فَجَاءَتْ شَجَرَةٌ تَشُقُّ الْاَرْضَ وَطَافَتْ بِهٖ (حجۃ اللہ ص۴۲۳)	تو درخت زمین کو چیرتے ہوئے آئے اور آپ کے اردگرد طواف کرنے لگے۔

حضور علیہ السلام بیدار ہوئے تو میں نے یہ واقعہ خدمت اقدس میں عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ وہ درخت تھا جس نے خدا سے یہ اجازت مانگی کہ وہ مجھے سلام کرے اسے اجازت ملی یہ طواف کرنا اس کا سلام تھا۔

ناظرین کرام اگر اس قسم کی احادیث جمع کی جائیں تو ایک مستقل کتاب بن جائے۔ بہر حال ان احادیث سے روشن ہو گیا کہ اگر حضرت داؤد علیہ السلام کے پہاڑ تسبیح کے لئے مسخر تھے۔ تو ہمارے حضور اکرمؐ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پہاڑوں کے ساتھ درخت، پتھر، ریت کے ذرے غرضیکہ ساری کائنات مسخر ہے۔

تسخیرِ طیور

تسخیر طیور کے متعلق بھی چند احادیث پڑھ لیجئے۔ اور موازنہ کیجئے کہ حضور سید المرسلین کی کیا شان ہے؟

پرندوں پر حکومت

بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور کسی جنگل میں قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور آپ نے نعلین مبارک اتار دیں۔ پھر ایک نعلین پہن لی۔

فَجَاءَ طَيْرٌ فَاَخَذَ الْخُفَّ الْاٰخَرَ فَحَلَّقَ بِهٖ فِي	ایک پرندہ آیا۔ اور وہ حضور کی نعلین مبارک کو

السَّمَاءِ فَانْسَلَّ مِنْهُ اَسْوَدُ سَالِخٌ۔
(خصائص ج ۲ ص ۶۵)

لے کر اڑا اور اس سے ایک کالا سانپ نکلا۔

چڑیا کی فریاد

بیہقی حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضورؐ کے ہمراہ تھے۔ پھر ہمارا ایک درخت سے گذر ہوا۔ جس میں چڑیا کے بچے تھے۔ ہم نے ان بچوں کو اٹھا لیا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ چڑیا حضورؐ کے اردگرد پھرنے لگی۔ (یعنی فریاد کرنے لگی)

فَقَالَ مَنْ فَجَعَ بِفَرْخَيْهَا قُلْنَا نَحْنُ قَالَ رُدُّوْهَا
(خصائص ج ۲ ص ۶۳)

حضور نے فرمایا کہ اس چڑیا کے بچوں کو کس نے تکلیف پہنچائی۔ ہم نے عرض کی۔ ہم نے فرمایا کہ اس کے بچے واپس کر دو۔

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پہ شترانِ ناشاد گلۂ رنج و عنا کرتے ہیں

کبوتروں نے سایہ کیا

ابن وہب روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔

اِنَّ حَمَامَ الْمَكَّةِ اَظَلَّتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَدَعَا بِالْبَرَكَةِ (شفا)

تو مکہ معظمہ کے کبوتروں نے آپ پر سایہ کیا۔ حضورؐ نے کبوتروں کے لئے دعائے برکت فرمائی۔

حیوانات کا سجدہ

امام احمد و ابو نعیم حضرت ابوہریرہ سے روائیت کرتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام ایک باغ میں داخل ہوئے۔

فَجَاءَ بَعِيْرٌ فَسَجَدَ لَهٗ

اتنے میں ایک اونٹ آیا۔ اور اس نے آپکو سجدہ کیا

امام ابو نعیم حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر و عمر رضوان اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہِ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لائے۔

وَفِي الْحَائِطِ غَنَمٌ فَسَجَدْنَ لَهٗ
(خصائص ج ۲ ص ۵۹)

اس باغ میں بھیڑیں تھیں۔ سب نے آپ کو دیکھ کر آپ کو سجدہ کیا۔

اونٹ کی اطاعت

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن اوفیٰ سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم دربارِ رسالت میں حاضر تھے اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا۔ عرض کی۔ حضورؐ میرا اونٹ بھاگ گیا ہے۔ میرے ہاتھ نہیں آتا۔ حضورؐ علیہ السلام اس شخص کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ صحابہ نے عرض کی۔ سرکار یہ اونٹ بہت شریر ہے اس کے قریب نہ جائیے۔ لیکن جب حضورؐ اس کے قریب ہوئے:

فَلَمَّا رَأَى الْبَعِيرُ سَجَدَ لَهُ

تو اونٹ نے آپکو دیکھ کر سجدہ کیا۔ آپنے اونٹ کے نکیل ڈالدی۔

سرکش اونٹ کی اطاعت

امام ابونعیم حضرت بریدہ سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری اپنے اونٹ کی شکایت لے کر دربارِ نبوت میں حاضر ہوا۔ عرض کی۔ سرکار ہمارا اونٹ پاگل ہو گیا ہے۔ اور ہم میں سے کسی کو یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کے قریب ہوں یا نکیل ڈالیں۔ حضور اس انصاری کے ہمراہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے اور دروازہ کھلوایا۔

فَلَمَّا رَأَى الْجَمَلَ جَاءَ إِلَيْهِ وَسَجَدَ فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِهِ فَخَطَمَهُ
(خصائص ج ۲ ص۵۵)

اونٹ نے حضورؐ کو دیکھتے ہی سجدہ کیا۔ آپ نے اسے سر سے پکڑ کر نکیل ڈالدی۔

شریر اُونٹ کی اطاعت

امام احمد حضرت جابر سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے ہمراہ بنی نجار کے ایک باغ میں داخل ہوئے۔ اس باغ میں ایک اُونٹ تھا۔ جو بھی اس باغ میں داخل ہوتا اسے کاٹتا تھا۔

فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَاهُ فَجَاءَ وَاضِعًا مِشْفَرَهُ فِي الْأَرْضِ حَتّٰى بَرَكَ بَيْنَ يَدَيْهِ۔

جب حضور اس کے قریب گئے تو اونٹ سربسجود حاضر ہوا۔ اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

ناظرین:۔ دیکھئے صحابہ کرام اونٹ کی شکایت حضورؐ سے کر رہے ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرام جانتے ہیں کہ اُونٹ حیوان ہے فہم وادراک کا مالک نہیں ہے صحابہ کے اس فعل سے معلوم ہوا کہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حیوانات حضور کے محکوم ہیں اور جانور بھی اس مقدس رسُول کی عظمت و بزرگی کا احساس رکھتے ہیں۔ اگر یہ نہیں تو دربارِ نبویؐ میں اُونٹ کی شکایت کے کیا معنیٰ ہیں۔

ایک اونٹ کی فریاد

امام ابونعیم وبیہقی حضرت عبداللہ بن جعفر سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے اس باغ میں ایک اونٹ تھا۔

فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَنَّ إِلَيْهِ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ۔ (خصائص ج ۱ ص۵۶)

جب حضور علیہ السلام کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

پھر حضورؐ نے اس اونٹ کے مالک سے فرمایا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اس اُونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے۔

امام ابونعیم وطبرانی حضرت یعلی ابن مرہ سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ باہر تشریف

لائے۔ اتنے میں ایک اونٹ آیا۔ اس نے آپ کو سجدہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اونٹ اپنے مالک کی شکایت کرتا ہے۔

خَدَمَ مَوَالِیَهٗ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً حَتّٰی اِذَا كَبِرَ زَادُوْا عَمَلَهٗ وَنَقَصُوْا فِیْ عَلَفِهٖ حَتّٰی اِذَا كَانَ لَهُمْ عُرْسٌ اَخَذُوا الشِّفَارَ لِیَنْحَرُوْهُ (خصائص ج ۲ ص ۵۷)

اس کی شکایت یہ ہے کہ اس کے مالک نے اس سے چالیس برس تک خدمت لی۔ جب یہ بوڑھا ہوگیا۔ تو اس کے چارے میں کمی اور کام میں زیادتی کر دی۔ آج اس کے مالک کے گھر شادی ہے۔ وہ اسے ذبح کرنا چاہتے تھے کہ یہ میرے پاس فریاد لے کر آگیا۔

پھر آپ نے اُونٹ کے مالک کو بلایا۔ مالک نے اونٹ کی شکایت کی تصدیق کی۔ حضور نے فرمایا کہ اس اُونٹ کو میرے لئے چھوڑ دو۔ یعنی ذبح نہ کرو۔

ہرن کی فریاد

امام ابونعیم حضرت ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کا ایک جنگل سے گزر ہوا۔ ایک ہرنی نے پکارا۔ یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کیا چاہتی ہے۔ ہرنی نے عرض کی۔

اِنَّ لِیْ خِشْفَیْنِ فِیْ هٰذَا الْجَبَلِ فَخَلِّنِیْ حَتّٰی اَذْهَبَ فَاُرْضِعَهُمَا فَاَطْلَقَهَا فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ۔ (خصائص ج ۲ ص ۶۱)

سرکار اس پہاڑی میں میرے دو بچے ہیں مجھے اس شکاری نے گرفتار کر لیا ہے آپ مجھے اپنی ضمانت پر چھوڑ دیجئے۔ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاؤں گی۔ حضورؐ نے اس کو آزاد کر دیا۔ ہرنی بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔

پھر آپ نے ہرن کو بدستور سابق باندھ دیا۔ اتنے میں شکاری جو سو رہا تھا۔ وہ بھی بیدار ہوگیا۔ حضورؐ کو دیکھ کر عرض کرنے لگا کہ آپ کو کوئی حاجت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اس ہرن کو آزاد کر دے۔ اس نے آزاد کر دیا۔ ہرن کلمہ پڑھتا ہوا جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ ؎

میرے کریم نہ آہو کو قید دیکھ سکے
عبث اسیرِ الم انتظار کرتے ہیں

دیکھئے! جانور بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکل کشا دافع البلا سمجھتے ہیں اور آپ کی عزت وعظمت و بزرگی کا انہیں بھی احساس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مشکل پڑتی ہے بلا میں مبتلا ہوتے ہیں تو دربارِ رحمت اللعالمین میں حاضر ہو کر حضورؐ سے دستگیری چاہتے ہیں ؎

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدے کریں
بارک اللہ مرجعِ عالم یہی سرکار ہے

حضورؐ کا اونٹ ذبح کرنیکا منظر

امام ابونعیم و طبرانی حضرت عبداللہ بن قرط سے روایت کرتے ہیں کہ عید اضحیٰ کے دن حضور کی خدمت

میں چند اونٹ ذبح کرنے کے لئے لائے گئے

فَطَفِقَ يَزْدَلِفْنَ بِاَيَّتِهِنَّ يَبْدَاُ

(خصائص ج ۲)

تو ہر ایک اونٹ اچھل کر آپ کے نزدیک ہوتا تھا۔ کہ اسے آپ پہلے ذبح فرمائیں۔

سبحان اللہ! یہ بھی کیا منظر ہوگا کہ دو عالم کے سردار کے دستِ اقدس میں چھری ہوگی اور ہر اونٹ محبوبِ دلنواز کے دستِ ناز سے ذبح ہونے کے لئے اپنا سر خود جھکا رہا ہوگا ؎

ہر ایک کی آرزو ہے کہ پہلے مجھے ذبح فرمائیں
تماشا کر رہے ہیں مرنیوالے عیدِ قرباں میں

قصۂ حمار

ابن عساکر ابن منظور سے روایت کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو حضور علیہ السلام سے ایک سیاہ رنگ کے گدھے نے کلام کیا۔ آپ نے فرمایا تیرا نام کیا ہے۔ گدھے نے عرض کی میرا نام یزید ابن شہاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے پیدا فرمائے۔ سب انبیاء کرام کے مرکب بنے۔ اب چونکہ میرے دادا کی نسل سے میں ہی باقی ہوں اور آپ کے بعد بھی اب کوئی نبی نہیں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ سرکار مجھ پر سواری فرمائیں۔ اس سے قبل میں ایک یہودی کے پاس تھا۔ جب وہ مجھ پر سوار ہوتا تو میں اس کو قصداً گرا دیتا۔ وہ مجھے بھوکا رکھتا اور چابک مارتا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اب تیرا نام یعفور ہے۔

فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ بِهٖ اِلٰى بَابِ الرَّجُلِ فَيَاْتِي الْبَابَ فَيَقْرَعُهٗ بِرَاْسِهٖ فَاِذَا خَرَجَ اِلَيْهِ صَاحِبُ الدَّارِ اَوْمٰى اِلَيْهِ بِرَاْسِهٖ اَنْ اَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (خصائص ج ۲ ص ۳۳)

حضورؐ کو جب کسی شخص کو بلانا منظور ہوتا تو اس گدھے کو بھیجتے۔ یہ جاتا اور اپنے سر سے دروازہ کھٹکھٹاتا جب وہ آدمی باہر نکلتا۔ تو اشارے سے سمجھاتا۔ کہ تجھے سرکار یاد فرما رہے ہیں۔

چنانچہ حضورؐ کے وصال کے بعد اس گدھے نے آپ کے غم میں بنی ہاشم کے کنوئیں میں گر کر جان دے دی۔

گوہ کا کلمہ پڑھنا

امام ابو نعیم و بیہقی حضرت عمر رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور محفلِ صحابہ میں تشریف فرما تھے۔ ایک اعرابی گوہ کا شکار کر کے لایا۔ اور عرض کرنے لگا۔ مجھے لات و عزیٰ کی قسم میں آپ پر ایمان نہ لاؤں گا۔ جب تک یہ گوہ آپ سے کلام نہ کرے۔

حضور نے گوہ سے فرمایا۔ تو کسے پوجتی ہے گوہ نے بزبانِ فصیح کہا۔ اس کو جس کا آسمان پر عرش ہے۔ زمین پر حکومت ہے۔ سمندر میں راستے ہیں۔ جنت میں رحمت اور دوزخ میں عذاب ہے۔

حضور نے فرمایا میں کون ہوں۔ گوہ نے عرض کی۔

اَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

آپ رب العٰلمین کے آخری رسول ہیں جس نے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ وَقَدْ خَابَ مَنْ كَذَّبَكَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِيُّ (خصائص ج ۲ ص ۶۵)

آپ کی تصدیق کی۔ اس نے فلاح پائی۔ جس نے آپ کو جھٹلایا۔ وہ خسارے میں رہا۔ چنانچہ اعرابی ایمان لے آیا۔

بھیڑیوں کا قاصد خدمت نبوی میں

امام بیہقی حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بھیڑیا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے بیٹھ کر اپنی دُم ہلانے لگا۔ حضور نے صحابہ سے فرمایا۔

هٰذَا وَافِدُ الذِّئَابِ جَاءَ اِلَيْكُمْ اَنْ تَجْعَلُوْا مِنْ اَمْوَالِكُمْ شَيْئًا۔

(خصائص ج ۲ ص ۶۳)

یہ بھیڑیوں کا قاصد ہے اس لئے آیا ہے کہ تم اپنے اموال سے ان کا حصّہ مقرر کردو۔

امام ابونعیم عبداللہ بن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ ہم دربار رسالت میں حاضر تھے۔ ناگاہ ایک بھیڑیا آیا۔ اور حضور کے سامنے بیٹھ گیا۔ حضور نے فرمایا۔ یہ بھیڑیوں کا قاصد ہے۔ اگر تم پسند کرو۔ تو اپنے اموال سے ان کا حصّہ مقرر کردو تاکہ پھر یہ کسی دوسرے جانور کا شکار نہ کریں۔ اور اگر تم چاہو تو یونہی رہنے دو۔ جس پر ان کا قابو چلے وہی ان جنگلی درندوں کا رزق ہوجائے۔ صحابہ نے عرض کی۔

مَا نَطِيْبُ اَنْفُسَنَا بِشَيْءٍ فَاَوْمٰى بِاَصَابِعِهٖ الثَّلَاثِ فَوَلّٰى۔ (خصائص ج ۲ ص ۶۳)

حضور ہمارا دل یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے ہاتھ سے جنگلی درندوں لئے حصّہ مقرر کیا جائے۔ چنانچہ حضور نے تین انگلیوں سے بھیڑیئے کو اشارہ کیا۔ وہ چلا گیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر حضور علیہ السلام گائے، بھینس، بکری وغیرہ میں سے جنگلی درندوں کا حصّہ مقرر فرما دیتے۔ تو آج شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے۔ مگر صحابہ نے یہ پسند نہ کیا کہ اپنے ہاتھ سے ان درندوں کا حصّہ مقرر کردیا جائے۔ اس لئے حضور نے جنگلی درندوں کو اجازت دے دی کہ جس پر تمہارا قابو چلے شکار کرلو۔

حضور عالم غیب ہیں

امام احمد و ابن سعد و بزار و حاکم و بیہقی و ابونعیم، یہ تمام جلیل القدر محدثین حضرت ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ ایک بھیڑیا آیا۔ اور بکری لے گیا۔ چرواہے نے بھیڑیئے سے بکری چھڑالی۔ بھیڑیئے نے کہا خدا نے مجھے رزق دیا اور تو نے مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے کہا۔ عجیب بات ہے کہ حیوان کلام کر رہا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا عجیب بات تو یہ ہے کہ؛

رَسُوْلُ اللّٰهِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُحَدِّثُ النَّاسَ بِاَنْبَاءِ مَا سَبَقَ (وفی روایۃ) يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ۔

ان دو پہاڑوں کے درمیان ایک رسول پیدا ہوئے ہیں۔ جو زمانہ آئندہ و گزشتہ کی خبریں سناتے ہیں۔

بھیڑیئے کی یہ گفتگو سن کر چرواہا جو یہودی تھا دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا اور یہ واقعہ حضور اقدس ؐ میں بیان کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ صَدَقَ ۔ (خصائص ج ۲ ص ۶۱)

بھیڑیئے نے سچ کہا۔ بھیڑیئے نے سچ کہا ہے۔

اِس حدیث سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کو عَالِمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کہنا شرک نہیں ہے۔ اگر شرک ہوتا تو حضور بھیڑیئے کے قول کی تصدیق نہ فرماتے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حیوانات بھی حضور علیہ السلام عَالِمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ مانتے ہیں۔ مگر چند افراد جو حیوانات سے بھی بدتر ہیں وہ آپ ؐ کے اس وصفِ خاص میں کلام کرتے ہیں ؎

بلا ریب ہر غیب کے ہیں وہ عالم
مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

حضور ؐ کے غلاموں کی شیروں پر حکومت

امام ابو نعیم و بیہقی حضرت سفینہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ میں کشتی میں سوار ہوا کشتی ٹوٹ گئی اور میں ایک تختہ پر بہتا ہوا ایک جزیرہ میں پہنچا اور میرا شیر سے سامنا ہوا میں نے شیر کو دیکھا تو اس سے کہا

يَا اَبَا الْحَارِثُ اَنَا سَفِيْنَةُ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اے ابو الحارث میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

(خصائص ج ۲ ص ۶۵)

حضرت سفینہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر شیر دُم ہلانے لگا۔ پھر میرے ساتھ چلا اور مجھے مکہ کے راستہ پر کھڑا کر دیا۔ جب میں روانہ ہوا تو شیر گرجنے لگا۔ گویا مجھے الوداع کر رہا تھا۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں یہ ہے کہ حضرت سفینہ اسلامی لشکر سے بچھڑ گئے۔ اور کفار نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ جس وقت آپ جیل سے بھاگے تو راستہ میں شیر مل گیا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت سفینہ کا دو مرتبہ شیر سے سامنا ہوا ہو۔ اور آپ دونوں مرتبہ یہ کہہ کر چھوٹ گئے ہوں کہ میں سیّد المرسلین ؐ کا غلام ہوں۔ بہر حال یہ تو ظاہر ہی ہے کہ حضور ؐ تو حضور ؐ ہیں۔ آپ ؐ کے غلام بھی شیروں پر حکومت کرتے ہیں ؎

ان کو شیروں پہ شرف حاصل ہوا
جو بنا ادنیٰ سگ کوئے حبیب

حضرت سفینہ کی وجہ تسمیہ

اب چونکہ حضرت سفینہ کا ذکر آ گیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نام کی وجہ تسمیہ بیان ہو جائے۔ حضرت سفینہ حضور ؐ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ سفینہ عربی میں کشتی کو کہتے ہیں۔ صحابہ کرام نے خود ان سے ان کے نام کی وجہ تسمیہ پوچھی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ایک سفر میں ہم حضور ؐ کے ہمراہ تھے۔

صحابہ کرام کے ساتھ سامان زیادہ تھا۔ انہوں نے اپنا سارا سامان میری چادر میں باندھ کر میرے سر پر رکھ دیا۔ صحابہ کی اس حرکت کو دیکھ کر حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔

اِحْمِلْ فَاِنَّمَا اَنْتَ سَفِیْنَۃٌ فَلَوْ حَمَلْتُ مِنْ یَّوْمَئِذٍ وَقْرَ بَعِیْرًا وَّبَعِیْرَیْنِ اَوْ ثَلَاثَۃً اَوْ اَرْبَعَۃً اَوْ خَمْسَۃً اَوْ سِتَّۃً اَوْ سَبْعَۃً مَاثَقُلَ عَلَیَّ
(حجۃ اللہ ص ۳۶۴)

اٹھالو اس لئے کہ تم سفینہ (کشتی) ہو۔ حضرت سفینہ فرماتے ہیں کہ حضور کے ان کلماتِ مبارکہ کا یہ اثر ہوا کہ اس دن سے میں ایک دو تین چار پانچ چھ یہاں تک کہ سات اونٹوں کا بوجھ اٹھا لیتا ہوں۔ مگر کسی قسم کی گرانی محسوس نہیں کرتا۔

ناظرین! تسخیر حیوانات کی کثیر احادیث نقل کی جا سکتی ہیں۔ مگر اختصار ملحوظ ہے۔ تاہم ان احادیث سے روشن ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے پرند مسخر تھے تو ہمارے حضور علیہ السلام کیلئے تمام حیوانات مسخر و منقاد ہیں ؎

میرے مولیٰ کی ہے بس شانِ عظیم جانور بھی کریں جس کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تعظیم، پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

تلیّن حدید

تلیّن حدید حضرت داؤد علیہ السلام کا تیسرا معجزہ ہے۔ آپ کے مبارک ہاتھوں میں یہ تاثیر تھی کہ لوہا نرم ہو جاتا تھا۔ قرآنِ حکیم میں اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَ اَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ

ہم نے داؤد کے لئے لوہا نرم کر دیا

یہ ظاہر ہے کہ لوہا پگھلا کر بھی نرم ہو سکتا ہے۔ مگر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسی چیزیں نرم ہو گئیں جو پگھلا کر بھی نرم نہ ہو سکیں

امام ابو نعیم دلائل النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ یوم اُحد مشرکین سے پوشیدگی کے لئے حضور ؐ نے اپنا سر مبارک ایک پہاڑ کی جانب مائل فرمایا تاکہ آپ پہاڑ میں چھپ جائیں۔

فَلَیَّنَ اللہُ الْجِبَالَ حَتّٰی یُدْخِلَ رَاْسَہٗ
(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۵)

اللہ نے پہاڑ کو نرم کر دیا اور آپ ؐ نے اپنا سر مبارک پہاڑ میں چھپا لیا۔

اسی طرح مکہ معظمہ میں ایک پتھر ہے جس پر نماز میں حضور علیہ السلام نے استراحت فرمائی

لَانَ الْحَجَرُ حَتّٰی بَدَا عَیْبِہٖ وَ

پتھر نرم ہو گیا اور اس پتھر پر حضور کی کہنیوں اور

سَاعِدَیْہِ (حوالہ مذکور) بازوؤں کے نشان آ گئے

دیکھئے وہاں لوہا نرم ہے۔ یہاں پتھر نرم ہے اور پتھر کا نرم ہو جانا۔ لوہے کے نرم ہو جانے سے بدرجہا افضل و اقویٰ ہے۔ کیونکہ لوہا پگھلا کر نرم ہو سکتا ہے۔ مگر پتھر کے نرم ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ جس کے مقدس جسم میں پتھر کو نرم کر دینے کی تاثیر ہے۔ اس کے لئے لوہے کو نرم کر دینا کیا مشکل ہے ؎

خدا نے اس قدر اونچا کیا درجہ محمدؐ کا
نہ پہچانا کسی نے آج تک رتبہ محمدؐ کا

پتھر پر نشانِ قدم

امام بیہقی حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب پتھر پر ننگے پاؤں چلتے تو

غَاصَتْ قَدَمَاہُ

پتھر پر پائے مبارک کا نشان آجاتا ؎

نہ میرے دل میں جگر میں نہ دیدہ تر میں
کرم کرے وہ نشانِ قدم تو پتھر میں

سلف صالحین اور نشانِ قدم

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں کہ بعض اوقات جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برہنہ پا پتھر پر چلتے تو پتھر نرم ہو جاتا۔ اور نشانِ قدم پتھر پر آجاتا اور ایسے پتھر جن پر قدم نبوی کے نشان ہیں۔ بیت المقدس اور مصر کے کئی مقامات پر پائے جاتے ہیں۔

وَالنَّاسُ تَتَبَرَّكُ بِہٖ وَتَزُوْرُہٗ وَتُعَظِّمَہٗ (حجۃ اللہ ص ۵۳۴)

اور لوگ اس پتھر کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور اس کو متبرک سمجھتے ہیں۔

شاہی مسجد لاہور کے تبرکات میں بھی ایک پتھر ہے۔ جس پر حضورؐ کا نشانِ قدم موجود ہے اور میں نے خود بھی اس کی زیارت کی ہے۔ جمعہ کے دن ان تمام تبرکات کی زیارت کرائی جاتی ہے دہلی کے جس محلہ میں یہ مبارک پتھر ہے۔ اس محلہ کا نام ہی "محلہ قدم شریف" ہو گیا ہے۔

سلطان قاقیبائی کی وصیت

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں۔ سلطان قاقیبائی نے بیس ہزار ۲۰۰۰۰ درہم سے ایک ایسا پتھر خرید رکھا تھا جس پر کہ نشانِ قدم مبارک تھا

وَاَوْصٰی بِجَعْلِہٖ عِنْدَ قَبْرِہٖ وَھُوَ الْاٰنَ مَوْجُوْدٌ۔

انہوں نے وصیت کی تھی کہ یہ مبارک پتھر میری قبر پر نصب کیا جائے۔ چنانچہ یہ پتھر ان کی قبر پر اب بھی موجود ہے ؎۔

ہائے اس پتھر سے اس سینہ کی قسمت پھوٹیے
بے تکلف جس کے دل میں یوں کریں ایڑیاں

علامہ شہاب الدین خفاجی کی اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلف صالحین و شاہان اسلام حضور علیہ السلام

کے نشانِ قدم کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور اس کو متبرک سمجھتے تھے بلکہ اس پتھر کو ذریعۂ نجات جانتے تھے۔ ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین و اولیائے کرام و مشائخ عظام کی ہر چیز کی تعظیم کرنا۔ اسے متبرک سمجھنا۔ اس کی زیارت کرنا، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ سلف صالحین و شاہانِ اسلام کا طریقہ ہے۔ وہابی حضرات ان کی تعظیم کو بدعت و شرک کہتے ہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے تو کیا سلف صالحین و شاہانِ اسلام بدعتی و مشرک تھے؟

بادشاہت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا فرمائی

رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَهَبۡ لِیۡ مُلۡكًا لَّا يَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ (قرآن حکیم)	اے رب میری مغفرت فرما اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ اللہ عزّوجل نے حضرت سلیمانؑ کی اس دعا کو قبول فرما کر ان کو روئے زمین کی بادشاہت عطا فرمائی اور وہ صرف دنیا پر حکمران ہوئے مگر سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو دنیا و آخرت دونوں کی حکومت و سلطنت عطا فرمائی گئی۔ یعنی حضرت سلیمان فرش کے حاکم تھے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرش و فرش دونوں کے حاکم ہیں ؎

اللہ اللہ شہِ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

امام ابو نعیم حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور علیہ السلام پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک سپید ابر نے آپؐ کو ڈھانپ لیا اور میرے سامنے سے غائب ہو گئے۔ پھر وہ پردہ ہٹا تو کیا دیکھتی ہوں کہ سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا آپؐ کی مٹھی میں ہے۔ اور کوئی منادی پکار رہا ہے۔

بخ بخ قَبَضَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ عَلَى الدُّنۡيَا كُلِّهَا لَمۡ يَبۡقَ خَلۡقٌ مِّنۡ اَهۡلِهَا اِلَّا دَخَلَ فِیۡ قَبۡضَتِهٖ	واہ واہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا پر قبضہ کر لیا زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو حضور کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔

حدیث بالا پر غور کیجئے۔ منادی پکارتا ہے کہ زمین و آسمان کی مخلوق پر حضورؐ نے قبضہ کر لیا مخلوق زمین و آسمان کی اگر تفصیل کی جائے تو عمر ختم ہو جائے اور صرف زمین کی مخلوق گنتی و شمار میں نہ آئے۔ اجمالی طور پر یہ سمجھ لیجئے کہ زمین کی مخلوق حیوانات، جمادات و حوش و طیور جن و انسان ہیں اور ان سب پر حضورؐ کی حکومت و سلطنت ہے۔

اور آسمان کی مخلوق فرشتے وغیرہ ہیں۔ فرشتے بھی حضورؐ کے امتی اور آپؐ کے غلام ہیں اور ملائکہ بھی حضورؐ کے محکوم ہیں۔ عام فرشتوں کو چھوڑیئے۔ ملکوتیوں کے شہنشاہ جبریل امینؑ کو دیکھئے کہ شبِ معراج قدم پاک مصطفٰے علیہ السلام پر اپنی نوری پیشانی رکھ کر آپؐ کو بیدار کر رہے ہیں ؎

تاجِ روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں ایسا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

ساری دنیا پر حضورؐ کا قبضہ

امام احمد و ابن حبان و ضیائی و ابو نعیم بسند صحیح حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

اُتِيتُ مَفَاتِيحَ الدُّنْيَا عَلٰى فَرَسٍ اَبْلَقَ جَاءَنِي بِهَا جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ مِنْ سُنْدُسٍ (جواہر البیان ج ۱ ص ۳۹۶)

مجھے دنیا کی کنجیاں دی گئیں۔ ابلق گھوڑے پر میری خدمت میں لائے گئے۔ ان پر خوبصورت زین پوش بانقش و نگار پڑا تھا۔

دنیا ماسوی اللہ کو کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کے سوا جتنی اشیاء ہیں۔ وہ سب دنیا ہے۔ مثلاً جنت دوزخ، لوح و قلم، انسان، فرشتہ، جن۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کی کنجیاں، دوزخ کی کنجیاں زمین و آسمان کے خزائن کی کنجیاں، غرضکہ ساری کائنات حضور علیہ السلام کے دستِ تقدس میں ہے اور ساری دنیا پر حضورؐ کا قبضہ ہے ؎

شہنشاہِ زمانہ با ہزاراں کرّ و فر آئے
کیا دنیا پہ قبضہ ملک میں سب خشک و تر آئے

زمین پر حضورؐ کی حکومت

حجۃ اللہ علی العالمین میں ہے کہ جب حضورؐ نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی اور غارِ ثور میں قیام فرمایا۔ تو سراقہ نے آپؐ کا تعاقب کیا اور غار کے قریب پہنچ کر کہنے لگا کہ اب آپؐ کو کون بچائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ جبار و قہار وہی میری حفاظت کرے گا۔ اتنے میں جبریلؑ حاضر ہوئے عرض کی اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم نے زمین کو آپؐ کا مطیع کر دیا۔ آپؐ جو چاہیں زمین کو حکم دیجئے۔ زمین آپؐ کے حکم کی تابعداری کرے گی۔

فَقَالَ يَا اَرْضُ خُذِيْهِ فَاَخَذَتْ اَرْجُلَ جَوَادِهٖ اِلَى الرُّكْبَةِ۔

اے زمین پکڑ لے زمین نے سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں پکڑ لئے اور گھٹنوں تک دھنس گیا۔

جب سراقہ زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے ایڑ لگائی۔ مگر گھوڑے نے حرکت نہ کی۔ آخر مجبور ہو کر عرض کرنے لگا۔ حضورؐ مجھے امان دیجئے اور اس مصیبت سے چھڑائیے۔ میں واپس چلا جاؤں گا اور کسی کو آپ کے قیام غار کی خبر نہ دوں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

يَا اَرْضُ اَطْلِقِيْهِ فَاَطْلَقَتْ جَوَادَهٗ (حجۃ اللہ ص ۵۸۵)

اے زمین چھوڑ دے۔ زمین نے سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دیئے۔

زمین کے خزائن پر حضور کا قبضہ

امام بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ سے راوی۔ حضور نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا۔

اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ	زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے
فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ (بخاری جلد اوّل)	ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔

سبحان اللہ! سرورِ انبیاء حبیبِ کبریا محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کو ساری کائنات کی حکومت و سلطنت عطا فرمائی گئی ہے ؎

وہی نورِ حق، وہ ظلِ رب ہے، انہیں کا سب ہے انہیں سب ہے
نہیں ان کی مِلک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

ملائکہ پر حکومت

اگر حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کے بادشاہ ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور فرشتوں دونوں کے شہنشاہ ہیں۔ ان کی حکومت صرف جنات پر ہے اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت جن اور فرشتوں دونوں پر ہے۔ اس کے ثبوت میں اب ہم چند احادیث نقل کرتے ہیں

جبریل و میکائیل حضور کے وزراء ہیں

بزار و طبرانی حضرت ابن عباس سے راوی کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے چار وزیروں سے میری مدد فرمائی

اِثْنَانِ مِنْ اَھْلِ السَّمَاءِ جِبْرِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ	دو وزیر آسمانوں میں جبریل و میکائیل اور
وَاِثْنَانِ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ (جواہر ج ۱ ص ۲۹۶)	دو وزیر زمین میں یعنی ابو بکر و عمر رضوان اللہ تعالٰی عنہم

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جبریل و میکائیل آسمانوں میں حضور علیہ السلام کے وزیر ہیں اور یہ امر بدیہی ہے کہ وزیر بادشاہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ تو جب ملائکہ کا شہنشاہ جبریل حضور علیہ السلام کا محکوم ہے تو عام فرشتے کیوں نہ آپ کے تابع فرمان ہوں گے ؎

افلاک سے اونچا ہے ایوان محمد کا
جبریل معظم ہے دربان محمد کا

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور زمین و آسمان کے حاکم ہیں اور زمین و آسمان کی سلطنت عظمٰی کے دو صوبے ہیں۔ قانونِ سلطنت یہ ہی ہے کہ ہر صوبہ کا وزیر علیحدہ ہوتا ہے اسی لئے حضور علیہ السلام نے خطہ زمین کی وزارت حضرت صدیقِ اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عطا فرمائی اور خطہ

سمٰوات کی وزارت حضرت جبریل و میکائیل کو دی گئی ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حضرت جبریل حضورؐ کی خدمت کیلئے پیدا کئے گئے

حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وَسَیِّدُنَا جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّمَا خُلِقَ لِخِدْمَتِہِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔

(جواہر ج ا صـ ۲۵۴)

غوث کبیر سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی توثیق احادیث سے بھی ہوتی ہے چنانچہ معرکہ بدر کی مندرجہ ذیل حدیثوں پر غور کیجئے۔

معرکہ بدر

امام بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ بدر کی لڑائی میں حضورؐ نے فرمایا

هٰذَا جِبْرِیْلُ اٰخَذَ بِرَاسِ فَرَسِہٖ عَلَیْهِ اِدَاوَۃُ الْحَرْبِ۔ (خصائص ج ا صـ ۲۰۰)

یہ جبرائیل ہیں اپنے گھوڑے کی لگامیں پکڑے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ جنگ کا پورا سامان ہے

ابویعلیٰ وحاکم وبیہقی۔ علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں تین مرتبہ سخت آندھی آئی۔ ایسی آندھی میں نے کبھی نہ دیکھی۔

پہلی آندھی جبریل تھے۔ جو ایک لاکھ ملائکہ کے ہمراہ آئے اور حضورؐ کے ساتھ کھڑے ہوگئے دوسری آندھی میکائیل تھے جو ایک ہزار ملائکہ کی فوج کے ساتھ آئے اور حضورؐ کے بائیں طرف کھڑے ہوگئے اور تیسری آندھی۔

اِسْرَافِیْلُ نَزَلَ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ عَنْ مَیْسَرَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (خصائص ج ا صـ ۲۰۱)

اسرافیل تھے جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آئے اور حضور کے میسرہ بنے۔

امام بیہقی ربیع سے راوی۔ حضرت انس نے فرمایا۔ جنگِ بدر میں جن کافروں کو ملائکہ نے قتل کیا۔ ان کو ہم اس طرح جانتے ہیں۔

مِمَّنْ قَتَلُوْهُمْ بِضَرْبٍ فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَعَلَی الْبَنَانِ مِثْلَ سِمَةِ النَّارِ قَدْ اُحْرِقَ بِہٖ (خصائص ج ا صـ ۲۰۱)

جن کو فرشتے قتل کرتے تھے۔ ان کی گردنوں کے اوپر اور جوڑوں پر آگ کے جلے ہوئے کا نشان ہوتا تھا۔

امام بیہقی قدیشی سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں جب ہم کسی کافر پر تلوار اٹھاتے تو وہ ہماری تلوار کے لگنے سے پہلے اس کا سر زمین پر آپڑتا۔

فَعَرَفْتُ اَنَّ غَيْرِیْ قَدْ قَتَلَهٗ (خصائص ج ۱ ص ۲۰۱)

تو اسے ہم نے یہ سمجھا کہ ملائکہ ان کو قتل کر دیتے تھے۔

ناظرین! دیکھئے معرکۂ بدر میں جبریل و میکائیل اور ملائکہ حاضر ہیں اور حضور علیہ السلام کی کمان میں مصروفِ جنگ ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ بدر کے معرکہ میں فوج کا سپہ سالار کون تھا وہ ذاتِ نبوی تھی جن کی قیادت اور ماتحتی میں معصوم ملائکہ جہاد کر رہے تھے۔ معلوم ہوا۔ کہ جبرائیل و میکائیل حضورؐ کے وزیر ہیں اور فرشتے آپ کی فوج کے سپاہی ہیں ؎

جن و ملک ہیں ان کے سپاہی
رب کی خدائی میں ان کی شاہی

ہاں ہاں جبریل ہی نہیں۔ بلکہ تمام ملائکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ابن سعد حضرت عطیہ بن قیس سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کی لڑائی ختم ہوئی تو حضرت جبریل ہتھیاروں سے مرصع ایک سُرخ گھوڑے پر سوار ہو کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ اِلَيْكَ وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اُفَارِقَكَ حَتّٰی تَرْضٰی هَلْ رَضِيْتَ قَالَ نَعَمْ رَضِيْتُ فَانْصَرَفَ (خصائص ج ۱ ص ۲۰۳)

یا رسول اللہؐ مجھے اللہ نے آپؐ کی خدمت میں بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ میں آپؐ سے اس وقت تک نہ جدا ہوں جب تک کہ آپؐ مجھ سے راضی نہ ہو جائیں تو کیا سرکار مجھ سے راضی ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا میں راضی ہوں۔ جبریل واپس چلے گئے ؎

مکان عرش ان کا فلک فرش ان کا
ملک خادمانِ سرائے محمدؐ

حضرت سلیمانؑ اور حضورؐ کی بادشاہت میں فرق

۱۔ پہلا فرق

قرآن حکیم میں اللہ عزّ و جل ارشاد فرماتا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝

برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تاکہ سارے جہانوں کو ڈرانے والا ہو۔

امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً (بخاری)

میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔

مفسرین نے فرمایا کہ "العالمین" میں تمام انبیاء کرام۔ فرشتے۔ جن۔ انسان۔ جمادات۔ نباتات اور حیوانات سب داخل ہیں اور حضور علیہ السلام ان سب کے نبی و رسول ہیں۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحؒ نے مدارج النبوت میں فرمایا:

"ہر کہ اللہ تعالیٰ پروردگار اوست محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اوست

کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ رب ہے محمد مصطفےٰؐ اسی کے رسول ہیں

اور جب حضور ساری کائنات کے لئے ہادی و مرسل ہیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام بھی حضور کے امتی ہوئے اور حضور ان کے بھی نبی۔ اسی لئے حضور کو نبی الانبیاء کہا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ محمد مصطفےٰ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء ایسے شہنشاہ اور ایسے نبی و رسول ہیں کہ جن کے ایک امتی (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام) کی ساری دنیا پر حکومت ہے اور موکلان شمس پر حکم جاری ہے ؎

تو ہے وہ بادشاہ کون و مکاں کہ ملک ہفت فلک کے آن　　تیرے مولیٰ سے شہ عرش ایوان تیری دولت کی دعا کرتے ہیں

۲۔ دوسرا فرق

اسی مذکورہ بالا تشریح سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سارے جنوں اور انسانوں کے بادشاہ تو تھے۔ مگر سب کے نبی نہ تھے۔ کیونکہ ان کی نبوت ایک خاص قوم کے لئے تھی مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شہنشاہ ہیں جو سارے انسانوں اور جنوں کے بھی بادشاہ ہیں اور ساری کائنات کے لئے نبی و رسول بھی ہیں ؎

سارے اونچوں سے اونچا سمجھے جسے　　ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

۳۔ تیسرا فرق

یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جس کسی کو جو بھی دولت و نعمت ملی۔ ملتی ہے یا ملیگی سب کے بانٹنے اور تقسیم کرنے والے حضور علیہ السلام ہی ہیں چنانچہ ارشاد ہے:۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ یُعْطِیْ (بخاری) دیتا خدا ہے مگر تقسیم میں کرتا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ سلطنت و حکومت دینے والا خدا ہے مگر تقسیم فرمانے والے محمد مصطفےٰ ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شہنشاہ ہیں کہ جنہوں نے دولتوں، نعمتوں کو تقسیم فرما کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو شہنشاہ بنا دیا ؎

لاورب العرش جس کو جو ان سے ملا　　بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

۴۔ چوتھا فرق

یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت، سلطنت، نبوت محدود ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت سلطنت، نبوت، رسالت، اقتدار و قدرت عام ہے۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام صرف دنیا کے بادشاہ ہیں اور حبیب خدا محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء دنیا و آخرت دونوں کے شہنشاہ ہیں اور آخرت کے تمام امور کی باگ ڈور حضور ہی کے دست تقدس میں ہے ؎

فقط اتنا سبب ہے، انعقاد بزم محشر کا　　کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

چنانچہ جب حشر برپا ہوگا تو اس دن سب سے پہلے حضور ہی اپنی قبر سے باہر تشریف لائیں گے۔ آپ کو جنتی لباس پہنایا جائے گا اور سراپا ملائکہ کے نوری جلوس کے ہمراہ حضور میدان محشر میں جلوہ فرما

ہوں گے۔ اور عرش کے دہنی جانب قیام کریں گے۔

لَیسَ اَحَدٌ مِنَ الخَلَائِقِ اَنْ یَقُوْمَ ذَالِكَ المَقَامِ۔

یہ وہ مقام ہوگا۔ جہاں کسی دوسرے کو کھڑا ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی

پل صراط

ہاں ہاں وہ حضور ہی ہیں جو سب سے پہلے پل صراط کو عبور فرمادیں گے۔ اور جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گزرنے کا وقت ہوگا تو ایک منادی پکارے گا کہ

یَا اَیُّهَا النَّاسُ غُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ وَنَکِّسُوْا رُءُوْسَکُمْ۔

اے لوگو! اپنی آنکھیں بند کرلو اور اپنے سر نیچے کرلو۔

کیونکہ فاطمہ جو جنتی بی بیوں کی سردار ہیں۔ جو بنت محمد رسول اللہ ہیں وہ جنت کو تشریف لے جارہی ہیں۔

جنت کا دروازہ

وہ حضور ہی ہیں جو سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور داروغہ جنت عرض کرے گا۔

بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ۔

مجھے حضور ہی کے لئے حکم تھا۔ کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

جنت و دوزخ کی کنجیاں

وہ حضور ہی ہیں جن کے لئے عرصات محشر میں جب کہ اولین و آخرین کا مجمع ہوگا عرش کے دائیں بائیں نور کے دو منبر بچھائے جائیں گے اور دوزخ و جنت کے خازن جنت و دوزخ کی کنجیاں حضور کے سپرد کردیں گے اور عزت و کرامت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہوں گی۔

اعزاز و عزت

وہ حضور ہی ہیں جن کی ایک ممتاز حیثیت ہوگی۔ تمام انبیاء کرام حشر کے میدان میں چار پاؤں پر سوار ہو کر آئیں گے اور

اَلْبَعْثُ عَلَے الْبُرَاقِ۔

حضور براق پر جلوہ فرما ہوں گے۔

اور رضوان جنت صرف حضور ہی کی تعظیم کے لئے قیام کرے گا اور عرض کرے گا۔

لَا اَفْتَحُ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ وَلَا اَقُوْمُ لِاَحَدٍ بَعْدَكَ۔

حضور سے پہلے نہ کسی کے لئے جنت کا دروازہ کھولوں اور آپکے بعد کسی کے لئے قیام کروں۔

حضور کا تخت

وہ حضور ہی ہیں کہ عرصات محشر میں جن کا تخت سب کے تختوں سے اونچا ہوگا۔

ھُوَ وَاُمَّتُہٗ عَلٰے کَوْمٍ فَوْقَ النَّاسِ

حضور اور آپ کی امت روز قیامت سب سے اونچے مقام پر ہوگی۔

اور ہر نبی کے لئے ایک نور کا منبر ہوگا اور حضور علیہ السلام کیلئے سب سے زیادہ بلند نورانی منبر ہوگا۔

جس پر حضور تشریف فرما ہوں گے۔

دیدارِ باری تعالیٰ

وہ حضور ہی ہیں جو سب سے پہلے دیدارِ باری تعالیٰ سے مشرف ہوں گے جب آپ منبر سے اتر کر جنت میں تشریف لے جائیں گے تو رب تعالیٰ تجلی فرمائے گا

وَلَمْ يَتَجَلَّى لِشَيْءٍ قَبْلَهٗ

اور یہ تجلی حضور سے پہلے کسی کے لئے نہ ہوگی

دخولِ جنت

وہ حضور ہی ہیں جو سب سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گے۔

اَلْجَنَّةُ حَرَامٌ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ حَتّٰى اَدْخُلَهَا وَحُرِّمَتْ عَلَى الْاُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا۔

اور حضور سے پہلے انبیاء کو اور حضور کی امت سے پہلے اور امتوں کو جنت میں داخلہ حرام ہوگا۔

شفاعتِ کبریٰ

وہ حضور ہی ہیں جن کے سر پر شفاعتِ کبریٰ کا تاج ہوگا اور سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی شفاعت فرمائیں گے۔ آدم سے لیکر مسیح کلمۃ اللہ تک سب کو اپنے اپنے نفس کی پڑی ہوگی۔ اور کوئی نبی حضور سے پہلے شفاعت نہ کرے گا۔ جب لوگ انبیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کریں گے تو سارے انبیاء کرام حضور کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کریں گے اور فرمائیں گے۔

اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ

کسی اور کے پاس جاؤ

کہیں گے اور نبی اذہبوا الی غیری
میرے کریم کے لب پر انا لہا ہوگا

آخر لوگ تھکے ہارے مصیبت کے مارے چاروں طرف سے امیدیں توڑے بارگاہِ عرش جاہ بیکس پناہ خاتم دورہ رسالت، فاتح بابِ شفاعت، محبوب باوجاہت مطلوب بلند عزت ملجاء عاجزاں، ماوائے بیکساں۔ مولائے دوجہاں۔ حضور پرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے۔ اور اپنی مصیبت بیان کریں گے۔ حضور علیہ السلام فرمائیں گے!

اَنَا لَهَا اَنَا صَاحِبُكُمْ

ہاں میں شفاعت کیلئے ہوں۔ میں تمہارا صاحب ہوں۔

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
کشتگانِ گرمئ محشر کو وہ جانِ مسیح
آج دامن کی ہوا دے کر جلاتے جائیں گے
وسعتیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے
سوختہ جانوں پہ وہ پرجوش رحمت آئے ہیں
آب کوثر سے لگی دل کی بجھاتے جائیں گے

یہ بھی سماں ہوگا کہ رب العزت جل مجدہٗ فرمائے گا۔

اَرَضِيْتَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اے محمد! کیا تم راضی ہو گئے۔

حضور علیہ السلام عرض کریں گے اے رب میں راضی ہو گیا۔

سیادت مطلقہ

وہ حضور ہی ہیں جو قیامت کے دن سید مطلق ہوں گے۔ لواءِ حمد حضور کے ہاتھ میں ہوگا۔ عزت وکرامت دنیا حضور کے بس ہوگا۔ خود فرماتے ہیں۔

اٰدَمُ وَمَنْ سِوَاهُ تَحْتَ لِوَائِیْ

اس دن آدم اور ان کے سوا جتنے ہیں وہ سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

اَلْکَرَامَةُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ

اس دن عزت وکرامت کی کنجیاں میرے دستِ تقدس میں ہوں گی ؎

آفتاب ان کا ہی چمکے گا سب اوروں کا چراغ
صرصرِ جوشِ بلا سے جھلملاتے جائیں گے

چنانچہ سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَکُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَهُمْ وَصَاحِبَ شِفَاعَتِهِمْ (خصائص ج ۲ ص ۲۲۴)

قیامت کے روز میں نبیوں کا امام ہوں اور تمام لوگوں کا سردار ہوں۔ میں ان کا خطیب ہوں اور میں ان کا شفیع ہوں گا۔

الغرض قیامت کا دن حضور کی محبوبیت، مالکیت، شہنشاہیت کے اظہار کا دن ہوگا۔ اس دن حضور ہی کی سلطنت ہوگی اور جو اختیار قدرت، عزت وعظمت، دبدبہ سطوت عرصاتِ محشر میں آپ کو حاصل ہوگا۔ وہ کسی نبی ورسول کو نہ حاصل ہوگا ؎

ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید وبند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

جنوں پر حکومت

حضرت سلیمان علیہ السلام جنات پر حاکم تھے۔ اللہ عزّ وجل ارشاد فرماتا ہے۔

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ (قرآن حکیم)

اور مسخر کر دیئے ہم نے جنات میں سے کہ ان کے آگے کام کرتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات سے مختلف قسم کی خدمت کی۔ بعض سے عمارتیں تعمیر کرائیں۔ اور بعض کو غواصی کے کام پر مقرر کیا۔ کہ سمندر سے موتی نکال کر لائیں۔ اور بعض کو ہتھیار اور برتن بنانے پر مامور فرمایا۔ اور جو جن شریر اور فسادی تھے۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا۔ جس کی تفصیل قرآن حکیم میں موجود ہے۔

لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا کہ آپ کو جنات پر بھی حکومت عطا فرمائی اور ملائکہ پر بھی۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کے بادشاہ تھے ۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن اور ملائکہ دونوں کے شہنشاہ ہیں۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں چند احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

جنوّں پر حضور کی حکومت

خطیب حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور کے ہمراہ تھے کہ ناگاہ ایک بہت بڑا سیاہ رنگ کا اژدہا آیا اور اس نے اپنا سر حضور کے کانوں کے قریب کیا اور حضور نے اس کے کان میں کچھ فرمایا۔ پھر وہ اژدہا غائب ہو گیا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا

هٰذَا وَافِدُ الْجِنِّ نَسُوْا
سُوْرَةً فَاَرْسَلُوْهُ اِلَیَّ

یہ جنوّں کا قاصد تھا۔ وہ قرآن کی ایک سورت بھول گئے تھے۔ جنات نے اس کو میرے پاس پوچھنے کے لئے بھیجا تھا۔

حضرت جابر فرماتے ہیں۔ پھر ہم ایک گاؤں میں پہنچے ۔ گاؤں والے حضور کی خدمت میں ایک مجنوں لڑکی جو چاند کا ٹکڑا تھی لے کر حاضر ہوئے۔ یہ لڑکی آسیب زدہ تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ

وَیْحَكَ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَلِّ عَنْهَا فَتَنَقَّبَتْ وَ
اسْتَحْیَتْ وَرَجَعَتْ صَحِیْحَةً (خصائص ج۲ ص۳۰)

میں اللہ کا رسول ہوں اس کو چھوڑ دے۔ وہ لڑکی پھڑ پھڑائی اور اس نے حیا کی اور بالکل تندرست ہو کر لوٹی۔

حضور نے جنّات کی خوراک مقرر فرمائی

ابونعیم ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جنات کے ایک وفد نے حضور کے پاس چند یوم قیام کیا جب یہ وفد اپنے شہر جانے لگا تو انہوں نے حضور سے کھانے کی درخواست کی حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِذْهَبُوْا فَكُلُّ عَظْمٍ مَرَرْتُمْ بِهٖ فَهُوَ
لَكُمْ لَحْمًا غَرِیْضًا وَكُلُّ رَوْثٍ مَرَرْتُمْ
فَهُوَ لَكُمْ تَمْرٌ (خصائص ج ۲ ص ۲۹)

جاؤ جس ہڈی کو تم پاؤ گے۔ اس پر تمہارے لئے تازہ گوشت پیدا ہو جائے گا۔ اور گوبر تمہارے لئے کھجوریں بن جائیں گی۔

امام ابونعیم حضرت ابوہریرہ سے راوی کہ ہم ایک سفر میں حضور کے ہم رکاب تھے۔ راستہ میں حضور نے مجھ سے فرمایا۔ استنجے کے لئے پتھر تلاش کرو۔ لیکن ہڈی اور گوبر نہ لانا۔ ابوہریرہ نے عرض کیا۔ حضور ہڈی اور گوبر کا کیا حال ہے۔ فرمایا :

جَاءَنِیْ وَفْدُ جِنٍّ فَسَاَلُوْنِیْ الزَّادَ
فَدَعَوْتُ لَهُمْ اَنْ لَا یَمُرُّوْا بِعَظْمٍ

میرے پاس جنات کا وفد آیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے خوراک کے متعلق سوال کیا تو میں نے ان کے لئے دعا

فَلَا رَوْثٍ اِلَّا وَجَدُوْہُ عَلَیْہِ طَعَامًا۔

(خصائص ج ۲ ص ۲۹)

فرمادی۔ کہ ہڈی اور گوبر پر ان کے لئے کھانا موجود ہو جائے۔

ابونعیم زبیر ابن عوام سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

فَاِنَّھُمْ سَاَلُوْنِی الزَّادَ فَجَعَلْتُ لَھُمْ کُلَّ عَظْمٍ وَّرَوْثٍ۔

جنات نے مجھ سے اپنی خوراک کے متعلق سوال کیا تو میں نے ہڈی اور گوبر ان کی خوراک مقرر کر دی۔

حضورؐ نے جنات کے رہنے کی جگہ مقرر فرمائی

امام ابونعیم کثیر ابن عبداللہ سے راوی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مسلمان جن اور کافر جن میں جھگڑا ہوا اور وہ اپنا مقدمہ میرے حضور لائے اور عرض کی کہ ہمارے رہنے کی جگہ مقرر فرما دیجئے۔

فَاَسْکَنْتُ الْمُسْلِمِیْنَ الْجَلْسَ وَالْمُشْرِکِیْنَ الْغَوْرَ۔

(خصائص ج ۲ ص ۳۰)

میں نے مسلمان جن کی سکونت کی جگہ جلس اور کافر جن کے لئے غور کو مقرر فرما دیا۔

کثیر ابن عبداللہ کہتے ہیں۔ جلس سے مراد پہاڑ اور گاؤں ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ جلس کے رہنے والے جن مسلمان ہیں اور غور سے مراد وہ مقام ہے جو پہاڑوں اور سمندروں کے درمیان ہے۔ غور کے رہنے والے جن کافر ہیں۔

جنوں کا اسلام لانا

مخلوقاتِ الٰہی کی ایک صنف کا نام جن ہے۔ اہلِ لغت کہتے ہیں کہ عربی میں جن کا لفظ جنّ سے مشتق ہے۔ اس کے معنے چھپنے یا چھپانے کے ہیں۔ چونکہ یہ مخلوق عموماً انسانوں کی آنکھوں سے مستور رہتی ہے۔ اس لئے ان کو جن کہتے ہیں۔ جن کے وجود کا انکار کفر ہے۔ قرآنِ حکیم سے ان کا وجود ثابت ہے۔ قرآن نے یہ بھی بتایا کہ ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔

خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ

خدا نے جنّ آگ سے پیدا فرمائے۔

جنوں میں مرد اور عورت ہوتے ہیں۔ ان میں سلسلہ توالد بھی جاری ہے۔ ان میں مسلمان اور کافر بھی ہیں ان کی قوت انسان سے زائد ہے۔

یہ مسجدوں میں آکر نماز بھی پڑھتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں۔ ان کی خوراک گوبر اور ہڈی ہے ان میں شریف اور شریر بھی ہوتے ہیں۔ وہابی اور مرزائی بھی ہیں۔ اکثر شریر جنّ ہی انسان کو ستاتے ہیں۔

یہ ہماری طرح کپڑے پہنتے ہیں۔ اکثر اوقات سپید رنگ کے کپڑے پہنے یا سیاہ کتے یا سیاہ سانپ کے روپ میں دکھائی بھی دیتے ہیں۔ جنات مکلف ہیں۔ خود رب العزت فرماتا ہے۔

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

ہم نے جنّ اور انسان عبادت کے لئے پیدا کئے ہیں۔

جنات سے بھی انسانوں کی طرح قیامت میں جواب سوال ہوں گے۔ کافر جن دوزخ میں اور مسلمان

جن جنت میں جائیں گے۔ جنات انسان سے افضل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن نبی نہیں ہوتا۔

ستارہ ہائے آسمانی میں انقلاب

اسلام سے پہلے عرب میں جنوں کا تسلط تھا۔ لوگ ان کی پوجا کرتے تھے۔ بت خانوں کے عاملوں اور کاہنوں سے ان کی دوستی ہوتی تھی۔ اور یہ ان کو غیب کی خبریں بتایا کرتے تھے۔ جس کی صورت یہ ہوتی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو ملاء اعلیٰ میں اس کا ذکر فرماتا ہے۔ ملاء اعلیٰ والے اپنے نیچے کے فرشتوں میں اس کا ذکر کرتے۔ اور اس طرح درجہ بدرجہ ہر آسمان کے فرشتوں کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخری آسمان تک بات پہنچتی ہے۔ جہاں سے نیچے دنیا کی سرحد شروع ہوتی ہے۔

اسی آخری آسمان سے جن چھپ چھپا کر فرشتوں کی باتیں سن کر اور سو جھوٹ ملا کر کاہنوں کو بتاتے اور کاہن اس میں اور اضافہ کر کے انسانوں میں مشتہر کر دیتے تھے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہوئے تو ستارہ ہائے آسمانی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ اور جن و شیاطین اوپر چڑھنے سے روک دیئے گئے۔ کیونکہ جب شیاطین اپنی سرحد سے بڑھ کر فرشتوں کی باتیں سننا چاہتے تو فوراً ایک چمکتا ہوا تارہ شہاب ثاقب ٹوٹ کر ان پر گرتا۔ اور جن کوئی آسمانی بات نہ سن سکتے۔ چنانچہ اسی کا ذکر قرآن حکیم کی مختلف سورتوں میں آیا ہے۔

جب ٹوٹنے والے ستاروں کی بھرمار ہو گئی اور کاہنوں کی خبر رسانی کے ذرائع مسدود ہو گئے۔ تو آسمان کے اس انقلاب نے جنوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ سب نے کہا کہ یقیناً روئے زمین پر کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے۔ جس کے سبب ہم آسمان تک نہیں پہنچ سکتے۔ آخر جنوں کی کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ ساری دنیا کا گشت لگانا چاہیئے۔ اور اس اہم واقعہ کو معلوم کرنا چاہئے۔ چنانچہ جنوں کے ایک وفد نے یہ کام شروع کر دیا۔ اور روئے زمین کو چھان ڈالا۔

اُدھر حضور علیہ السلام قبائل میں دورہ کر کے تبلیغ اسلام فرما رہے تھے اور اسی تقریب سے عکاظ کے میلہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں رات کے وقت مقام نخلہ میں قیام ہوا۔ اور صبح کے وقت حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کے ہمراہ نماز میں مصروف تھے۔ اور قرآن کی آیتیں جہر کے ساتھ تلاوت فرما رہے تھے۔ اتفاق سے جنوں کی ایک جماعت جو تفتیش حال کے لئے تہامہ کی طرف سے آئی تھی۔ اس کا اس مقام پر گزر ہوا۔

جب جنوں کی اس جماعت نے حضور کی مبارک زبان سے قرآن کی آیتیں سنیں

تو یکبار پکار اُٹھی۔

هٰذَا الَّذِیْ حَالَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ (بخاری، خصائص ج ۲ ص ۱۳۷)

کہ یہ ہی وہ نورِ حق ہے جو درخشاں ستاروں میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اور جس کے سبب ہم آسمان تک نہیں پہنچ سکتے۔

قرآن کی آئتیں سن کر جنوں کی یہ جماعت اپنی قوم کی طرف واپس لوٹی اور ان کو خاتم نبوت کے ظہور کی بشارت سنائی اور کہا کہ

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا۔ (قرآن حکیم)

ہم نے عجیب و غریب کتاب الہٰی سنی جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ تو ہم اس پر ایمان لائے اور اب ہرگز خدا کا کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔

اس واقعہ کے بعد سے جنوں کے اسلام لانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور فوج در فوج جنات دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ جن کا ذکر متعدد احادیث میں موجود ہے۔ یہاں ہم دو حدثیں ذکر کر کے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

امام مسلم و احمد ترمذی میں حضرت علقمہ سے راوی انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے لیلۃ الجن کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شب کو ہم نے حضور کو نہ پایا۔ اور حضور کا اس طرح غائب ہو جانے نے ہم کو اضطراب و قلق میں مبتلا کر دیا۔ اور یہ رات بڑی بے چینی سے بسر ہوئی۔ صبح کو ہم نے دیکھا کہ حضور غارِ حرا کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں۔ ہمارے استفسار پر حضور نے فرمایا:

اَتَانِیْ دَاعِی الْجِنِّ فَاَتَیْتُهُمْ فَقَرَاْتُ عَلَیْهِمْ فَانْطَلَقَ فَاَرَانَا اٰثَارَ نِیْرَانِهِمْ (خصائص ج ۲ ص ۱۳۷)۔

رات جنوں کا قاصد آیا۔ میں اس کے ساتھ گیا۔ میں نے ان کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد حضور ہم سب کو اس مقام پر لے گئے اور وہاں جنوں کے آگ جلانے کے نشانات دکھائے

امام ابونعیم حضرت ابن مسعود سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے ہمراہ مقام براز میں پہنچا۔ اور اس جگہ آپ نے ایک خط کھینچ کر فرمایا۔ یہاں بیٹھ جا۔ میں ساری رات وہاں بیٹھا رہا۔ صبح کو حضور تشریف لائے۔ میں نے عرض کی۔ حضور یہ آوازیں کیسی تھیں۔ فرمایا۔

هٰذِهٖ اَصْوَاتُهُمْ حِیْنَ وَدَّعُوْنِیْ وَسَلَّمُوْا عَلَیَّ (خصائص ج ۲ ص ۱۳۹)

یہ جنوں کی مجھے سلام کرنے اور وداع کرنے کی آوازیں تھیں۔

حضور نے جنوں کے مقدمہ کا فیصلہ فرمایا

امام ابونعیم وطبرانی حضرت ابن مسعود سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ میں پانی کا لوٹا لے کر حضور کے ساتھ ہوا۔ جب میں مکہ سے آگے پہنچا تو مجھے کچھ پرچھائیاں ایک جگہ اکٹھی نظر آئیں۔ حضور نے زمین پر ایک خط کھینچ کر فرمایا کہ میرے آنے تک تم یہیں بیٹھے رہو۔ جب حضور آگے بڑھے تو میں نے دیکھا وہ پرچھائیاں آپ کی طرف چلیں اور آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔ جب فجر کا اجالا ہوا۔ حضور تشریف لائے۔ نماز فجر پڑھی۔ پھر میں نے عرض کی حضور یہ کون لوگ تھے۔ تو حضور نے فرمایا

هٰؤُلَاءِ جِنُّ نَصِيْبِيْنَ جَاءُوْنِيْ يَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ فِيْ اُمُوْرٍ كَانَتْ بَيْنَهُمْ

(خصائص ج ۲ ص ۱۳۸)

یہ شہر نصیبین کے جن تھے اپنے کچھ نزاعی معاملات میرے پاس فیصلہ کے لئے لائے تھے۔

شیطان پر حضور کی حکومت

بیہقی حضرت ابن مسعود سے راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ شیطان میرے قریب سے گزرا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اور گلا گھونٹا۔ یہاں تک کہ شیطان کی زبان کی ٹھنڈک میرے ہاتھوں نے محسوس کی۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر سلیمان علیہ السلام دعا نہ کرتے تو میں اس کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیتا۔

يَنْظُرُ اِلَيْهِ وِلْدَانُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ

اور مدینہ کے بچے اسکو دیکھتے

(خصائص ج ۲ ص ۶۶)

ناظرین! ان احادیث سے روشن ہوگیا کہ قوم جنّ حضور کی محکوم ہے اور تمام جنات پر حضور کی حکومت وسلطنت ہے یہ ہی وجہ ہے کہ جنات اپنے مقدمات کا فیصلہ حضور سے کراتے ہیں۔ اور ہر معاملہ میں حضور سے پوچھتے ہیں۔ اور آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

حوران بہشتی پر حضور کا قبضہ

ابن عساکر حضرت ابن مسعود سے راوی کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام لانے کے فوراً بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ غسل وکفن کے بعد جب دفنانے کا وقت آیا۔ تو حضور علیہ السلام ان کی قبر میں تشریف لے گئے۔ اور کچھ دیر کے بعد باہر تشریف لائے اور فرمایا:

لَقَدْ نَزَلَتْ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ كُلُّهُنَّ يَقُلْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَوِّجْنَا لَهٗ فَمَا خَرَجْتُ حَتّٰى زَوَّجْتُهٗ سَبْعِيْنَ حُوْرًا۔

(خصائص ج ۲ ص ۹۹)

کہ ابھی حوران بہشتی آئیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا یا رسول اللہ اس شخص کے ساتھ ہمارا نکاح کر دیجئے۔ تو میں نے ستّر حوروں کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

اس حدیث سے روشن ہوگیا کہ بہشتی حوریں بھی حضور کی ملک میں ہیں۔ اور آپ کو یہ اختیار ہے

کہ جس مسلمان کا چاہیں بہشتی حور سے نکاح کر دیں۔ اسی لئے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

هٰذَا الْحَدِیْثُ اَنَّ لَهٗ اَنْ یُّزَوِّجَ مَنْ شَاءَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ حُوْرِ الْعِیْنِ

(خصائص ج ۲ ص ۹۹)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور کو یہ اختیار ہے کہ جس مسلمان کا چاہیں جنتی حور سے نکاح کر دیں۔

ناظرین! ان تمام مذکورہ بالا حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ اگر حضرت سلیمان جنوں پر حاکم ہیں تو محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جن، فرشتہ، حوران بہشتی سب پر آپ کی حکومت ہے اور یہ سب حضور کے تابع ہیں۔

تسخیرِ ریح

وَلِسُلَیْمَانَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ (قرآن حکیم)

ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا۔ ان کی صبح کی منزل ایک ماہ اور شام کی منزل ایک ماہ کی راہ بنایا۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ہوا چلتی تھی۔ اور ایک ماہ کی منزل ساعتوں میں طے کرتی تھی۔ لیکن سید المرسلین امام النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نرالی شان ہے آپ کو ہوا سے زیادہ تیز گام بجلی سے زیادہ سبک خرام براق برق رفتار عطا ہوا۔ جس کی سرعت، جس کی تیزی اور رفتار اس بلا کی تھی کہ حدِ نظر پر اس کا دوسرا قدم پڑتا تھا۔

شبِ معراج اسی براق پر حضور سوار ہوئے اور آپ نے بیت المقدس جو ایک ماہ کی راہ ہے اور وہاں سے آسمانوں تک جو پچاس ہزار برس کی مسافت ہے۔ اور آسمانوں سے سدرۃ المنتہیٰ عرش کرسی پہ پہنچے۔ جس کی مسافت و بعد کو کوئی نہیں جانتا۔ حضور نے یہ منازل براق پر طے کئے اور خطۂ سمٰوات کا یہ عظیم الشان سفر رات کے تھوڑے حصہ میں طے فرمایا ؎

ایک دم میں سرِ عرش گئے آئے محمد
زنجیر بھی ہلتی رہی بستر بھی رہا گرم

سبحان اللہ وہ تختِ سلیمان تھا۔ جو دنیا کا چکر لگاتا تھا۔ یہ براق نبی ہے۔ جو سدرہ تک پہنچتا ہے۔ وہ مرکبِ سلیمان تھا جس کو ہوا اڑاتی اور ایک ماہ کی منزل آدھے دن میں طے کرتی تھی۔

یہ براق رسول ہے جو پچاس ہزار برس کی راہ آنِ واحد میں طے کرتا ہے۔

وہ حضرت سلیمان تھے جو روئے زمین کے عجائب دیکھتے تھے۔ یہ محبوب ربّ العالمین ہیں۔ جو زمین و آسمان، لوح و قلم، عرش و کرسی، سدرۃ المنتہٰی حتیٰ کہ حریم خلوت گاہ قدس میں پہنچ کر عجائبات ایزدی کا مشاہدہ کرتے ہیں ؎

طور پر کوئی کوئی چرخ پہ یہ عرش سے پار
سارے بالاؤں سے بالا رہی بالائی دوست

حضور کی ہوا پر حکومت

غزوہ خندق جو اسلامی تاریخ میں سب سے اہم اور نہایت ہی خطرناک جنگ تھی۔ جس میں کافروں کی چوبیس ہزار فوج نے تین حصوں میں منقسم ہو کر مدینہ پر اس زور سے حملہ کیا تھا کہ مدینہ کی زمین دہل گئی۔ ایسے نازک موقع پر اللہ عزّ وجل نے ہوا سے حضور کی مدد و نصرت فرمائی اور ہوا نے لشکر کفار کو تہ و بالا کر دیا۔

امام ابو نعیم حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ خندق کے دن اس زور کی ہوا چلی کہ طوفان آ گیا۔ کافروں کی فوج کے خیمے اکھڑ گئے۔ اور ان کے دیگچے چولہوں پر سے الٹ گئے۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے فرمایا:

نُصِرْتُ بِالصَّبَاءِ وَهَلَكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ (خصائص ج ۲ صفحہ ۲۳)	میں مشرق کی ہوا کے ساتھ مدد دیا گیا۔ اور قوم عاد مغربی ہوا سے ہلاک ہوئی۔

اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ اگر سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر تھی تو حضور علیہ السلام کے لئے بھی ہوا مسخر کر دی گئی۔ جس نے لشکر کفار کو تباہ و برباد کر دیا۔

حضرت سلیمان کا ایک سفر

حضرت سلیمان علیہ السلام کا سفر بڑی شان و شوکت سے ہوتا تھا۔ وحوش و طیور، جن و انسان کی کثیر تعداد آپ کے ہمراہ ہوتی تھی۔ پرندے اپنے پروں سے آپ پر سایہ کرتے تھے۔

ایک سفر کا واقعہ ہے کہ آپ شام سے یمن کی جانب تشریف لے جا رہے تھے۔ حسب معمول جن و انس و وحوش و طیور کا لشکر آپ کے ہمراہ تھا۔ یہ لشکر بارہ ہزار مربع میل زمین پر تھا۔ اثنائے سفر میں شام کے ایک جنگل سے آپ کا گزر ہوا۔ اس جنگل میں چیونٹیوں کی کثرت تھی۔ جو سارے جنگل میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ابھی لشکر سلیمانی اس جنگل سے تین میل کے فاصلہ پر تھا کہ چیونٹیوں کے بادشاہ نے کہا:

يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (قرآن حکیم)	اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں داخل ہو جاؤ کہیں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں بے خبری میں کچل نہ ڈالے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز کو سنا۔

اور چیونٹی کی اس بات کو سن کر آپ مسکرا کر ہنسے۔	فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا ۔ (قرآن)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس سفر سے کئی باتیں معلوم ہوئیں کہ:

۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت انسان اور دیگر مخلوقات پر تھی اور زمین کی جاندار چیزیں ان کی رعایا تھیں۔

مگر سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اعزاز دیکھئے کہ زمین و آسمان، عرش و فرش کی جاندار اور بے جان چیزیں آپ کی امت اور رعایا ہیں اور ساری مخلوق الٰہی پر حضور کی سلطنت ہے۔ جس کی ایک جھلک آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے تذکرہ میں دیکھ چکے ہیں۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی گفت گو سمجھ لی۔ معلوم ہوا کہ آپ حیوانات کی بولی جانتے تھے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرالی شان ہے جانور تو درکنار حضور پتھر اور لکڑی کی بولی بھی سمجھتے ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ استن حنانہ سے حضور نے گفتگو فرمائی۔ ہرن نے قید ہو جانے کی شکایت کی۔ اونٹ فریادی بن کر آیا۔ چڑیا نے دستگیری چاہی۔ جنوں نے آپ سے کلام کیا۔ لوگوں نے جانوروں کی شکایت حضور سے کی۔ جس کی تفصیل تسخیر طیور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

۳۔ چیونٹی نے حضرت سلیمان کی عظمت کو پہچانا اور انہیں معصوم جانا۔ اس لئے کہا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ کہیں لشکر سلیمان بے خبری میں ہمیں پامال نہ کر دے۔ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانداروں نے پہچانا۔ لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاند سورج سوکھی لکڑی، حجر و شجر غرضکہ ساری کائنات نے پہچانا اور معصوم جانا۔ چنانچہ بارگاہ رسالت میں اونٹ ہرن چڑیا۔ جن۔ انسان فرشتہ، جنگلی درندوں کا شکایت کرنا۔ فریادی بن کر آنا۔ اس کا کھلا ثبوت ہے نیز اس کی تفصیل تسخیر طیور، تسخیر جبال میں گذر چکی ہے۔

۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس سفر سے چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز کو سن لیا۔ مگر ان کانوں کے قربان جنہوں نے اپنی والدہ کے شکم اطہر میں قلم قدرت کے چلنے کی آواز کو سن لیا امام بیہقی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور نے فرمایا:

میں زمانہ شیر خواری میں چاند کے زیر عرش سجدہ کرنے کے دھماکہ کو سنتا تھا۔	وَاَسْمَعُ وَجْبَتَهٗ حِيْنَ تَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ

اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ حضور نے چاند کے زیر عرش سجدہ کی آواز کو سنا۔ جو ہزاروں برس کے فاصلہ کی آواز تھی۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام تھے جو تین میل کے فاصلہ کی آواز سن

لیتے تھے اور یہ محبوب رب العلمین ہیں جو ہزاروں برس کے فاصلے کی آواز سن لیتے ہیں ؎

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

ہُدہُد سلیمان

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت بہت وسیع تھی۔ جن وانس اور پرندے آپ کے لشکری تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے شام سے حجاز کا سفر کیا۔ مکہ معظمہ میں قیام فرمانے کے بعد یمن جانے کا ارادہ کیا۔ اور مقام صفاء پر قیام فرمایا۔ یہاں آپ کو پانی کی ضرورت ہوئی ہُدہُد پرندہ جس کے سپرد یہ خدمت تھی۔ کہ پانی کے مواقع کی جستجو رکھے اور جس وقت پانی کی ضرورت ہو وہ بتائے۔ لیکن ہُدہُد اس وقت غائب تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو غصہ آیا اور فرمایا۔

مَالِیَ لَآ اَرَی الْھُدْھُدَ (قرآن حکیم)؛ | میں ہُدہُد کو نہیں پاتا

اگر اس نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان نہ کی تو میں اس کو سخت عذاب دوں گا۔ اتنے میں ہُدہُد ڈرتا جھجکتا حاضر دربار ہوا۔ اور بلقیس ملکِ سبا کی ملکہ کی خبر لے کر آیا۔ جس کی تفصیل تفاسیر میں موجود ہے۔

مَاءُ الفَرَس

اس واقعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت و رفعت کا اظہار ہو رہا ہے کہ آپ کی ایسی جہانگیر حکومت تھی کہ انسانوں سے تجاوز کر کے جن و طیور تک پہنچ گئی تھی اب ایک واقعہ حضور سرورِ عالم نور مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا بھی سن لیجئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ آپ نے حضرت عقبہ نافع فہری کو افریقہ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ حضرت عقبہ کو افریقہ کے مختلف سفروں میں ایک ایسے مقام پر قیام کا اتفاق ہوا۔ جہاں دور دور تک پانی کا نشان نہ تھا۔ اِدھر لشکر میں پانی ختم ہو گیا تھا اور لشکری مارے پیاس کے بے تاب ہو رہے تھے۔ جب پیاس کی شدت لشکر کی

ہلاکت کا سبب بننے لگی۔ تو حضرت عقبہ سخت مضطرب ہوئے۔ آخر بارگاہِ رب العٰلمین میں دعا کی۔ آپ ابھی دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ آپ کے گھوڑے نے سُم سے زمین کو کریدنا شروع کر دیا۔ اور زمین سے ایک صاف پتھر ظاہر ہوا۔ جس سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔

حضرت عقبہ نے لشکر کو اطلاع دی۔ چاروں طرف سے پیاسے اس چشمہ پر ٹوٹ پڑے اور سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ اور گڑھے کھود کر پانی جمع کر لیا۔ اس روز سے یہ مقام ماء الفرس کے نام سے موسوم ہو گیا۔

کہنے کو تو یہ معمولی بات ہے کہ گھوڑے کے سُم سے پانی جاری ہو گیا۔ مگر وہ لوگ جو راسخ الایمان ہیں۔ اور مذہب کی تاثیر سے واقف ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ اسباب کے احاطہ سے باہر بھی ایک ایسی قوت ہے جس کے اشارہ پر اسباب حرکت کرتے ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اور خرقِ عادات کے ظہور کو ممکن الوقوع جانتے ہیں۔ وہ سمجھ سکتے ہیں۔ یہ واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہُد ہُد اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی نظیر ہے جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہُد ہُد پرندہ پانی کی اطلاع دیتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضور کے غلاموں میں ایسے افراد پیدا کر دیئے۔ جن کے لئے گھوڑے نے پانی کی اطلاع دے دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء میں زمین میں پانی جاری کرنے کی طاقت تھی۔ اور ہمارے حضور علیہ السلام کے غلاموں کے گھوڑوں کے سموں نے زمین سے چشمے بہا دیئے۔

فرق صرف اتنا ہے کہ اس کا ظہور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوا اس لئے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ اور اس کا ظہور حضرت عقبہ کی دعا سے ہوا۔ جو نبی نہ تھے۔ اس کا نام کرامت ہے۔

حسنِ یوسف

اللہ عزوجل نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایسا حسن و جمال بخشا۔ جس کو دیکھ کر زنانِ

مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ مگر سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو وہ حسن و جمال عطا ہوا کہ جس کے دیکھنے کے لئے خود حضرت یوسف بے تاب ہو گئے۔ اور جمال نبوی کے نظارے کی تمنا ان کے قلب میں مچلنے لگی۔ گویا حسنِ یوسف پر زنانِ مصر فریفتہ ہو گئیں اور حُسنِ محمدی پر حضرت یوسف شیدا ہو گئے۔ ؎

یوسف سا حسین اور تمنائے نظارہ
عالم میں نہ تم سا کوئی خوش رو نظر آیا

امام ابو نعیم فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تمام انبیاء بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ حسن دیا گیا تھا۔ مگر حضور علیہ السلام کو پیشگاہِ الٰہی سے جو حسن و جمال عطا ہوا۔ وہ کسی کو نہ ملا۔ فرماتے ہیں۔

لَمْ یُوْتَ یُوْسُفُ اِلَّا شَطْرَ الْحُسْنِ	حضرت یوسف کو حسن کا ایک حصّہ ملا تھا اور
وَ اُوْتِیَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ	محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا حسن
جَمِیْعَہٗ (خصائص ج ۲ ص ۱۸۲)	دیا گیا تھا۔

معلوم ہوا کہ جمالِ یوسفی جس پر زنانِ مصر شیدا تھیں۔ وہ حضور کے حُسن کا ایک حصّہ بلکہ ایک کرشمہ تھا۔ الاشطر الحسن کا مطلب یہی ہے کہ جمال محمدی کا ایک پرتو عالم پر چمکا اور اسی سے ایک حصّہ حضرت یوسف کو ملا۔ اور باقی سارے جہان میں تقسیم ہوا۔ شمس و قمر، زہرہ و مشتری میں وہی نور درخشاں ہے۔ اور زمین، آسمان، عرش، کرسی میں وہی نور تاباں ہے عرش پر اسی کی چمک ہے۔ فرش پر اسی کی جھلک ہے۔ جنت میں اسی کی مہک ہے۔ سینہ عشاق میں اسی کی کھٹک ہے۔ مستوں کو اسی کی ٹنک ہے زبانوں پر اسی کی چہک ہے۔ ہر جام عشق میں اسی کی جھلک ہے۔ ہر حسن میں اسی کا نمک ہے یعنی ؎

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا مے نگری انجمنے ساختہ اند

غور تو کیجئے۔ زنانِ مصر نے حسنِ یوسفی کے نظارے کی تمنّا کی اور دیکھ لیا۔ مگر حُسنِ نبوی کو دیکھنے کی کس میں تاب ہے۔ صانع کمال نے یہ جمال اپنے دیکھنے کو بنایا ہے۔ اور اپنی محبوبیت کے لئے اسے پسند فرمایا ہے ؎

واہ کیا حُسن ہے اے سیدِ ابرار تمہارا
اللہ بھی ہے طالبِ دیدار تمہارا

پھر کس میں مجال ہے جو حضور کے جمالِ جہاں آرا کے نظارے اور آپ کے حُسن کی حقیقت و ماہیت کو سمجھے۔ قادر مطلق نے اپنے محبوب کے چہرہ انور پر ستر ہزار پردے ہیبت و جلال و رحمت و جمال کے ڈال رکھے ہیں۔ چشمِ عالم نظارہ جمالِ مصطفویہ سے دور و مجبور ہے اور عقول بشریہ اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ اگر جمال نبوی سے ایک پردہ اُٹھ جائے۔ عالم کی کیا مجال جو اس کی تجلیات و

انوار کی تاب لا سکے۔ ایک جھلک میں کائنات جل کر خاکستر ہو جائے ؎

ایک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو   تو اگر جلوہ کرے کون تماشائی ہو۔

۱۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جبریل حضور کی خدمت میں دحیہ کلبی کی شکل میں حاضر ہوتے۔ سیدنا ابن عباس نے ایک بار جبریل کو ان کی اصلی شکل میں نہیں بلکہ جبریل کو انسانی شکل میں دیکھ لیا تھا۔ اس وقت تو شرف نبوی کے باعث انہیں کچھ نہ ہوا۔ مگر آخری عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی۔

۲۔ تفسیر جلالین زیر آیت قَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ مَلَکٌ کی تفسیر میں ہے۔ کہ:

لَاطَاقَۃَ لِلْبَشَرِ عَلٰی رُؤْیَۃِ الْمَلَکِ | بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ فرشتے کو دیکھ سکے۔

۳۔ ابن سعد و بیہقی حضرت عمار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ نے عرض کی یا رسول اللہ میں جبریل کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ اَنْ تَرَاہُ۔   حمزہ تم میں جبریل کے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔

لیکن حضرت حمزہ نے اصرار کیا۔ حضور نے فرمایا۔ اچھا دیکھو۔ ابھی حضرت حمزہ نے صرف جبریل کے پاؤں دیکھے تھے کہ

فَخَرَّ مَغْشِیًّا عَلَیْہِ (خصائص ج ۲ ص ۲۵) | بے ہوش ہو کر گر پڑے

۴۔ حدیث صحیح میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر بہشتی حور کا کنگن دنیا میں ظاہر ہو جائے تو اس کی روشنی آفتاب کے نور کو ایسے مٹا دے جیسے سورج کی روشنی تاروں کو چھپا دیتی ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جبریل اور بہشتی حور کے کنگن کو کوئی بشر نہیں دیکھ سکتا۔ تو جمال محمدی جو ان سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ اس کے نظارہ اور اس کے دیکھنے کی کس میں تاب ہے ؎

کیا منہ ہے آئینہ کا تیری تاب لا سکے   خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

مثنوی میں مولانا روم اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے حضور کو دیکھ کر کہا کہ بڑے بدشکل ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ سچ کہتے ہو۔ اتنے میں صدیق رضی اللہ عنہ اکبر آئے اور عرض کی۔ سرکار مشرق و مغرب میں آپ جیسا حسین و جمیل نہیں دیکھا۔ حضور نے فرمایا۔ صدیق تم بھی سچ کہتے ہو۔ حاضرین مجلس نے عرض کی ؎

حاضراں گفتند کاے صدر الوریٰ!
صاف گو گفتی دو ضد ہا را چرا

یعنی حاضرین نے عرض کی۔ حضور دونوں کلام باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ دو تو قول کیونکر سچ ہو سکتے ہیں۔"

حضور نے فرمایا ؎

گفت من آئینہ مصقول دوست | دوست دشمن آنچہ مے بلیند کہ اوست

حضور علیہ السلام نے فرمایا صحابیو! میں تو اپنے دوست جل جلالہٗ کا صیقل کردہ آئینہ ہوں دوست و دشمن اس میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے اور جیسا وہ ہے ویسا ہی اسے نظر آتا ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ صدیق اکبر نے چہرہ نبوی میں اپنی شکل دیکھی اور اسی کی تعریف کی۔ ابوجہل نے اس آئینہ میں اپنی صورت کو دیکھا۔ اور اسے برا بتایا۔ ثابت ہوا کہ حضور کی اصلی صورت آج تک کسی نے نہیں دیکھی۔ کیونکہ چہرہ انور پر عظمت و جلال کے پردے ہیں اور پردے کوئی لوہے پیتل کے پردے نہیں بلکہ حضور کا کمال ظہور ہی ہمارے لئے حجاب اعظم ہے۔

غرضکہ حسن یوسفی کو زنان مصر نے دیکھ تو لیا ہاں نظارۂ حسن یوسفی میں ایسی محو ہوئیں کہ شعور کھو بیٹھیں اور عالم بے خودی میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے مگر جمال محمدی کو کون دیکھ سکتا ہے۔ مگر اس کے باوجود جمال محمدی کا یہ عالم ہے کہ وہاں تو ہاتھ کٹے تھے اور یہاں حسن محبوب پر مردان عرب نے سر کٹا دیئے چنانچہ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت بلال رض

حضرت بلال حبشی کو دیکھئے آپ امیہ بن خلف کے غلام تھے جب اس نے سنا کہ بلال کے دل میں محبت رسول موجزن ہے اور وہ مسلمان ہو گئے ہیں تو طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کیں۔ گرم ریت پر لٹایا۔ سخت دھوپ میں بٹھایا۔ گرم گرم پتھروں کو سینہ بلال پر رکھوایا گلے میں رسی ڈال کر بچوں کا کھلونا بنایا۔ مشکیں باندھ کر لاٹھی سے پٹوایا۔ سب کچھ کیا مگر یہ وہ نشہ نہ تھا جسے ترشی اتار دیتی۔ بلال نے سب کچھ برداشت کیا۔ اور زبان حال سے فرمایا

دل میں تیری یاد رہے لب پہ تیرا نام رہے | حلق پر تیغ رہے سینہ پہ جلاد رہے ؎

اللہ اکبر۔ اسی جان نثاری پروانہ واری کے سبب بلال حبشی حضرت بلال بن گئے اور دربار نبوت سے ارشاد ہوا کہ بلال کی سیاہی سے حوران مہ جبیں کے تل بنائے جائیں گے۔ ؎

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

صدیق اکبر کا عشق

امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لخت جگر حضرت عبد الرحمٰن اسلام لانے کے بعد بر سبیل تذکرہ اپنے والد ماجد کو جنگ بدر کا واقعہ سنانے لگے

کہ آپ میدانِ جنگ میں کئی مرتبہ میری تلوار کی زد میں آئے۔ لیکن محبت پدری کے جذبہ نے مجھے آپ کے قتل سے روک دیا۔

صدیق اکبر نے فرمایا بیٹے! اگر تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو میں یقیناً تمہیں قتل کر دیتا۔ اور عشق رسول کے مقابلہ میں محبت پدری کی پرواہ نہ کرتا۔

غزوہ تبوک میں جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤسائے عرب کو امداد کی ترغیب دلائی حضرت فاروق اعظم نے اپنے مال کو دو حصوں پر منقسم کیا۔ ایک حصہ اہل و عیال کے سپرد کیا اور ایک حصہ دربارِ رسالت میں حاضر کر دیا۔

مگر وہ رفیق غار جنہوں نے غار میں جان جیسی عزیز چیز نبی کے قدموں پر نثار کر دی۔ وہ مال و دولت کی کیا پرواہ کرتے۔ سارے گھر کا مال خدمتِ رسول میں لاکر رکھ دیا۔ حتیٰ کہ قبا میں جو بٹن تھے ان کی جگہ کیکر کے کانٹے لگا لئے اور وہ بٹن بھی چندہ میں شامل کر دیئے صدیق اکبر کی اس جان نثاری کو دیکھ کر حضور علیہ السلام نے فرمایا ؎

بولے حضور چاہیئے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار

ہے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
ہے تیری ذات باعث تکوینِ روزگار

پروانہ کو چراغ، عنادل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

سبحان اللہ! یہ تھا صدیق اکبر کا مقام محبت۔ جس نے صدیق کو افضل الخلائق بعد الانبیاء بنا دیا۔ اور اسی عشق رسول کے سبب صدیق اکبر کو وہ مرتبہ حاصل ہوا کہ ان کی ہر ادا خداوند قدوس کو پیاری ہو گئی۔

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا میں اس حدیث کو ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جب صدیق کیکر کے بٹن لگا کر اور اپنا سارا مال لے کر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو جبریل امین نازل ہوئے سرکار اللہ تعالیٰ صدیق کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ:

ارَاضٍ اَنْتَ عَنِّیْ عَلٰی فَقْرِكَ اَمْ سَاخِطٌ۔
صدیق تم اس فقر میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض ہو۔

حضرت ابوہریرہ سے ایک ضعیف روایت ہے کہ جب جبریل آئے تو ان کے جبہ میں کیکر کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ حضور نے فرمایا یہ کیا ہے جبریل نے عرض کی۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَمَرَ الْمَلٰٓئِکَۃَ اَنْ تَتَخَلَّلَ فِی السَّمَاءِ کَمَا تَخَلَّلَ اَبُوْبَکْرٍ فِی الْاَرْضِ۔

(تاریخ الخلفاء ص ۳۱)

زمین پر صدیق نے کانٹوں کے بٹن لگائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر تمام فرشتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ بھی کانٹوں کے بٹن لگائیں۔

اے بوالہوس نصیب تجھے کیمیا کہاں
جب تک تو خاکپائے حبیب خدا نہ ہو

حضرت افلح: حضرت افلح کو عشق رسول کے جرم میں رسی باندھ کر پتھریلی زمین پر

گھسیٹا جاتا تھا۔ حضرت خباب کے سر کے بال نوچے جاتے گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں پر لٹایا جاتا تھا۔ بعض صحابہ کو قریش اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے۔ بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے جلتے پتھروں پر گرا دیا جاتا تھا۔ مگر یہ عشقِ رسول کا غلبہ تھا۔ کہ صحابہ ایسی وحشیانہ سزاؤں کا مقابلہ کرتے تھے اور ان کے عشق میں اور زیادہ ترقی ہوتی جاتی تھی۔

جان اور محبتِ رسول

جنگ احد میں حضرت سعد کی جاں نثاری دیکھنے والی تھی۔ فریق مخالف تیروں کی بارش کر رہا تھا۔ اور ایسے نازک موقع پر حضرت سعد اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضور کو بغرضِ حفاظت اپنی پلیٹھ کے پیچھے لے کر ان کے تیروں کا جواب دے رہے تھے۔

حضرت خبیب

ایک معرکہ میں ایک کافر نے حضرت خبیب کے جگر کو چھیدا۔ اور کہا کہ اب تو تمہیں پسند ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گرفتار ہو جائیں اور ان کے بدلے تمہیں چھوڑ دیا جائے خبیب نے نہایت جوش سے جواب دیا کہ خدا جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لئے نبی علیہ السلام کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔

ایک خاتون کا جوشِ محبت

بنی دینار کی ایک خاتون تھیں جن کے شوہر، بھائی، باپ جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ وہ کہتی تھیں کہ مجھے یہ بتاؤ کہ حضور کا کیا حال ہے لوگوں نے کہا وہ بخیریت ہیں۔

خاتون کہنے لگیں۔ مجھے دور سے دکھلا دو۔ جب دُور سے چہرہ اقدس دیکھ لیا تو کہا کہ:

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ”	اب مجھے بھائی، باپ، شوہر کی شہادت کا غم نہیں کیونکہ میرے آقا بخیریت ہیں۔

انس بن نضر کی جاں نثاری

جنگ احد میں مشہور ہوا کہ حضور کا وصال ہو گیا۔ حضرت انس بن نضر نے دیکھا کہ مسلمان ہتھیار پھینک کر مغموم بیٹھے ہیں۔ انس بن نضر نے جوش میں آکر کہا

مُوْتُوْا عَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔	آؤ جہاں رسول اللہ نے جان دے دی وہاں ہم بھی اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں اب زندہ رہ کر کیا کریں گے۔

چنانچہ یہ جاں نثار ستر زخم کھانے کے بعد شہید ہو گئے۔

الغرض سیرۃ کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ حسنِ یوسف دیکھ کر زنانِ مصر نے

صرف اپنے ہاتھ کاٹے تھے مگر حضور علیہ السلام کا ایسا بے مثال جمال تھا۔ جس پر مردانِ عرب نے اپنا تن من دھن سب کچھ ہی قربان کر دیا۔ ؎

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

حسنِ محمدی

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ چشمِ عالم حسنِ محبوبِ خدا کے دیکھنے سے عاجز اور آپ کے حسن و جمال کی حقیقت و ماہیت کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ چہرہ نبی پر ستر ہزار حجابِ جمال ہیں۔ اور آپ کا کمال ظہور ہی حجاب ہے۔ مگر اس کے باوجود اس حجاب سے جو حسن کی کرنیں ظاہر ہوتی تھیں۔ وہ بھی حسن یوسف سے بدرجہا افضل و اعلیٰ تھیں۔

کوئی انہیں کرنوں کو دیکھ کر چہرہ اقدس کو چاند کہتا ہے اور کوئی سورج اور کوئی وصفِ رُخ سے عاجز آ کر مقامِ حیرت میں یہ جملے زبان پر لاتا تھا۔

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ۔
(ترمذی شریف)

ان جیسا حسن ہم نے نہ ان سے قبل دیکھا اور نہ ان کے بعد غرضکہ ؎

بلبل نے گل انکو کہا قمری نے سروِ جاں فزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

۱۔ اُم المومنین محبوبہ سید المرسلین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن نرالا تھا۔ بدن کا رنگ نورانی تھا۔

لَمْ يَصِفْهُ وَاصِفٌ قَطُّ اِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهٗ بِالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ (خصائص ج ۱ ص ۶۷)

جو بھی آپ کا وصف کرتا۔ چودھویں کے چاند سے تشبیہ دیتا تھا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا جب میں چہرہ اقدس کو دیکھتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ

كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ۔

آفتاب چہرہ مبارک میں جاری ہے۔ ؎

چودھویں کا چاند ہے روئے حبیب
اور ہلالِ عید ابروئے حبیب

۳۔ حضرت ہمدان کہتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے کہا حضور کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دو تو میں نے کہا

كَالْقَمَرِ لَيْلَةِ الْبَدْرِ لَمْ اَرٰى قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ (حجۃ اللہ ص ۶۷۹)	حضور کا چہرہ چودھویں کا چاند تھا۔ میں نے آپ سا حسین کہیں نہیں دیکھا۔

۴۔ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ جب حضور پر مسرت و خوشی کے آثار ظاہر ہوتے تو

چہرہ اقدس ایسا چمکدار ہو جاتا

كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ	گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔

۵۔ حضرت برا ابن عازب سے کسی نے پوچھا کیا چہرہ اقدس لمبا تھا۔ حضرت براء نے فرمایا۔

لَا بَلْ مِثْلُ الْقَمَرِ وَالشَّمْسِ مُسْتَدِيْرًا (مسلم شریف)	نہیں! چاند اور سورج کی طرح گول تھا۔

۶۔ حضرت علی مرتضٰی فرماتے ہیں کہ:۔

اِنَّ بُنَيَّكُمْ صَبِيْحُ الْوَجْهِ كَرِيْمُ الْحَسَبِ حَسَنُ الصَّوْتِ (خصائص ج ۱ ص ۷۶)	تمہارے نبی نمکین حسن۔ اعلٰے نسب اچھی آواز والے ہیں۔ ؎

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم | وہ ملیح دل آرا ہمارا نبی

یہ چاند اور سورج سے تشبیہ صرف تشبیہ ہی تھی حقیقت میں چہرہ مبارک چاند سے زیادہ روشن تھا۔ چنانچہ حضرت جابر ابن ہمرہ فرماتے ہیں کہ چودھویں کا چاند اپنی پوری چمک اور دمک کے ساتھ نکلا ہوا تھا۔ اور مدنی تاجدار دوعالم کے سردار سرخ رنگ کا دھاری دار حلہ مبارک زیب تن کئے تشریف فرما تھے۔ تو میں نے مقابلہ کے لئے ایک نظر آسمانی چاند پر ڈالی اور ایک نظر مدنی چاند پر اور موازنہ کیا کہ کون زیادہ خوبصورت ہے۔

فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِىْ مِنَ الْقَمَرِ۔	تو مجھے یقین ہو گیا کہ مدنی چاند آسمانی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے۔

آسمانی چاند میں میل تھا۔ اور محبوب کبریا کا چہرہ منور میل سے پاک تھا ؎

رُخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں | شب زلف یا مشکِ ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حقیقت یہ ہی ہے کہ چہرہ اقدس کی تعریف و توصیف کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ صحابہ کرام حیران ہیں کہ چہرۂ انور کے حسن و جمال و خوبی و کمال کو کن لفظوں سے بیان کریں۔ آخر ان کی نظر چاند سورج پر پڑتی ہے۔ کہ لوگوں کے نزدیک چاند سے زیادہ کوئی دوسری چیز روشن نہیں۔ اسی لئے وہ حسنِ نبوی کو چاند سے تشبیہ دے کر بیان

فرما دیتے ہیں ورنہ ؎

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہدوں انکے چہرہ کو
میں انکے نقش پا پر چاند کو قربان کرتا ہوں

یہی وجہ ہے کہ حضرت مولائے کائنات علی مرتضےٰ کرم اللّٰہ وجہہ الکریم حضور علیہ السلام کے سر مبارک سے لے کر پائے اقدس تک اعضائے کریمہ کی صفت بیان کرتے ہوئے عاجز آجاتے ہیں تو حضور کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دیتے کیونکہ ؎

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
اس کے منہ پر چھائیاں حضرت کا چہرہ صاف ہے

اس لئے فرماتے ہیں :۔

لَمْ اَرَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

کہ میں نے حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے قبل اور آپ کے بعد آپ جیسا حسین نہیں دیکھا۔

یعنی ؎

حسن ہے بے مثل صورت لاجواب
میں فدا تم پر آپ ہوا اپنا جواب

پیراہنِ یوسف

حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ ہیں۔ ابتلاء و آزمائش کے ختم ہونے کے بعد آپ کے سر پر تاج حکومت ہے۔ ادھر کنعان میں قحط پڑتا ہے۔ اور آپ کے بھائی غلہ حاصل کرنے کے لیے مصر آتے ہیں۔ آپ انہیں پہچان جاتے ہیں اور اپنے والد کا حال پوچھتے ہیں۔ برادران یوسف عرض کرتے ہیں کہ آپ کے فراق و غم میں روتے روتے ان کی آنکھیں سپید ہو گئی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ جواب سن کر فرماتے ہیں۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا۔
(قرآن حکیم)

میرا یہ قمیض لے جاؤ اور والد کے چہرہ پر ڈال دو۔ وہ بصیر ہو جائیں گے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللّٰہ کے برگزیدہ بندوں کے استعمال شدہ کپڑے بھی رحمتوں اور برکتوں کے حامل ہو جاتے ہیں اسی لئے پیراہن یوسف علیہ السلام سیدنا یعقوب

علیہ السلام کی آنکھوں کے لئے علاجِ شافی ہوگیا۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک برگزیدہ پیغمبر تھے اور اس طرح ان کے پیراہن کی برکت سے آنکھوں کا اچھا ہوجانا ان کا معجزہ تھا۔ لیکن جامع جمیع کمالاتِ انبیاء حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان نرالی ہے۔ نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ہی نہیں بلکہ آپ کی ہر چیز رحمت و برکت کی حامل ہے اور بلاؤں کو دور امراض کو زائل کر دینے کی طاقت رکھتی ہے۔

قمیض مبارک کی برکات

ابنِ عدی محمد بن جعفر سے راوی کہ سنان بن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اپنی قمیض کا ایک ٹکڑا دے دیجئے۔ میں اس کو بطور تبرک اپنے پاس رکھوں گا۔ محمد بن جابر کہتے ہیں میرے باپ نے کہا حضور کی قمیض مبارک کا وہ ٹکڑا ابا عن جد میرے ہاتھ آیا۔

یُغۡسَلُھَا لِلۡمَرِیۡضِ یُسۡتَشۡفیٰ بِھَا۔ (خصائص ج ۱ ص۱۱۲)	یہ قمیض کا مقدس ٹکڑا مریضوں کو دھو کر پلایا جاتا ہے اور اس کی برکت سے شفا حاصل کی جاتی ہے۔

جُبّہ مبارک

امام مسلم حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سبز رنگ کا دھاری دار جُبّہ دکھایا اور فرمایا۔ یہ وہ مبارک جُبّہ ہے۔ جسے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم زیبِ تن فرماتے تھے۔

فَنَحۡنُ نَغۡسِلُھَا فَنَسۡتَشۡفِیۡ بِھَا۔ (حجتہ اللہ علی العالمین ص۴۳۱)	ہم اس جبّہ مبارک کا غسالہ مریضوں کو پلاتے ہیں۔ اور مریض اچھے ہوجاتے ہیں۔

پیالہ مبارک

امام قاضی عیاض اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور علیہ السلام کا ایک پیالہ تھا۔ جب کوئی بیمار ہوتا تو وہ اس پیالہ میں بیماروں کو پانی پلاتیں۔

فَیَشۡفُوۡنَ بِھَا۔ (شفاء)	اور مریض اچھے ہوجاتے۔

چادر مبارک

امام بخاری سہل بن سعد سے راوی۔ ایک دفعہ ایک عورت نے خدمت اقدس میں چادر بطور ہدیہ پیش کی۔ ایک صحابی جو اس وقت موجود تھے کہنے لگے کیسا اچھی چادر ہے۔ حضور نے اپنی چادر انہیں عطا کر دی۔ لوگوں نے ان کو ملامت کی کہ تم جانتے ہو حضور کو چادر کی ضرورت

تھی۔ یہ بھی جانتے ہو کہ سرکار کسی کا سوال رد نہیں فرماتے تم نے سوال کیوں کیا۔

رَجَوْتُ بَرَكَتَهَا حِيْنَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلِّيْ اُكَفَّنُ (بخاری)	میں نے یہ چادر اس لئے لی ہے تاکہ اس میں دفن کیا جاؤں اور اس کی برکت سے بخش جاؤں۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضور کے ملبوسات اور استعمال شدہ اشیاء کو متبرک جانتے تھے اور ان سے شفا اور برکت کی امید رکھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کی استعمال شدہ اشیاء کو متبرک سمجھنا۔ ان سے برکت کی امید رکھنا جائز ہے۔ بدعت یا شرک نہیں ہے۔ بلکہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جب حضور کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو بعد از غسل آپ نے اپنا تہبند مبارک دیا اور فرمایا:

اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ	ان کے کفن کے ساتھ میرا تہبند بھی ملا دو

علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا تہبند مبارک کیوں عطا فرمایا۔

وَالْحِكْمَةُ فِيْ اِشْعَارِهَا بِهٖ تَبْرِيْكُهَا۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۰۵)	اشعار میں حکمت یہ تھی تاکہ ان کے کفن میں برکت ہو جائے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خود حضور نبی کریم علیہ السلام بھی اپنی استعمال شدہ اشیاء کو برکت و رحمت تصور فرماتے تھے۔

چادر مبارک کی عجیب برکت

مولانا روم مثنوی میں اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں کہ کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آج بہت تیز بارش آئی۔ آپ قبرستان میں تشریف فرما تھے۔ مگر آپ کے کپڑے نہیں بھیگے۔ فرمایا۔ عائشہ تم نے کیا اوڑھا ہوا ہے۔ عرض کی آپ کی تہبند شریف۔ فرمایا ؎

گفت بہرِ آں نمود اے پاک جیب | چشمِ پاکت را خدا باران غیب
نیست ایں باران ایں ابر شمار | ہست باران دیگر و دیگر شمار

یعنی :۔ اے عائشہ! میرے تہبند شریف کی برکت سے تمہیں یہ نظر آگیا یہ پانی نہ تھا۔ یہ تو انوار و برکات الٰہیہ کی بارش تھی۔ جو مجھ پر برس رہی تھی۔ اے عائشہ اس بارش کا بادل اور آسمان ہی دوسرا ہے۔"

یعنی یہ بارش تمہیں اس لئے نظر آگئی کہ تمہارے سر پر میرا تہبند مبارک ہے۔ اسی کی برکت سے تمہاری آنکھوں سے حجاب اُٹھ گئے۔ اور تم نے انوارِ الٰہی کا مشاہدہ کر لیا۔ ورنہ یہ کسی کو نظر نہیں آتے سبحان اللہ الغرض وہ پیراہن یوسف علیہ السلام ہے اور یہ حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ملبوسات اور آپ کے استعمال شدہ اشیاء کے برکات و حسنات ہیں۔ بغور پڑھئے۔ ایمان تازہ کیجئے اور سوچیئے کہ اللہ کے برگزیدہ بندے کیسی کیسی برکتوں نعمتوں کے مالک ہیں۔

یدِ بیضا

میں یدِ بیضا کے صدقے اے کلیم
پھر کہاں ان کی کفِ پا کا جواب

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یدِ بیضا ملا۔ جس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھی۔ لیکن سیدالانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے جسمِ اقدس کے ہر عضو کو اللہ تعالیٰ نے نور بنایا۔ یعنی حضرت موسیٰ کا ہاتھ چمکتا ہے۔ اور محمد مصطفےٰ علیہ السلام سرتاپا چمکدار ہیں۔ اور ایسے چمکدار ہیں۔ کہ اندھیرا آپ کی چمک سے اجالا بن جاتا ہے۔ اور لیلِ مظلم آپ کے نور سے روشن و منور ہو جاتی ہے ؎

سب چمک والے اجلوں میں چمکا گئے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

١۔ ام المومنین محبوبہ سید المرسلین عائشہ صدیقہ عفیفہ پارسا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بوقتِ سحر کچھ سی رہی تھی۔ میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ تلاش کی مگر بوجہ ظلمت نہ ملی۔ اتنے میں مہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ سے تشریف لائے۔

فتبینتِ الاِبرۃُ بشُعاعِ نورِ وَجہِہا (حجۃ اللہ)	آپ کے چہرہ انور کی روشنی میں میں نے اپنی گم شدہ سوئی دیکھ کر اٹھالی ؎

سوزن گمشدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

٢۔ بالیقین دستِ کلیم روشن تھا۔ مگر دستِ مصطفےٰ ایسا روشن و منور ہے۔ اس کی نورانیت کا یہ عالم ہے کہ جس کے چہرہ پر یہ مقدس ہاتھ پھر گیا۔ وہ چودھویں کا چاند بن گیا۔ اور اس چہرہ میں ایسی چمک پیدا ہو گئی کہ اشیاء کے عکس اس میں نظر آنے لگے۔

امام بیہقی حضرت ابو العلاء سے راوی وہ فرماے ہیں۔

عُدتُ قَتادَۃَ مِنَ نُعمانَ فمَرَّ رَجُلٌ	میں حضرت قتادہ کی عیادت کو گیا ایک شخص میرے

فِیْ مُؤَخَّرِ الدَّارِ فَسَ اٰیْتُہٗ فِیْ وَجْھِہٖ (حجۃ اللہ ص۴۳۷)

پیچھے سے گزرا۔ اور میں نے اس کی صورت قتادہ کے چہرہ میں دیکھ لی۔

فرماتے ہیں۔ قتادہ کے چہرہ پر یہ چمک یہ دمک اس لئے تھی کہ :

کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم مسح وجھہ۔ (حجۃ اللہ ص۴۳۷)

حضور علیہ السلام نے ان کے چہرہ پر اپنا دستِ مبارک پھیر دیا تھا۔

مدائنی اپنے رجال سے تخریج کرتے ہیں۔ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نوری ہاتھ حضرت اُسید کے چہرہ اور سینہ پر پھیر دیا۔ جس کی وجہ سے اُسید کا چہرہ اس قدر روشن ہو گیا کہ

فَکَانَ اُسَیْدُ یَدْخُلُ الْبَیْتَ الْمُظْلِمَ فَیُضِئْیُ۔ (حجۃ اللہ ص۴۳۸)

جب وہ اندھیری کوٹھڑی میں جاتے تو وہ روشن ہو جاتی۔

اَللہُ اَکْبَرُ: یہ کیسا نوری ہاتھ تھا۔ جس نے حضرت اسید کو ایسا روشن کر دیا۔ کہ ان کا چہرہ دوسری چیزوں کو روشن و منور کرنے لگا۔ خیال تو کیجیے جس کے مقدس ہاتھوں نے حضرت اسید کو ایسی بے مثل روشنی عطا فرمائی۔ ایسے نوری ہاتھ والا کیسا روشن و منور ہو گا۔ ؎

لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے   ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی !

۳۔ لاریب دستِ کلیم منور ہے۔ مگر سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دستِ اقدس تاریک قلوب کو روشنی بخشتا ہے۔ اور قلوب ناس کو نورِ ایمان سے منور کرتا ہے۔ دلوں کو ثبات علی الحق کا عطیہ فرماتا ہے۔

امام بیہقی حضرت علی سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا۔ تو میں نے عرض کی سرکار! میں ناتجربہ کار ہوں۔ قضا کے مفہوم کو نہیں سمجھتا۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

فَضَرَبَ بِیَدِہٖ فِیْ صَدْرِیْ ثُمَّ قَالَ اللّٰھُمَّ اھْدِ قَلْبَہٗ وَثَبِّتْ لِسَانَہٗ۔ (خصائص ج ۲ ص۲۷)

اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھا۔ اور فرمایا۔ الٰہی! ان کو احقاق حق کی توفیق دے اور ان کی زبان کو حق پر قائم رکھ۔

حضرت علی فرماتے ہیں۔ اس وقت سے میں نے فریقین کے مقدمات کے فیصلہ میں کبھی غلطی نہ کی ؎

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے   اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

۴۔ ہاں ہاں دستِ کلیم روشن تھا۔ مگر سید الانبیاء نے صحابہ کی انگلیوں کو روشن کر دیا۔ اور اندھیرے میں صحابہ کی انگلیاں روشن ہو کر روشنی کرنے لگیں۔

حضرت امام بخاری اپنی تاریخ میں حضرت حمزہ اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ سفر

میں ہم حضور کے ہمراہ تھے اندھیری رات میں قافلہ کی روانگی کی تیاری ہوئی۔

فَاَضَاءَتْ اَصَابِعِیْ حَتّٰی جَمَعُوْا عَلَیْهَا
طَهْرَهُمْ وَمَا سَقَطَ مِنْ مَتَاعِهِمْ
وَاِنَّ اَصَابِعِیْ لَتُنِیْرُ۔
(حجۃ اللہ ص ۱۷)

تو میری انگلی روشن ہوگئی اور اس کی روشنی میں صحابہ نے اپنا چھوٹا موٹا سامان ڈھونڈ کر اونٹوں پر لاد لیا۔ اور میری انگلی روشنی کرتی رہی۔

دیکھئے حضرت حمزہ کی انگلی شرفِ صحبتِ نبوی کے باعث روشن ہوگئی اور اتنی روشن ہوئی کہ اس کی روشنی میں صحابہ نے اپنا سامان تلاش کرکے اونٹوں پر لاد لیا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا ایسا روشن ہاتھ ہے۔ جس نے صحابہ کے ہاتھوں کو ید بیضا بنا دیا۔

شاخِ خرما کا روشن ہونا

۵۔ اس میں شک نہیں کہ دستِ کلیم روشن تھا۔ مگر اس اعجاز کو بھی دیکھئے کہ محمد مصطفیٰ نے شاخِ خرما کو روشن کر دیا۔ جس کی روشنی میں حضرت قتادہ اپنے مکان تک پہنچ گئے۔ امام ابو نعیم حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ اندھیری رات میں حضور نمازِ عشا کے لئے مسجد میں آئے تو راستے میں آپ کے لئے قدرتی شمع روشن ہوگئی پھر حضور نے حضرت قتادہ کو دیکھ کر فرمایا۔ نماز کے بعد میرے پاس آنا مجھے تم سے کام ہے۔ قتادہ نماز کے بعد خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے پھر جب قتادہ اپنے گھر جانے لگے تو آپ نے انہیں کھجور کی ٹہنیاں عطا فرمائیں۔

فَقَالَ خُذْ هٰذَا یُضِیْئُ لَکَ اَمَامَکَ
عَشْرًا وَخَلْفَکَ عَشْرًا (خصائص ج ۲ ص ۸۳)

اور فرمایا انہیں اٹھا لو۔ دس تمہارے آگے اور دس تمہارے پیچھے روشن ہو جائیں گی۔

صحابہ کی لاٹھیاں

امام بخاری بیہقی و حاکم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباد بن بشر و اسید بن حضیر حضور کی خدمت میں بیٹھے اپنے مطلب کی باتیں کر رہے تھے کہ رات ہوگئی اور سخت ظلمت چھا گئی۔ پھر یہ دونوں اٹھے اور اپنے گھر کو جانے لگے تو ایک صحابی کی لاٹھی روشن ہوگئی۔ جب دونوں کی راہ جدا ہوئی تو۔

اَضَاءَتِ الْاُخْرٰی عَصَاهُ فَمَشٰی
کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِیْ ضَوْءِ
عَصَاهُ حَتّٰی بَلَغَ اَهْلَهُ
(حجۃ اللہ ص ۱۷)

دوسرے صحابی کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی اور یہ دونوں صحابی ان لاٹھیوں کی روشنی میں اپنے گھر تک پہنچ گئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ کا ہاتھ روشن تھا۔ مگر محبوب خدا صلی اللہ علیہ علیہ وسلم سر تا پا ایسے روشن و منور تھے۔ کہ جس چیز کو آپ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ وہ بھی روشن ہو گئی۔

۷۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ روشن ہاتھ تھا۔ مگر دستِ نبوی بے شمار کرامتوں اور رحمتوں کا حامل ہے۔ اور پھر یہ کتنا بڑا عظیم فرق ہے۔ کہ وہ کلیم کا ہاتھ اور یہ حبیب کا ہاتھ ہے۔ یہ وہ ہاتھ ہے جس کا ہر فعل فعلِ الٰہی اور ہر ارادہ خداوندی ہے ؎

جو مصطفٰے کے ہاتھ ہیں وہ کبریا کے ہاتھ
جو کبریا کے ہاتھ ہیں وہ مصطفٰی کے ہاتھ

۸۔ یہ وہ ہاتھ ہے جو جنگ بدر میں کافروں پر کنکر پھینکتا ہے اور خالق کائنات فرماتا ہے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (قرآن)
محبوب! وہ کنکریاں تم نے نہیں ہم نے پھینکی ہیں

امام مسلم حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ حنین میں ہم نے حضور کی معیت میں جہاد کیا۔ صورت ایسی پیش آئی کہ صحابہ کے قدم اکھڑ گئے اور کافروں نے ہجوم کر کے حضور علیہ السلام کو گھیر لیا۔ حضور سواری سے نیچے تشریف لائے اور

ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَۃً مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِہٖ وُجُوْھَھُمْ۔
(خصائص ج ۲ ص ۲۶۸)
ایک مشتِ خاک لے کر کافروں کے منہ پر ماری اور شاہت الوجوہ فرمایا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر کافر کی آنکھوں میں وہ کنکریاں بھر گئیں اور دشمن پیٹھ دے کر بھاگا۔ سبحان اللہ! فتح و شکست حضور کے ہاتھ میں ہے حضور نے ایک مشتِ خاک سے کفار کے لشکر عظیم کو شکست اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ؎

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتہً منہ پھر گیا

۹۔ یہ وہی نوری ہاتھ ہے جس نے درخت کے نیچے صحابہ کو بیعت کیا تھا۔ اور اللہ عزوجل نے فرمایا تھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ (قرآن)
محبوب! تمہارے ہاتھ پر بیعت ہمارے ہاتھ پر بیعت ہے ؎

کیوں خوف بزمِ حشر سے کرتے ہو عاصیو!
دامن پکڑ لو پیارے نبی کا بڑھائے ہاتھ

۱۰۔ اللہ اکبر۔ یہ وہ ہاتھ ہیں جو ساری امت کے خیر خواہ اور ساری کائنات کے لئے رحمت ہیں۔ لوگ پروانہ وار جہنم میں گرنا چاہتے ہیں اور یہ مقدس اور ہمدرد ہاتھ انہیں

روکے کھڑے ہیں۔ چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

اَنْتُمْ تَتَقَحَّمُوْنَ فِی النَّارِ کَالْفَرَاشِ وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِکُمْ۔

تم پروانہ وار جہنم میں گرتے پڑتے ہو اور میں تمہارا بند کمر رو کے کھڑا ہوں ؎

لغزش کرے غلام بنی الوریٰ کہیں
گرنے نہ دیں کبھی وہ پکڑ لیں بڑھا کے ہاتھ

١١- یہ وہ ہاتھ ہیں جو قاسم کائنات ہیں۔ نعم اللہ و برکاتِ ربانیہ کی تقسیم انہیں مقدس ہاتھوں کے سپرد ہے اور یہ مقدس ہاتھ دونوں جہان میں نعمتیں تقسیم فرماتے ہیں بھکاری آتے ہیں اور جھولیاں بھر کر لے جاتے ہیں ؎

دونو جہاں میں بانٹتے ہیں صدقہ صبح و شام
ایسے بڑھے ہوئے ہیں رسول خدا کے ہاتھ

حضرت ابوہریرہ ان مقدس ہاتھوں سے مانگتے ہیں اور ایسی چیز مانگتے ہیں۔ جو نہ محسوس و مبصر ہے نہ دکھتی ہے نہ اٹھا کر دی جا سکتی ہے عرض کرتے ہیں۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَسْمَعُ مِنْکَ حَدِیْثًا فَاَنْسَاہُ فَقَالَ اُبْسُطْ رِدَاءَکَ فَبَسَطْتُ فَغَرَفَ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّ فَضَمَمْتُہٗ فَمَا نَسِیْتُ حَدِیْثًا بَعْدُ (بخاری)

حضور میں آپ سے حدیثیں سن کر بھول جاتا ہوں۔ فرمایا۔ اپنی چادر بچھا۔ میں نے بچھائی آپ نے دو مٹھیاں بھر کر نہ معلوم کیا ڈال دیا۔ پھر فرمایا سمیٹ لے میں نے چادر سمیٹ لی۔ اس وقت سے میں کبھی کسی بات کو نہ بھولا۔

حضرت بتول زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے دونوں شہزادوں کو خدمتِ نبوی میں لے کر حاضر ہوئیں۔ عرض کی ان دونوں کو کچھ عطا فرمائیے۔ قاسم کائنات نے فرمایا۔

اَمَّا الْحُسَیْنُ فَقَدْ نَحَلْتُہٗ نَجْدِیْ وَجُوْدِیْ وَ اَمَّا الْحَسَنُ فَقَدْ نَحَلْتُہٗ حِلْمِیْ وَھَیْبَتِیْ۔

ہم نے حسین کو اپنا کرم اور اپنی شجاعت بخشی اور حسن کو اپنا علم اور اپنی ہیبت عطا فرمائی۔

ناظرین! احادیث بالا پر غور فرمایئے۔ حضور حضرت ابوہریرہ کو حافظہ عطا فرما رہے ہیں۔ ان کی چادر میں نامعلوم کیا ڈال دیا۔ جس کی برکت سے ان کی قوتِ حافظہ بڑھ گئی۔ اور سہو نسیان جاتا رہا اور حضرت حسن و حسین علیہم السلام کو جود و شجاعت حلم و ہیبت عطا فرما رہے ہیں سب جانتے ہیں کہ شجاعت و ہیبت اور قوتِ حافظہ ایسی اشیاء ہیں جو اعراض ہیں۔ نہ محسوس مبصر ہیں۔ اور نہ اجسام ظاہرہ کہ ہاتھ میں اٹھا کر دے دیئے جائیں۔ معلوم ہوا کہ حضور ہر چیز عطا فرماتے ہیں۔ کوئی مانگنے والا ہونا چاہیئے ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں، سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

غرضکہ یہ وہ ہاتھ ہیں جو دافع البلاء و مشکل کشا ہیں۔ بلاؤں کو روکتے اور ہر مشکل میں دستگیری کرتے ہیں اور ہر مصیبت میں کام آتے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ وہ ہاتھ ہیں جو گرتوں کو اٹھاتے، ڈوبتوں کو تراتے، بے سہاروں کو سہارا دیتے ہیں۔ یہ وہ مقدس ہاتھ ہیں۔ جو پھوٹیں آنکھیں بینا، بہرے کان شنوار اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی فرماتے ہیں۔

ابن سعد زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ احد میں حضرت قتادہ کی آنکھ نکل کر ان کے رخسار پر آپڑی۔

فَرَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فَكَانَتْ اَحْسَنَ عَلَيْهِ

(حجۃ اللہ ص۸۲۲)

تو حضور نے دستِ مبارک سے ان کی آنکھ ٹھیک کر دی۔ اور حضور کی بنائی ہوئی آنکھ خدا کی بنائی ہوئی آنکھ سے زیادہ روشن ہو گئی۔

؎ فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

الغرض دستِ نبویؐ بے شمار فضائل و کمالات، اوصاف و کرامات کا حامل ہے۔ اور کیوں نہ ہوں۔ وہ دستِ کلیم ہے اور یہ دستِ حبیب ہے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا ہے ؎

ہر خطِ کف ہے یہاں اے دستِ بیضائے کلیم
موجزن دریائے نورِ بے مثالی ہاتھ میں

شرحِ صدر

حضرت موسیٰ نے بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کی:

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۔ | الٰہی ! میرا سینہ کشادہ فرمادے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کے باوجود اس محبت و کیفیت کے ساتھ ان کا شرحِ صدر نہ ہوا جیسا کہ سید الانبیاء علیہ السلام کا ہوا۔ حضرت موسیٰ دعا کرتے ہیں۔ پھر کہیں ان کے سینہ کو کشادگی بخشی جاتی ہے اور سید الانبیاء چونکہ محبوب ہیں اس لئے آپکے سینہ کو بلا طلب و استدعا کشادہ کیا جاتا ہے۔ اور نہ صرف کشادگی بخشی جاتی ہے بلکہ آپکے وسعتِ صدر کا اعلان بھی

کر دیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ۔ (قرآن)

محبوب کیا ہم نے تمہارے سینہ کو کشادہ نہ فرمایا؟

شرحِ صدر کی روائتیں

حضور علیہ السلام کا شرحِ صدر چار بار ہوا۔ ایامِ طفولیت میں، دس سال کی عمر شریف میں، قربِ بعثت، اور چوتھے شب معراج۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شقِ صدر کی متعدد روائتیں راویوں کے سہو پر مبنی ہیں کیونکہ جب ایک بار سینہ اقدس پاک صاف ہو کر منور ہو گیا۔ پھر کئی بار شقِ صدر کی کیا ضرورت ہے مگر ان لوگوں کا ایسا کہنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ الٰہی حکمت کے ادراک سے فہم انسان قاصر ہے نامعلوم متعدد بار کے شقِ صدر میں کیا کیا حکمتیں تھیں۔

بہر حال یہ تو ظاہر ہی ہے کہ حضرت موسیٰ دعا کرتے ہیں تو ایک بار شرحِ صدر ہوتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا طلب و استدعا چار بار شرح صدر فرمایا جاتا ہے۔

خیال کیجئے کہ جس ہستیٔ پاک کے سینہ کو اللہ عزوجل چار بار شرح فرما کر اس میں انوار و تجلیات ودیعت فرما دے تو اس سینہ اقدس کے علوم و معارف کا کیا ٹھکانہ ہو گا۔ افسوس حضراتِ وہابیہ اس چیز کے مان لینے کے بعد بھی حضور کے علم ناپیدا کنار کو نلپتے تولتے ہیں اور آپ کے علم کی حد مقرر کرتے ہیں۔ حالانکہ سرکار کے اوصاف عیب تناہی سے پاک و منزہ ہیں ؎

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیران ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

شرح صدر کی احادیث

بخاری کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں آرام فرما تھے۔ آنکھیں سوتی تھیں اور دل بیدار تھا۔ ناگاہ جبریل امین چند ملائکہ کے ہمراہ آئے اور حضور کو چاہِ زمزم کے پاس لے گئے۔ اور سینہ اقدس کو چاک کیا۔ پھر آبِ زمزم سے غسل دیا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان و حکمت سے بھرا ہوا لایا گیا۔ اور اس طشت کے سرمایا کو سینہ اقدس میں بھر کر شگاف برابر کر دیا گیا۔

امام مسلم حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اپنے مکان میں تھا۔ پھر مجھے چاہِ زمزم کے پاس لے جایا گیا۔

فَشَرَحَ صَدْرِیْ ثُمَّ غُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ اُتِیْتُ بِطَشْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّلِیًٔا اِیْمَانًا وَّحِکْمَةً فَحُشِیَ بِهَا صَدْرِیْ (خصائص ج ۱ ص ۶۵)

پھر میرے قلب کو سنہری طشت میں آبِ زمزم سے غسل دے کر ایمان و حکمت سے لبریز کر کے میرے سینہ فیض گنجینہ میں رکھ دیا گیا۔

اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ منور حقائق رحمانیہ و معارفِ ربانیہ کا گنجینہ ہے۔ ہدایت و موعظت کا خزینہ ہے۔ نبوت و حکمت سے لبریز ہے۔ علم لدنی و نورِ ربی سے معمور ہے۔ اسرارِ الٰہی و تجلیاتِ ایزدی کا مسکن ہے سارے جہان کے علوم اسی سینہ میں بند ہیں۔ حتیٰ کہ یہ اتنا وسیع ہے کہ عالمِ غیب و شہادۃ اس مقدس سینہ کی وسعت میں سما گئے۔

تمام انبیاء کرام اسی سینہ فیض گنجینہ سے فیض لیتے رہے۔ اور سارے اولیا اسی سینہ بے کینہ سے علوم و معارف کے خزینے حاصل کرتے ہیں ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اور چونکہ اللہ عز و جل نے سینہ نبی کو کشادہ فرما کر اس میں جہان کے علوم بھر دیئے ہیں۔ اس لئے حضور کا فہم ادراک علم و حکمت فہم بشری سے بالاتر ہے اور تعلیم و تعلم سے پاک و منزہ ہے یعنی نہ آپ کو کسی کے سامنے زانوئے ادب طے کرنا پڑا ہے اور نہ کسی کے شاگرد ہوئے ہیں

؎ لکھے نہ پڑھے جنابِ الا شاگردِ رشید حق تعالیٰ

النبی الامی

اس لئے قرآن حکیم نے حضور علیہ السلام کو نبی امی و رسول امی فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ | مسلمان وہ ہیں جو رسول امی کا اتباع کرتے ہیں۔

کتاب مجید کا حضور علیہ السلام کو لقب امیت سے یاد کرنا۔ اس امر پر سختی سے روشنی ڈالتا ہے کہ یہ رسول وہ ہیں۔ جن کی تکمیل حظیرہ قدس میں ہوئی ہے۔ ان کو اگر شاگردی کا شرف حاصل ہے تو صرف خدا سے ہے یہ ہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے فصحاء بلغاء علماء اور فلاسفروں کی جماعتیں دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر یہ اقرار کرتی ہیں۔ کہ ہمارا علم اور حضور کا عرفان قطرہ اور تلاطم کی بھی مثال نہیں رکھتا۔ اور فصحائے عدنان و بلغائے قحطان کا تو یہ حال ہے کہ: ؎

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

غور کیجئے کہ وہ شخص کریم جس نے دنیا میں کسی سے تعلیم نہ حاصل کی۔ جو ایک جاہل اور ان پڑھ قوم میں مبعوث ہوئے۔ جن کے لئے تعلیم و تعلم کے تمام اسباب مفقود تھے۔ وہ ساری کائنات کے استاد اور دوتو عالم کے دقیقہ دان ہیں۔ دماغ کو روشن، قلب کو متجلی، روح کو منور کر دینے والی تعلیم دے رہے ہیں۔ تہذیب، اخلاق، تدبیرِ منزل اقتصادیات، عمرانیات کے سبق پڑھا رہے

ہیں۔ سچ ہے ؎

اُمی و دقیقہ دانِ عالم | بے سایہ سائبانِ عالم

حظیرہ قدس کے متعلم

چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ قَالَ الزُّہْرِیُّ اَیْ عَلَّمَنِیْ (جواہر البیان ج ۱ ص ۶۷۳)	مجھے میرے ربّ نے پڑھایا اور بہترین تعلیم دی

ابن عساکر تخریج کرتے ہیں کہ صدیق اکبر نے عرض کی یارسول اللہ میں نے عرب کا طواف کیا کلامِ فصحا کو سنا۔ مگر آپ سے زیادہ فصیح کسی کو نہ پایا۔ تو آپ کو کس نے تعلیم دی۔ حضور نے فرمایا:

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ (جواہر البیان ج ۱ ص ۹۷۳)	مجھے میرے ربّ نے تعلیم دی ہے۔

نیز ابن عساکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے دربارِ رسالت میں عرض کی:

اِنَّكَ تُکَلِّمُ الْوُفُوْدَ بِکَلَامٍ لَا اَفْہَمُ اَکْثَرَہٗ فَقَالَ اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ۔ (جواہر البیان ج ۱ ص ۲۹۷)	یارسول اللہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ وفود سے ایسی زبان میں باتیں کرتے ہیں۔ جس کا اکثر حصّہ ہم نہیں سمجھتے۔ حضور نے فرمایا مجھے میرے ربّ نے بہترین تعلیم دی ہے۔

ناظرین! آیات و احادیث سے روشن ہوگیا کہ حضور علیہ السلام حظیرہ قدس کے متعلم ہیں۔ انھیں ان کے ربّ نے تعلیم دی ہے۔ اور بہترین تعلیم سے آپ کو نوازا ہے۔ ذرا استاد و شاگرد کی ذاتوں کو ملاحظہ کیجئے۔ پڑھنے والے رحمت العلمین ہیں اور پڑھانے والے رب العلمین ہے۔ رحمٰن نے اپنے عبد خاص کو کیا پڑھایا۔ کتنا پڑھایا۔ کتنے علوم سینہ مصطفےٰ علیہ السلام میں ودیعت فرمائے۔ یہ کون بتا سکتا ہے۔ اور کون آپ کے علم ناپیدا کنار کا ادراک کر سکتا ہے ؎

ایسا اُمّی کس لئے منت کش استاد ہو | کیا کفایت اس کو اقرأ ربک الاکرم نہیں

نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضور علیہ السلام ہر ملک کی زبان جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب مختلف بلاد و امصار سے وفود حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو حضور ہر ملک کے قاصد سے اسی کی زبان میں گفت گو فرماتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کی آنکھیں

امام طبرانی معجم صغیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ پر تجلی فرمائی۔

كَانَ يَبْصُرُ النَّمْلَةَ عَلَى الصَّفَاءِ فِى اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ مَسِيْرَةَ عَشْرَةِ فَرَاسِخ۔
(شفا ملا علی قاری ج ۱ ص ۱۷۲)

حضرت موسیٰ اندھیری رات میں صاف پتھر پر دس فرسخ کے فاصلہ سے چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد تجلی طور حضرت موسیٰ کی آنکھیں ایسی روشن و منور ہو گیئں کہ اندھیری رات میں دس فرسخ کے فاصلے سے چیونٹی جیسی باریک چیز آپ کو نظر آنے لگی اور رات کی ظلمت زمین کی مسافت آپ کی آنکھوں کے لئے حجاب نہ بنی۔

علماء فرماتے ہیں۔ کوہ طور کی تجلیّ سوئی کے ناکے کے کروڑویں حصّہ کی تجلی تھی۔ جب اس آسان سی تجلیّ کے باعث موسیٰ کلیم کی آنکھوں کی یہ کیفیت ہے تو ان کا کیا کہنا۔ جن کی مقدس آنکھوں نے اللہ عزّ وجل کو دیکھا۔ اور بچشم سر دیکھا۔ اور اس شان سے دیکھا کہ خود ربّ العزت فرماتا ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (قرآن مجید)

مجھے دیکھنے میں پلک بھی تو نہ جھپکی

محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء نے عین ذات کو دیکھا۔ چشم نبی نے جو کچھ دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى۔ (قرآن مجید)

میرے محبوب نے جو کچھ دیکھا۔ دل نے اسے نہ جھٹلایا۔

اللہ اکبر! وہ موسیٰ تھے۔ جو آسان سی تجلیّ کی تاب نہ لا سکے۔ بے ہوش ہو کر زمین پر آرہے۔ یہ محبوب خدا ہیں جو ذات کو دیکھ رہے ہیں۔ قلب اقدس مطمئن اور چہرہ مبارک متبسّم ہے۔ یعنی بحالت تبسّم خالق اکبر کو دیکھ رہے ہیں ؎

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ جمال
تو عین ذات می نگری در تبسّمی

حضور نے خدا کو دیکھا

امام احمد بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور نے فرمایا:۔

رَاَيْتُ رَبِّىْ (خصائص ج ۲ ص ۱۶۱)

میں نے اپنے ربّ کو دیکھا۔

امام بخاری حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ تو

وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّتِ فَتَدَلّٰی حَتّٰی كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی
(بخاری کتاب التوحید)

عزت والا جبّار خدا اتنا قریب ہوا کہ آپ کے اور خدا کے درمیان دو کمانوں کا فیصلہ رہ گیا۔

خود رب العزت قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۔ (قرآن مجید)

پھر حضور قریب ہوئے اور اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

غرضکہ آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ سرور کائنات اشرف موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزّ وجل کو دیکھا۔ اور حضرت موسیٰ نے صرف تجلّی دیکھی۔ خدا کو نہ دیکھ سکے تو جب حضرت موسیٰ ایک تجلّی کے مشاہدے سے ایسے بصیر ہو گئے کہ آپ اندھیری رات میں دس فرسخ کے فاصلے سے چیونٹی دیکھ لیتے ہیں۔ تو حضور علیہ السلام نے عین ذات کو دیکھا ہے۔ لہٰذا حضور کی بصارت و رویت کس درجہ کی ہو گی۔ اور آپ کتنی مسافت سے اشیاء کا ادراک فرماتے ہوں گے۔

ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ کے لئے ایک تجلّی باعث اندھیرا اور مسافت حجاب نہ بنا۔ اور اشرف انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے لئے ربّ تعالیٰ کے مشاہدہ کے بعد کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہ رہا اور حضور علیہ السلام کی چشمان حق بیں نے سارے عالم کا احاطہ کر لیا ہے ؎

بھلا عالم سی شے مخفی رہے اس چشمِ حق بیں سے
کہ جس نے خالق عالم کو بیشک بالیقیں دیکھا

حضور کی آنکھوں کیلئے اندھیرا حجاب نہیں ہے

حضرت موسیٰ کی آنکھوں کے لئے اندھیرا حجاب نہ بنا اور آپ نے اندھیرے میں چیونٹی کو دیکھ لیا۔ تو محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اندھیرا کیسے حجاب بن سکتا تھا۔ انہوں نے تجلی دیکھی تھی۔ اور حضور نے ذاتِ حق کا مشاہدہ فرمایا ہے۔

امام بیہقی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی۔ وہ فرماتی ہیں کہ :-

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرٰى فِى الظُّلْمَاءِ كَمَا يَرٰى فِى الضَّوْءِ

حضور علیہ السلام اندھیرے اور اجالے میں یکساں دیکھتے تھے۔

(خصائص ج ۱ ص ۶۱)

امام بیہقی و ابونعیم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرٰی بِاللَّیْلِ فِی الظُّلْمَۃِ کَمَا یَرٰی فِی النَّھَارِ بِالضَّوْءِ	کہ حضور علیہ السلام رات کے اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے۔ جس طرح دن کے اجالے میں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجلیاتِ ربانیہ حضور کی مقدس آنکھوں میں سرایت کر گئی تھی۔ اب یہ آنکھیں دیکھتی تھیں تو نورِ خدا سے دیکھتی تھیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جہانگیر تاریکی حجاب نہیں بنتی اور حضور آگے پیچھے دور اور نزدیک یکساں دیکھتے تھے۔

حضور آگے پیچھے یکساں دیکھتے ہیں

امام مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ سرورِ کائنات اشرفِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو۔ میں تمہارا امام ہوں۔ مجھ سے پہلے رکوع اور سجدہ نہ کیا کرو۔ کیونکہ

فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ اَمَامِیْ وَمِنْ خَلْفِیْ۔	میں آگے اور پیچھے یکساں دیکھتا ہوں۔

(خصائص ج ۱ صلا)

ضمائر قلوب

بلکہ حضور علیہ السلام کی آنکھیں ایسی اشیاء کا ادراک فرماتیں۔ جنہیں کلیم و خلیل کی آنکھیں نہ دیکھ سکیں۔ اور یہ آنکھیں ان چیزوں کو دیکھتی ہیں جہاں موسیٰ کلیم کی نظریں نہیں پہنچتیں۔ حضور کی مقدس نظریں ضمائر قلوب اور دل کے وساوس کا بھی ادراک فرماتی ہیں ؎

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائیے امی تیری دانائی کی

امام بخاری تاریخ میں اور بیہقی اور ابونعیم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے ہمراہ مسجد میں گیا۔ وہاں کچھ لوگ ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگ رہے تھے حضور نے فرمایا۔ جو کچھ میں ان کے ہاتھوں میں دیکھتا ہوں۔ تو بھی دیکھتا ہے۔ میں نے عرض کی نہیں۔

قَالَ بِاَیْدِیْھِمْ نُوْرٌ قُلْتُ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّرِیَنِیْہِ فَدَعَا اللّٰہُ فَاَرَانِیْہِ۔ (خصائص ج ۲ ص۸۶)	فرمایا ان ہاتھوں میں نور ہے۔ میں نے عرض کی سرکار دعا کیجئے مجھے بھی نظر آجائے۔ آپ نے دعا فرمائی وہ نور مجھے بھی نظر آگیا۔

اللہ کی رحمت اور سکینہ ایسی چیزیں ہیں کہ آنکھ ان کے ادراک سے قاصر ہے۔ یہ سکینہ و رحمت نور ہوتا ہے جس کو چشم نبوی ہی دیکھ سکتی ہے یا آپ کی دُعا سے یہ انوار و برکات ایزدی اوروں کو بھی دکھائی

دے جاتے ہیں۔

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ یہ ہی ہے؟

فَوَاللّٰهِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ (بخاری ج ۱ ص۵۹)

خدا کی قسم مجھ پر تمہارے رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں ہیں۔

ناظرین! خشوع ایک کیفیتِ قلبی کا نام ہے جو نمازی کو نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ مگر نگاہِ مصطفٰے علیہ السلام کے قربان کہ مصلی کے خشوع کا ادراک کر رہی ہیں۔

ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے خشوع رکوع سجود اور ضمائر قلوب و کیفیاتِ نفسانیہ حضور پر پوشیدہ نہیں ہیں ؎

سرِ عرش پر ہے تری گذر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضور کی سرعتِ نظر

اوپر گزرا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرعتِ نظر کا یہ عالم تھا کہ آپ دس فرسخ سے چیونٹی دیکھ لیتے تھے۔ مگر حضور کی سرعتِ نظر کا کیا کہنا ہے۔ ان نظروں کے لئے دس فرسخ کی مسافت کیا چیز ہے۔ یہ نظریں تو روئے زمین کا دورہ کرتیں اور آنِ واحد میں مدینہ سے ملکِ شام میں پہنچتی ہیں۔

روئے زمین پر حضور کی نظر ہے

امام ابو نعیم حضرت یعلیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت یعلیٰ جنگِ موتہ کے واقعات حضور کو سنانے آئے تو حضور نے فرمایا:

اِنْ شِئْتَ نَاخْبِرْنِیْ وَاِنْ شِئْتَ فَاُخْبِرُكَ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَخْبَرَهُمْ كُلَّهٗ وَوَصْفَهٗ۔ (خصائص ج ۲ ص۲۵۹)

یعلیٰ! اگر تم کہو تو جنگِ موتہ کے تفصیلی حالات تم سے پہلے میں ہی سنا دوں۔ اور اگر تم چاہو تو تم ہی سناؤ۔ یعلیٰ نے عرض کی سرکار آپ ہی بیان کر دیں۔ حضور علیہ السلام نے جنگ موتہ کے تمام واقعات بیان فرما دیئے

یہ سن کر حضرت یعلیٰ نے کہا مجھے قسم ہے۔ اس ذاتِ مقدس کی جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے آپ کے بیان اور واقعاتِ جنگ میں سرِ مو فرق نہیں ہے۔ یعنی جیسا آپ نے بیان فرمایا ہے ویسے ہی ہوا ہے۔

ناظرین! اس حدیث سے حضور کی سرعتِ نظر کا حال معلوم ہوا۔ کہ آپ نے مدینہ میں تشریف رکھتے ہوئے غزوہ موتہ کے تفصیلی حالات بیان فرما دیئے۔ معلوم ہوا کہ قرب و بعد کے قوانین سے اللہ تعالیٰ نے چشمِ نبوی کو مستثنیٰ فرما لیا ہے یہ قوانین دوسروں کی آنکھوں کے لئے ہیں یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں۔ جبھی تو کوئی چیز حجاب نہیں بنتی۔ نور اندھیرے کو اجالا بنا دیتا ہے اور حجابات کو چیرتا پھاڑتا نکل جاتا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے برج آمنہ سے طلوع فرمایا۔

فَوَضَعَتْهُ تَحْتَ بُرْمَةٍ فَانْفَلَقَتْ (خصائص کبریٰ)	تو آپ کو ایک طشت کے نیچے چھپا دیا۔ طشت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

سب چمک والے اجلوں میں چمکا کئے ٥ اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

حضور نے مدینہ میں شام اور حبشہ کے حالات بیان فرمائے

امام بخاری حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَی النَّجَاشِیَّ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ (خصائص ج ۲)	جس دن حبشہ میں نجاشی کا انتقال ہوا تو حضور نے مدینہ میں ہمیں اس کے انتقال کی خبر سنائی

حضرت نجاشی کا انتقال حبشہ میں ہوا مگر حضور نے مدینہ میں ان کے انتقال کی خبر سنائی معلوم ہوا کہ چشمانِ مصطفےٰ آنِ واحد میں مدینہ سے حبشہ تک پہنچتی ہیں۔ اور دریا پہاڑ سمندر مسافت و بعد ان نظروں کے لئے حجاب نہیں بنتے۔

اور اس سے بھی عجیب واقعہ وہ ہے جسے امام بخاری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے زید، جعفر، ابن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان کے شہید ہونے کی اطلاع دی۔ آپ مدینہ میں تشریف رکھتے ہوئے فرما رہے تھے۔

اَخَذَ الرَّایَةَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ الرَّایَةَ جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ ابْنُ رَوَاحَةَ۔	اب فوج کا نشان زید نے اٹھایا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔ اور اب جعفر نے جھنڈا اٹھایا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب رواحہ نے پرچم اسلام اپنے ہاتھوں میں لیا اور وہ

فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى
اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ
سُيُوْفِ اللّٰهِ۔ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ

(بخاری ج ۲ ص ۶۱۱)

بھی شہید ہوئے۔ حضور یہ فرماتے جا رہے تھے۔ اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر فرمایا کہ اب فوج کا جھنڈا سیف من سیوف اللہ خالد ابن ولید نے اٹھایا۔ اور مسلمانوں کو فتح ہو گئی۔

ناظرین! یہ واقعہ بھی غزوہ موتہ کا ہے جو ملک شام میں واقع ہوا ہے۔ حضور کی سُرعت نظر دیکھئے کہ مدینہ سے ملک شام تک پہنچ رہی ہیں اور وہاں لشکر صحابہ کے جرنیلوں کو جھنڈا اٹھاتے اور شہید ہوتے دیکھ رہی ہیں اور مدینہ میں شام کے حالات حضور صحابہ کو سنا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ دس فرسخ کی مسافت سے اشیاء کا ادراک کرتے ہیں اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن آنکھیں روئے زمین کا دورہ کرتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا ہے ؎

سارے اُونچوں سے اُونچا سمجھئے جسے
ہے اس اُونچے سے اُونچا ہمارا نبی

* * *

عالم علوی

رویت کلیم کی حدیث پر پھر غور کیجئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بعد تجلی طور دس فرسخ کے فاصلہ سے اندھیری رات میں چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔ ایک فرسخ ڈیڑھ میل کا ہوتا ہے۔ دس فرسخ کے پندرہ میل بنے۔ گویا حضرت موسیٰ نے پندرہ میل دور کی چیزوں کا ادراک فرمایا اور وہ بھی زمین پر اور عالم سفلی میں۔ مگر حضور علیہ السلام کی نظروں کے سامنے پندرہ میل کی مسافت کیا ہے۔ یہ نظریں تو ہزاروں میل دور کی چیزوں کو دیکھ لیتی ہیں۔ اور عالم علوی و عالم سفلی کے ہر ذرہ کا ادراک فرماتیں۔ یعنی حضرت موسیٰ کی نظریں زمین پر اور محمد مصطفٰے کی نظریں لامکان تک پہنچتی ہیں ؎

سرگیں آنکھیں حریمِ حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رہنا نور کا

حضور نے زمین سے جنت کو دیکھا

ابن سعد ابو عامر سے روایت کرتے ہیں کہ جب مدینہ میں حضرت جعفر کی شہادت کی اطلاع پہنچی تو حضور علیہ السلام تھوڑی دیر غمگین رہے اور پھر مسکرانے لگے۔ صحابہ کرام نے سبب مسکراہٹ دریافت کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اَحْزَنَتْنِیْ قَتْلُ اَصْحَابِیْ حَتّٰی رَاَیْتُ ھُمْ فِی الْجَنَّۃِ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِیْنَ

(خصائص ج ۲ ص ٦٦)

مجھے میرے اصحاب کی شہادت کا رنج ہوا لیکن ابھی میں نے دیکھا کہ جعفر اپنے بھائیوں کے ساتھ بہشت میں ایک دوسرے کے مقابل تخت پر بیٹھے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں مسکرا دیا۔

امام بخاری حضرت اسماء سے راوی۔ وہ فرماتی ہیں کہ سورج گہن ہوا۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے نماز گہن ادا فرمائی پھر خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

مَا مِنْ شَیْءٍ لَّمْ اَکُنْ رَاَیْتُہٗ اِلَّا رَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا حَتّٰی الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ (خصائص ج ۲ ص ۹۵)

جو چیز میں نے نہیں دیکھی تھی۔ اب میں نے اپنے اسی مقام سے دیکھ لیں۔ یہاں تک کہ جنّت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔

ناظرین! ان احادیث سے واضح ہوگیا۔ کہ چشمان نبوی عالم علوی کا مشاہدہ کرتی ہیں اور یہ نظریں آنِ واحد میں جنت و دوزخ تک پہنچتی ہیں۔ العظمۃ للہ۔ حضرت موسیٰ پندرہ میل کے فاصلہ سے اشیاء کو دیکھتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام جنّت ودوزخ جو لاکھوں برس کے فاصلہ کی مسافت ہے ان کو دیکھ رہے ہیں۔

ثابت ہوا وہ موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ یہ محمد حبیب اللہ ہیں۔ جس طرح مرتبۂ حبیب مرتبہ کلیم سے افضل واعلیٰ ہے۔ اسی طرح رویت حبیب رویت کلیم سے اکمل ہے ؎

خلق سے اولیا، اولیا سے رُسل　　اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

حضور جنت دکھلانے پر قادر ہیں

اور یہ ہی نہیں کہ جنّت و دوزخ اور ساری کائنات حضور کے پیش نظر ہے۔ بلکہ حضور میں یہ بھی طاقت ہے کہ جس کو چاہیں زمین پر ہی جنت دکھادیں۔ اور جنّت کے رہنے والوں کی آوازیں سنوادیں۔

ابن ماجہ حضرت فاطمہ بنت حسین سے راوی کہ جب حضور کے فرزند حضرت قاسم کا انتقال ہوا۔ تو حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ میری آرزو یہ تھی کہ رب تعالیٰ قاسم کو اتنے دن اور زندہ رکھتا تاکہ ان کے ایام رضاعت پورے ہوجاتے۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ حضرت قاسم کے ایام رضاعت جنت میں پورے ہوں گے

لیکن حضرت خدیجہ نے پھر وہی کلمات دہرائے۔ جس پر حضور نے فرمایا۔

اِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰہَ یُسْمِعُکِ صَوْتَہٗ قَالَتْ بَلْ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔

(خصائص ج ۲ ص۸۸)

خدیجہ اگر تم کہو تو میں دعا مانگوں اور حضرت قاسم کی آواز تم جنت سے زمین پر سن لو عرض کی نہیں۔ اللہ اور رسول نے سچ فرمایا۔

اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر احوال برزخ و احوال جنت و دوزخ پوشیدہ نہیں ہیں اور کائنات کا ہر ذرہ حضور پر منکشف ہے۔ اسی طرح آپ میں یہ بھی طاقت ہے کہ جس کو چاہیں زمین پر ہی جنت دکھا دیں۔ اور جنت کے رہنے والوں کی آوازیں سنوا دیں۔ نیز احادیث مذکورہ سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کی خبر ہے لیکن بے خبر آپ کو بے خبر جانتے ہیں ؎

ابلا ریب ہر غیب کے ہیں وہ عالم
مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

آسمانوں پر حضور کی نظر

امام ترمذی حضرت ابوذر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحَقَّ لَھَا اَنْ تَئِطَّ لَیْسَ فِیْھَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَکٌ وَاضِعٌ جَبْھَتَہٗ سَاجِدًا لِّلّٰہِ

(خصائص ج ۱ ص۳۶)

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں۔ جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچراتا ہے۔ اور اس کو لائق ہے وہ چرچرائے۔ کیونکہ آسمان پر چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں ہے۔ جہاں فرشتے سجدہ میں نہ پڑے ہوئے ہوں۔

ناظرین! اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ میرے آقا کی منور آنکھیں ان عجائب و غرائب عالم کا مشاہدہ کرتی ہیں جو سب کی حدِ نظر سے باہر ہے۔ چشمِ نبی طبقات سمٰوات سے پار ہو جاتی ہے ؎

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

غور تو کیجئے کہ زمین و آسمان میں کتنا فاصلہ ہے۔ زمین سے صرف آسمان اول تک پانچ سو برس کی مسافت عظیم ہے۔ اور چشمانِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء آنِ واحد میں پانچ سو برس کی مسافت طے کرتی ہیں۔ اور وہاں کے حالات دیکھ لیتی ہیں۔ جبھی تو حضور فرماتے ہیں کہ آسمان پر چار انگل ایسی جگہ نہیں ہے جو سجود ملائکہ سے خالی ہو۔

ثابت ہوا کہ رویت کلیم سے رویت حبیب مہا سنکھوں درجہ افضل و اعلیٰ ہے۔

اور جسطرح چشم نبوی بے نظیر ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام بے مثل و بے نظیر ہیں۔ کیونکہ ؎

تیرا قد توانا ور دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

تعمیرِ کعبہ

ہوتے کہاں خلیل و بناءِ کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ کی تعمیر فرمائی۔ گویا آپ کو تعمیر بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن سید المرسلین علیہ السلام نے روحِ کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ اور تعمیر بیت اللہ کا شرف حضور کی امت کو بھی حاصل ہوا۔ چنانچہ جب کعبہ منہدم ہو گیا تو قریش مکہ نے اس کی تعمیر شروع کی۔ کعبہ معظمہ کی تعمیر تو مکمل ہو گئی تھی۔ صرف حجرِ اسود کا نصب کرنا باقی رہ گیا تھا۔ اب قریش میں اس بات پر جھگڑا ہوا کہ کون حجرِ اسود کو اٹھا کر کعبہ میں نصب کرے۔ یہ جھگڑا بڑھا۔ اور ہر قریشی حجرِ اسود کے اٹھانے پر اپنی جان تک کی پرواہ نہ کرنے لگا۔ آخر اس پر سب کا اتفاق ہوا کہ جو شخص کل صبح سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو۔ وہی ہمارا حکم ہو گا۔ جو فیصلہ وہ کرے گا۔ وہ ہمیں منظور ہو گا۔

چنانچہ اس صبح سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے اور قریش نے بخوشی آپ کا حکم مان لیا اور حضور علیہ السلام نے فیصلہ یوں فرمایا کہ ایک چادر منگائی اور اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو چادر میں رکھ دیا۔ پھر تمام قریش سے فرمایا کہ اب تم سب مل کر اس چادر کو اٹھاؤ۔ سب نے چادر کو اٹھایا۔ اور سب کو حجرِ اسود کے اُٹھانے کا شرف حاصل ہو گیا جب قریش چادر کو اُٹھا کر دیوارِ کعبہ کے قریب لے گئے تو حضور علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اٹھا کر کعبہ میں نصب فرما دیا۔ (زرقانی ج ۵ ص ۱۹۳)

اس روایت سے روشن ہوگیا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے کعبہ کی تعمیر فرمائی اور حضور نے روحِ کعبہ یعنی حجرِ اسود کو تعمیر کیا۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

وَلَاخَفَاءَ اِنَّ الْبَيْتَ جَسَدٌ وَّرُوْحُهٗ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ (زرقانی ج ۵ ص۱۹۴)	اس میں کوئی خفا نہیں کہ کعبہ جسم ہے اور حجرِ اسود کعبہ کی روح ہے۔

اس لئے دیلمی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اَلْحَجَرُ يَمِيْنُ اللّٰهِ فَمَنْ مَسَحَهٗ فَقَدْ بَايَعَ اللّٰهَ (زرقانی ج ۵ ص۱۹۴)	کہ حجرِ اسود یمین اللہ ہے۔ اس کو ہاتھ لگانا۔ اللہ سے بیعت کرنا ہے۔

سبحان اللہ جو شرف حضور کو عطا ہوا وہ حضرت خلیل کو نہ ملا۔ خلیل اللہ نے جسم کعبہ کو بنایا۔ اور حبیب اللہ نے روح کعبہ کی تعمیر فرمائی۔

کعبہ معظمہ

حضرت خلیل علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر فرمائی تھی۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔ اور اس کو وہ عزت دی کہ آج ساری دنیا کے غوث و قطب اور تمام مسلمان اسی طرف اپنی گردنیں جھکاتے ہیں۔

کعبہ کو یہ اعزاز و احترام حضور علیہ السلام کا عطیہ ہے۔ کیونکہ پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ قلبِ نبوی میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کعبہ قبلہ ہو جائے۔ بیت المقدس میں نماز ہو رہی ہے اور حضور محبوبِ خدا اسی تمنا کو دل میں لئے وحی کے انتظار میں آسمان کی جانب بار بار محبوبانہ نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اسی وقت آیت اُتری اور اللہ عزّ وجل نے فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ (قرآن)	محبوب! تمہارا بار بار آسمان کی جانب چہرۂ مبارک پھیرنا ہم نے دیکھ لیا۔ ہم تمہاری رضا کے لئے ضرور کعبہ کو قبلہ بنا دیں گے

اللہ عزّ وجل نے اپنے پیارے محبوب سے تحویل قبلہ کا وعدہ فرمایا۔ مگر قلبِ محبوب میں عجلت ہے۔ یعنی سرکار کی تمنا یہ ہے کہ کعبہ کو ابھی قبلہ بنا دیا جائے۔ اللہ عزّ وجل نے فرمایا۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (قرآن پاک)	محبوب اگر جلدی چاہتے ہو تو پھر اپنا چہرہ زیبا مسجد حرام (کعبہ) کی طرف پھیر لو۔

سبحان اللہ! ساری کائنات قانون الٰہی کی پابند اور قانون مرضی محبوب کا پابند۔ مصطفٰے علیہ السلام نے چاہا کہ کعبہ قبلہ ہو جائے۔ خدا نے آپ کی مرضی کو پورا فرما دیا۔ اللہ اکبر قلبِ نبوی میں ابھی صرف تمنا پیدا ہوئی تھی۔ زبان اقدس پر یہ

تمنا الفاظ بن کر نہ ظاہر ہوئے تھے۔ مگر رضا جوئے محبوب دیکھئے کہ خدا حضور کی ہر تمنا پوری فرماتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ؎

احمد کی رضا خالقِ عالم کی رضا ہے
مرضی خدا مرضی شاہِ دوسرا ہے۔

ثابت ہوا کہ کعبہ کو قبلہ بنانے والے حضور علیہ السلام ہی ہیں۔ آپ کی وجہ سے کعبہ کو یہ عزت ملی۔ یعنی خلیل نے کعبہ تعمیر کیا اور حبیب نے کعبہ کو قبلہ بنا دیا ع

ان کی چتون کیا پھری سارا زمانہ پھر گیا

کعبہ کے کعبہ

معلوم ہوا کہ حضور کعبہ سے افضل ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ مسجود الله ساجد سے افضل ہو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ مگر حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے افضل تھے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے کعبہ کو سجدہ کیا۔ مگر حضور کعبہ سے افضل ہیں۔ بلکہ کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔ یعنی اپنا قبلہ اور ہے قبلہ کا قبلہ اور ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن انہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے

یہ ہی وجہ ہے کہ سعید ابن معلیٰ نماز پڑھ رہے ہیں۔ نبی علیہ السلام انہیں آواز دیتے ہیں۔ یہ صحابی نماز میں تھے۔ نماز پوری کر کے دربارِ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام سبب تعویق دریافت فرماتے ہیں۔ سعید عرض کرتے ہیں سرکار نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی کہ

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ (قرآن)
خدا اور اس کا رسول جب تمہیں بلائیں۔ اسی وقت حاضر ہو جاؤ

اس آیت کے ماتحت مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اگر نمازی کو نماز میں حضور علیہ السلام آواز دیں تو نماز چھوڑ کر دربارِ رسالت میں حاضر ہونا واجب ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ نمازی نماز چھوڑ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو۔ اور حضور سے باتیں کرے۔ کعبہ سے سینہ بھی پھیر لے۔ مگر نماز نہ ٹوٹے اور بدستور نماز میں رہے۔ حالانکہ مسئلہ یہ ہے۔ اگر نمازی نماز میں گفتگو کرے۔ یا کعبہ سے پھر جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ لیکن یہ حضور کی خصوصیت ہے کہ آپ سے کلام کرنے میں نماز نہیں ٹوٹتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں خدا سے باتیں ہوتی ہیں اور حضور سے باتیں کرنا خدا سے باتیں کرنا ہے یا یہ کہ کعبہ سے پھرا۔ مگر کدھر پھرا۔ ادھر پھرا جو کہ کعبہ کے بھی قبلہ ہیں۔ جن کو نماز میں السلام علیک یہا النبی کہنا واجب ہے۔ اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا ہے ؎

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو!

ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کعبہ سے افضل ہیں۔ بلکہ حضور کا روضہ انور کعبہ

اور عرش سے افضل ہے ؎

ہے خاک سے تعمیر مزارِ شہِ کونین
معمور اسی خاک سے ہے قبلہ ہمارا

روضۂ انور کعبہ سے افضل ہے

شک نہیں کہ کعبہ ہمارا قبلہ ہے اس کی عظمت و رفعت ہمارے دلوں میں موجود ہے۔ مگر یہ بھی ہمارے ایمان کی جان ہے کہ جس خاکِ پاک پر نبی الانبیاء جلوہ فرمائیں۔ جس خاک سے ترکیب جسمِ نبوی ہوا ہے وہ خطۂ خاک تمام کائنات سے افضل و اعلیٰ بہتر و بالا ہے ؎

اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھو
اس خاک میں مدفون شہِ بطحا ہے ہمارا

امام قاضی عیاض و علاّمہ شہاب الدین خفاجی رحمہما اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلَا خِلَافَ اِنَّ مَوْضَعَ قَبْرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ بُقَاعِ الْاَرْضِ۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ موضع قبرِ نبی علیہ السلام تمام طبقات ارض و سماء سے افضل ہے۔

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

بَلْ ھُوَ افضل من السموات والعرش وَالْکَعْبَۃِ (جواہر البیان ج ۲ ص ۵۰۶)

بلکہ تربتِ حضور آسمانوں، عرش اور کعبہ سے بھی افضل ہے ؎

کعبہ دلہن ہے تربتِ اطہر نئی دلہن
یہ رشکِ آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے
دونو بنیں سجیلی انیلی دلہن مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے

ان اشعار میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ کعبہ اگرچہ افضل ہے۔ مگر وہ بقعۂ نور جس میں حبیبِ خدا جلوہ گر ہیں۔ وہ پی کے پاس ہے اس لئے اس کی زیادتِ فضیلت کا کون انکار کر سکتا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں ؎

کعبہ ہے بے شک انجمن آرا دلہن مگر
ساری بہار دلہنوں میں دلہا کے گھر کی ہے

یہ ہی وجہ ہے کہ روضہ اقدس سبز پوش ہے۔ اس کا غلاف مبارک سب کچھ سبز رنگ کا ہے اور کعبہ معظمہ سیاہ پوش ہے۔ اس کے پتھر۔ اس کا غلاف۔ سنگِ اسود۔ غرض کہ ہر چیز سیاہ ہے۔ شاہوں سے چلا آرہا ہے کہ وہ کعبہ کو سیاہ رنگ کا غلاف چڑھاتے ہیں۔ آخر یہ سبز پوشی اور کعبہ کی سیاہ پوشی کیوں ہے فرماتے ہیں ؎

سر سبز وصل وہ ہے سیہ پوش ہجر وہ
چمکی دو پٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

یعنی سیاہ رنگ ہجر کی علامت ہے اور سبز رنگ علامت وصال ہے۔ کعبہ کو محبوبِ دو عالم کا فراق ہے۔ اس لئے سیاہ پوش ہے اور روضہ کو محبوب کا وصال ہے اس

لئے وہ سبز پوش ہے۔

نیز ائمہ کرام کے مذکورہ بالا ارشادات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جب وہ خطۂ پاک جس پر سید الانبیاء تشریف فرما ہیں۔ وہ تمام افلاک و سماوات بلکہ عرش اعظم و کعبہ مقدس سے افضل و اعلیٰ ہے۔ تو مدینہ منورہ کا مکہ معظمہ سے افضل ہونا بھی ظاہر ہے (کذا فی جواہر البحار)

مگر اعلیٰ حضرت نے اس مسئلہ کا فیصلہ یوں فرمایا ہے۔ اور خوب فرمایا ہے ؎

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد!
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

آگ کا معجزہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے نارِ نمرودی گلزار ہو گئی۔ تو حضور علیہ السلام کے غلاموں کے لئے کئی بار نارِ کفار سرد ہو گئی۔ یعنی وہ ایک بار اور حضور کے غلام کئی بار آگ سے محفوظ و مصئون رہے اور حضور علیہ السلام کے غلاموں کے جسموں کو آگ نے نہ جلایا۔

ابن وہب ابن لھیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اسود عنسی نے دعویٰ نبوت کیا۔ اور صنعا پر غالب آگیا۔ تو اس نے حضور علیہ السلام کے صحابی ذویب ابن کلیب کو آگ میں ڈال دیا۔ کیونکہ یہ حضور پر ایمان لے آئے تھے اور آگ نے انہیں نہ جلایا یہ سُن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِنَا مِثْلَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰہِ۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ صـ)

پاک ہے اس کو جس نے امت نبوی میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مثل بنائے۔

اسی طرح ابامسلم خولانی و دیگر صحابہ کرام کو ان کی قوموں نے آگ میں ڈال دیا اور آگ نے انہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا۔ غرضکہ جو منصب خلیل اللہ کو ملا اسی کا پرتو

سیدالانبیاء کے غلاموں کو عطا ہو۔

حضور کا رومال مبارک

پھر اگر خلیل اللہ کے جسم اقدس کے لئے آگ سرد ہو گئی۔ تو سیدالانبیا کے رومال مبارک کے لئے متعدد بار آگ گل و گلزار ہو گئی۔ یعنی خلیل کا جسم سلامت رہا۔ اور محبوب کا رومال مبارک بھی آگ نے نہ جلایا۔

امام ابونعیم عباد بن عبدالصمد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم چند آدمی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں گئے۔ حضرت انس نے کنیز کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ کنیز جو رومال لائی۔ وہ میلا تھا۔

حضرت انس نے فرمایا۔

سَجِّرِی التَّنُّوْرَ فَاَوْقَدَتْہُ فَاَمَرْنَا بِالْمِنْدِیْلِ فَطَرَحَ فِیْہِ فَخَرَجَ اَبْیَضُ کَاَنَّہُ اللَّبَنُ

تنور جلا اس میں رومال ڈال دے۔ کنیز نے رومال تنور میں ڈال دیا۔ اور تھوڑی دیر بعد دودھ کی طرح سفید رومال تنور سے نکالا۔

حاضرین نے بڑے تعجب سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ آگ نے اس رومال کو نہ جلایا بلکہ صاف و شفاف کر دیا۔ حضرت انس نے جواب دیا۔

ھٰذَا مِنْدِیْلٌ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ وَجْھَہٗ فَاِذَا اتَّسَخَ صَنَعْنَا بِہٖ ھٰکَذَا

(خصائص ج ۲ - ص۸۱)

یہ رومال ہے جس سے حبیب خدا اپنا چہرہ اقدس صاف فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسی طرح تنور میں ڈال کر اجلا کر لیتے ہیں۔

اللہ اکبر یہ رومال متعدد بار آگ میں ڈالا جاتا ہے مگر نہیں جلتا۔ اس لئے کہ حضور علیہ السلام اس رومال سے اپنا چہرہ مبارک صاف فرمایا کرتے تھے۔ ثابت ہوا کہ خلیل اللہ کے جسم مبارک کو آگ نے نہ جلایا اور حبیب اللہ کے جسم مبارک سے جو چیز مس کر جائے اس کو آگ نہیں جلا سکتی۔

خلیلِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

پرتوِ اسمِ ذاتِ احد پر درود
نسخۂ جامعیت پہ لاکھوں سلام

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزّوجل کے خلیفہ اعظم و نائب اکبر ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جس طرح بحکم خدا خلیل اللہ کے لئے آگ سرد ہو گئی۔ اسی طرح بحکم مصطفٰے علیہ السلام حضرت عمار کے لئے آگ سرد ہو گئی۔ اور حضرت عمار کا ایک رواں بھی نہ جلا۔

ابن سعد حضرت یحیٰی بن حماد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافروں نے آگ میں ڈال دیا۔ حضور علیہ السلام تشریف لائے اور آپ نے آگ کو حکم دیا۔

يَانَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰى عَمَّارَ كَمَا كُنْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ۔ (خصائص ج ۲ ص۸)	اے آگ عمار کے لئے تو اسی طرح ٹھنڈی ہو جا۔ جس طرح حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی ہو گئی تھی آگ فوراً سرد ہو گئی۔

ناظرین! حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ تھے۔ اور حضرت عمار خلیل مصطفٰے علیہ السلام ہیں۔ جس طرح اللہ عزّوجل نے اپنے خلیل کا امتحان لیا اور آگ میں ڈلوا کر خود ہی ان کی مدد و نصرت فرما کر دنیا پر ظاہر فرما دیا کہ میرا خلیل میری رضا پر راضی ہے۔ اسی طرح بلا تمثیل حضرت عمار کے صبر اور استقامت علے الدین کا امتحان ہوا۔ کفار مکہ نے حضرت عمار کو آگ میں ڈال دیا۔ دنیا پر ظاہر ہو گیا کہ خلیل مصطفٰے علیہ السلام محمد رسول اللہ کی رضا پر راضی ہے۔ جس طرح نار نمرودی مشتعل ہوئی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام گوپھیہ کے ذریعہ آگ میں ڈالے گئے۔ اس خونی منظر کو دیکھ کر بزم ملائکہ میں کھلبلی پڑی۔ عرشِ مجید لرز اٹھا کائنات کا ہر ذرہ بلک پڑا اور حوران مہ جبین نے اس منظر بے نیازی کو دیکھ کر اپنے کلیجے تھام لئے۔ ملائکہ جناب الٰہی سے امداد کی اجازت لے کر خلیل علیہ السلام کے حضور حاضر آئے۔ ملک و ہوا و نار نے اپنی خدمات پیش کیں۔ مگر خلیل اللہ نے انکار کر دیا۔ بالآخر ربّ العزت جل جلالہٗ کا حکم پہنچا اور آگ گلزار ہو گئی۔ اسی طرح بلا تمثیل آج سرور انبیا، حبیب کبریا علیہ السلام کے خلیل حضرت عمار کا امتحان ہے۔ نارِ مشرکین مشتعل ہوئی اور خلیلِ مصطفٰے علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ عمار آگ میں ہیں۔ رضائے مصطفٰے پر راضی ہوئے۔ مشرکین خوشیاں منا رہے ہیں۔ کہتے ہیں۔ اب کون بچائے گا۔ جسے رسول مانا ہے اسے پکارو۔ جس کا کلمہ پڑھتے ہو اسے بلا لو۔ غرضکہ ادھر کفار خوشی و مسرت کے شادیانے بجا رہے ہیں اور ادھر ملائکہ محو حیرت ہیں۔ حوران بہشتی بے چین ہیں وحوش و طیور غمگین ہیں۔ عرشِ مجید کانپ رہا ہے۔ کائنات کا ہر ذرّہ لرز رہا ہے۔ اور حضرتِ عمار

کی شجاعت اور استقامتِ علی الدین پر انگشت بدنداں ہے۔

کہ یکدم سلطانِ دارین، محبوب رب المشرقین والمغربین، مدنی تاجدار، نائب پروردگار، رسولِ مکرم خلیفۃ اللہ الاعظم رحمۃ اللعالمین۔ شفیع المذنبین محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء نے طلوعِ اجلال فرمایا۔ پھر کیا تھا۔ یہ تو دنیا کی آگ تھی۔ ان کی تو یہ شان ہے کہ ؎

نارِ دوزخ کو چمن کر دے بہارِ عارض ظلمتِ حشر کو دن کر دے بہارِ عارض

حضور نے بے دھڑک حکم فرمایا۔ کہ اے آگ جس طرح تو خلیل خدا کے لئے ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اسی طرح آج میرے خلیل عمار کے لئے سرد ہو جا۔

العظمۃ للہ۔ مصطفےٰ علیہ السلام کا حکم پاتے ہی آگ گلزار ہو گئی۔ حضرت عمار صحیح وسلامت باہر تشریف لائے۔ یہ امتحان میں کامیاب ہوئے اور کفار و مشرکین طاقتِ نبوی کا سکہ مان گئے۔ وہ جان گئے کہ یہ نائب خدا اور رسولِ صادق ہیں۔ ان کا حکم جہان کا ہر ذرہ مانتا ہے۔ اور ساری کائنات ان کے زیرِ فرمان ہے ؎

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

نارِ نمرودی

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ نارِ نمرودی ایک ساعت کے لئے تھی بجھا دی گئی۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث ایک ہزار برس کی آگ سرد ہو گئی۔ چنانچہ فارس کے آتش کدہ میں ایک ہزار برس سے آگ روشن تھی۔ پارسی اس کی پوجا کرتے تھے۔ جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحن عالم میں قدم رنجہ فرمایا۔

قَدْ خَمِدَتْ نَارُ فَارِسَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهَا أَلْفُ عَامٍ لَمْ تَخْمَدْ (حجۃ اللہ ص۱۶)

تو فارس کے آتشکدہ کی آگ جو ایک ہزار برس سے روشن تھی سرد ہو گئی۔

دیکھئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے جسم مبارک کے لئے آگ گل و گلزار ہو گئی۔ جو ایک ساعت کے لئے تھی۔ مگر محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کی صرف آمد نے ایک ہزار برس کی آگ کو سرد کر دیا۔

ملکوت السموات

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کرایا۔ جس کی

تفصیل قرآنِ حکیم میں موجود ہے۔ آپ کا ملکوت السمٰوات والارض کا مشاہدہ کرنا آپ کا اعزاز ہے۔ اور ایک مرتبہ، لیکن حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ نے چشمِ نبوی میں وہ طاقت رکھی ہے کہ کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہ رہی بلکہ یوں کہیئے کہ جہاں ابراہیم خلیل کی نظر پہنچی ہے وہاں شبِ معراج حبیبِ خدا کے قدم پہنچے ہیں ان کے دیکھے ہوئے کا نام سمٰوات ہے۔ اور حبیب کے پامالِ قدم کا نام عرشِ اعظم ہے۔ ؎

جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس ہے وہ سلطانِ والا ہمارا نبی

امام احمد وطبرانی حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے راوی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے کندھوں کے درمیان اپنا یدِ قدرت رکھا اور اس کی ٹھنڈک میرے سینہ میں، محسوس ہوئی۔

حَتّٰی تَجَلّٰی لِیْ مَا فِی السَّمٰوٰاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ (خصائص ج ۲ ص۲۷)	اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ وہ سب میرے لئے روشن ہو گیا ؎

فضلِ خدا سے غیب و شہادۃ ہوا انہیں اس پر شہادت آیت و وحی اثر کی ہے

امام طبرانی ابن عمر سے راوی کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ نے میرے لئے زمین کو ظاہر فرمایا۔

فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ (مواھب ج ۲ ص۱۹۳)	تو دنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں۔

دیکھئے اگر سیّدنا خلیل علیہ السلام کی نظر ملکوتِ آسمان پر ہے تو حضور علیہ السلام کی نظر نہ صرف ملکوتِ السمٰوات پر ہے۔ بلکہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہوگا۔ ہو گیا۔ ہو رہا ہے۔ تمام واقعات آئندہ و ماضیہ پر ہے۔

ثابت ہوا کہ رویت خلیل صرف آیت کی رویت اور رویت حبیب آیات کی رویت ہے۔

غَیْبُ الْغَیْبِ

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ جسے انسان کے حواسِ خمسہ ظاہری و باطنی ادراک نہ کر سکیں۔ وہ غیب ہے۔ جیسے جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ۔ ان چیزوں کو ہمارے حواسِ خمسہ ادراک نہیں کر سکتے۔ لہٰذا غیب ہوئے۔

اسی طرح ملائکہ کے لئے اللہ عزّ وجل غیب ہے۔ کیونکہ ملائکہ اللہ عزّ وجل کے ادراک سے قاصر ہیں۔ لہٰذا جب فرشتے ہمارے لئے غیب اور فرشتوں کے لئے خدا غیب۔

تو ہمارے لئے اللہ عزّ وجل غیب الغیب ہوا۔

اور حضور علیہ السلام نے شبِ معراج غیب الغیب (خدا) کو دیکھا۔ لہٰذا جس آنکھ سے غیب الغیب نہ چھپا تو غیب اس آنکھ سے کیونکر چھپ سکتا ہے۔

اور کوئی غیب بھلا کیا ہو تم سے نہاں
جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کروڑوں درود

ہماری آنکھیں

دیکھنا ایسی صفت ہے جو خلاقِ عالم نے ہر انسان و حیوان کو عطا فرمائی ہم بھی دیکھتے ہیں۔ اور حضور کی مقدس نورانی آنکھیں بھی دیکھتی ہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ قرآنِ حکیم نے دیکھنے والی آنکھ کی کیا تعریف کی ہے۔ پس جس کی آنکھیں قرآن حکیم کی تعریف کے ماتحت آجائیں۔ انہیں آنکھوں کو دیکھنے والی آنکھ کہا جائے گا۔ اور وہی آنکھیں حقیقی معنوں میں وصفِ رویت کے ساتھ متصف ہوں گی۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی
(قرآن)

حضور کی آنکھ نے جو دیکھا۔ دل نے اس کی تصدیق کی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ میرے محبوب کی آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں آپ کا دل اس کی تصدیق کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دیکھنے والی آنکھ اسے کہا جائے گا جو دیکھے اور دل آنکھ کے دیکھے کی تصدیق کرے۔ اب ذرا ہر شخص یہ دیکھے کہ کیا اس کی آنکھوں پر قرآن حکیم کی یہ تعریف صادق آتی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن حکیم کی یہ تعریف سوائے حضور علیہ السلام کی آنکھوں کے اور کسی کی آنکھوں پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ ہماری روشن آنکھیں جب کسی چیز کو دیکھتی ہیں تو دل آنکھ کے دیکھے کو جھٹلاتا ہے۔

۱۔ ہم ہر صبح آفتاب کو طلوع ہوتے دیکھتے ہیں ہماری آنکھیں کہتی ہیں کہ آفتاب کرۂ ارض سے کروڑہا حصہ چھوٹا ہے۔ مگر دل کہتا ہے کہ اے آنکھ تو غلطی کر رہی ہے۔ آفتاب تو زمین سے کروڑ۔ حصے بڑا ہے۔

۲۔ ہم پانی میں گری ہوئی چیز کو دیکھتے ہیں کہ وہ بہت بڑی اور ابھری ہوئی ہے۔ مگر دل کہتا ہے اے آنکھ تو نے جو کچھ دیکھا غلط ہے۔

۳۔ ہم سیراب کو پانی سمجھ کر اس کی طرف دوڑتے ہیں۔ مگر دل کہتا ہے۔ کہ آنکھ تیری یہ نادانی ہے۔

۴۔ ہماری آنکھ کسی چیز کو دیکھ کر اسے انسان تصور کرتی ہے۔ مگر دل کہتا ہے۔ یہ انسان نہیں مٹی کا مجسمہ ہے۔

۵- ہماری آنکھ بعض اوقات رسی کو سانپ کہتی ہے۔ مگر دل بتاتا ہے۔ یہ سانپ نہیں رسی ہے۔

۶- ہماری آنکھ سورج کی روشنی کو سپید بتاتی ہے۔ مگر دل کہتا ہے نہیں یہ روشنی سات رنگوں پر مشتمل ہے۔

غرضکہ ہمارے دیدہ و دل میں اختلافِ عظیم ہے ہماری آنکھ جو دیکھتی ہے۔ دل اس کو جھٹلاتا ہے۔ جب ہمارے دیدہ و دل میں یہ اختلافِ کثیر ہے تو جان لیجئے کہ ہماری آنکھ حقائق امور کے ادراک سے قاصر ہے اور حقائق کی اصلیت اور اس کی حقیقت سے بے بہرہ ہے۔

لیکن سید المرسلین محبوب رب العالمین علیہ السلام کی مقدس نورانی آنکھیں جو دیکھتی ہیں دل اس کی تصدیق کرتا ہے اسی لئے نبی علیہ السلام کی آنکھیں شے کی حقیقت اور کہنہ تک پہنچتی ہیں۔ اور کائناتِ عالم کا ادراک حقیقی فرماتی ہیں۔ کیونکہ جب حقائق کی اصلیت اور انکشافات کی حقیقت پر دل و دیدہ کا یقین کامل اور وثوق و اعتبار ہو جائے۔ تو شک نہیں کہ یہ نظارہ بصیرت افروز اور بصارت افزا ہوتا ہے۔

آیت بالا میں اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی آنکھ نے مجھے دیکھا اور دل نے آنکھ کے دیکھنے کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانے سے مقصود یہ ہی ہے کہ میرے محبوب کے نظارہ پاک کو جملہ ظنون و شکوک سے برتر اور جملہ صداقتوں اور حقیقتوں پر حاوی یقین کرنا چاہئے اور ان کے دیکھنے کو اپنے دیکھنے پر قیاس نہ کرنا چاہئے۔

سرگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

کسرِ اصنام

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے غضباً للہ اپنی قوم کے بتوں کو مسمار کر دیا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ممتاز شان سے بتوں کو توڑا۔ یعنی خلیل کے مقدس ہاتھوں نے بُت

توڑے اور محبوب علیہ السلام کے صرف اشارے سے بت گر گئے۔ اور حضور کو اپنا دستِ اقدس بھی بتوں کو نہ لگانا پڑا۔

امام بخاری حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کعبہ میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت نصب تھے۔ جب حضور کا مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخلہ ہوا۔

جَعَلَ يُشِيْرُ بِقَضِيْبٍ فِيْ يَدِهٖ وَلَا يَمَسُّهَا فَمَا اَشَارَ اِلٰى وَجْهِ صَنَمٍ اِلَّا وَقَعَ لِوَجْهِهٖ۔	تو آپ شاخ خرما سے جس بت کی طرف اشارہ کرتے تھے وہ منہ کے بل گر جاتا تھا۔

(بخاری شریف)

بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے روئے زمین کے بت اوندھے مُنہ گر گئے۔ امام ابونُعیم عمر بن قتیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات حضور علیہ السلام نے صحن عالم میں قدم رکھا۔

فَكُسِّرَتْ اَصْنَامُ كُلُّهَا۔ (خصائص ج ۲ ص ۴۷)	تو روئے زمین کے بت اوندھے منہ گر گئے

دیکھئے خلیل اللہ اپنے مقدس ہاتھوں سے بت مسمار فرماتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کی صرف آمد سے روئے زمین کے بت خود بخود اوندھے منہ گر جاتے ہیں ؎

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

تبدیلِ زبان

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم نارِ نمرود سے بچ کر مقام کوثیٰ تشریف لے گئے۔ تو اس وقت آپ کی زبان سریانی تھی۔ نمرود نے آپ کے تعاقب میں سپاہی روانہ کئے اور ان سے کہا کہ جو شخص تمہیں سریانی زبان بولتا ملے اسے گرفتار کر لینا۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیم نے نہر فرات کو عبور فرمایا

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان عبرانی کر دی۔ اب نمرود کے سپاہی آپ کو ملے۔ آپ نے ان سے عبرانی زبان میں گفت گو فرمائی۔ سپاہیوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔

ناظرین:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سریانی تھی۔ مگر آپ نے عبرانی زبان میں گفت گو فرمائی۔ لیکن اس اعجاز کو بھی دیکھئے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ کی زبانیں بدل دیں۔ یعنی خلیل کی زبان خدا نے بدلی اور صحابہ کی زبان حضور علیہ السلام نے تبدیل کر دی۔

ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں جعفر بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار صحابیوں کو قیصر۔ کسریٰ۔ مقوقش۔ اور نجاشی کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔

فَاَصْبَحَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ يَتَكَلَّمُ بِلِسَانِ الْقَوْمِ الَّذِىْ بَعَثَهُ فِيْهِمْ (خصائص ج ۲ ص ۱)

ان صحابیوں نے صبح کی تو ہر صحابی جس قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اسی قوم کی زبان میں کلام کرنے لگا۔

دیکھئے چار صحابیوں کو مختلف ولایتوں میں بھیجا جا رہا ہے۔ اور یہ چاروں صحابی صرف عربی زبان ہی جانتے ہیں۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز دیکھئے کہ جب یہ صحابی صبح کرتے ہیں۔ تو اسی قوم کی زبان میں کلام کرتے ہیں۔ جس کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ظاہر ہوا کہ جب حضور علیہ السلام تبدیل السنہ پر قادر ہیں اور دوسروں کی زبانیں بدل دیتے ہیں تو خود کیوں نہ ہر ہر ملک کی زبان جانتے ہوں گے۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر زبان جانتے ہیں۔

آمدِ ملائکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دولت کدہ پر ملائکہ مہمان بن کر آئے۔ ملائکہ جیسی بزرگ ہستیوں کا مہمان بن کر آنا میزبان کی عزت و عظمت پر دال ہے۔ مسلمان شیخ الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عظمت و رفعت کا کیسے انکار کر سکتے ہیں۔ مگر یہ ظاہر

ہے کہ مہمان اعزازی شان رکھتا ہے۔ اگرچہ مہمان میزبان سے کم درجہ کا ہو پھر بھی میزبان مہمان کی عزّت کرتا ہے۔ لیکن سیدالمرسلین محبوب رب العالمین محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا وہ دربار ہے جس کے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں ؎

مکان عرش ان کا فلک فرش ان کا | ملک خادمانِ سرائے محمد

لہٰذا اس دربارِ پرانوار میں ملائکہ حاضری دیتے ہیں۔ مگر نیاز مندانہ آتے ہیں۔ جبریلؑ جیسا ملکوتیوں کا شہنشاہ اس مقدس دربار کی دربانی کرتا ہے۔

روایت ہے جب ابوجہل نے حضور کو پتھر سے شہید کرنے کی ناپاک کوشش کی اور وہ آپ کے قریب آیا۔ تو اس نے شانہ ہائے اقدس پر ایک بہت بڑے چیتے کو دیکھا۔ جس سے ڈر کر بھاگا۔ اور ایسا مبہوت ہوا۔ کہ پتھر ابوجہل کے ہاتھ سے گر گیا۔ دربارِ نبوت میں خدامِ بارگاہ نے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

ذَالِكَ جِبْرِيْلُ لَوْ دَنٰى مِنِّىْ لَاَخَذَهٗ

جواہر جلد اوّل ص[illegible]

یہ جبریلؑ تھے جو ہمارے گھر کی دربانی کر رہے تھے۔ اگر ابوجہل ہم سے قریب ہوتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔

بلکہ حضور علیہ السلام کے شہر کی چوکیداری کے لئے فرشتے مقرر ہوں گے۔ امام بخاری حضرت ابوہریرہ سے راوی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ و مکہ معظمہ ملائکہ کی حفاظت میں ہیں۔

عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهُمْ مَلَكٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَالدَّجَّالُ (جواہر ج ا ص ۲۹۹)

ان شہروں کے ہر کونہ پر فرشتے چوکیدار ہیں جو دجال اور طاعون کو مدینہ میں نہ داخل ہونے دیں گے۔

دیکھئے وہاں فرشتے مہمان ہیں اور یہاں خدا کے محبوب کے شہر کی چوکیداری کر رہے ہیں۔ حضرت خلیل کے گھر فرشتے اعزازی شان سے آئے اور دربارِ رسالت میں اعزازی شان سے نہیں۔ بلکہ ڈرتے جھکتے ادب سے نیاز مندانہ حاضری دیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے خوب فرمایا ہے ؎

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا | اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا

گنبدِ خضرا پر ملائکہ کی حاضری

چھاتے ملائکہ ہیں لگاتار ہے درود | بدلے ہیں پہرے بدلی میں بارش درود کی ہے
ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام | یوں بندگی زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے

حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اقدس تجلی الٰہی کا گھر اور عطائے ایزدی کا مسکن ہے۔ روضہ منورہ پر ہر وقت ستر ہزار ملائکہ حاضر رہ کر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں۔ ستّر ہزار فرشتے صبح کو آتے ہیں اور عصر کے وقت ان کی تبدیلی ہو جاتی ہے۔ ان کی جگہ ستّر ہزار دوسرے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو صبح تک رہتے ہیں۔ یوں ہی یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔ جو فرشتے ایک بار روضہ اقدس پر حاضری دے چکے اب قیامت تک انہیں حاضری نصیب نہیں ؎

جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے
رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے
تڑپا کریں بدل کے پھر آنا کہاں نصیب
بے حکم کیا مجال پرندے کو پر کی ہے

ملائکہ کی یہ تبدیلی اس لئے ہے تاکہ تمام فرشتے مزار پر انوار کی زیارت سے مشرف ہو جائیں۔ اگر یہ تبدیلی نہ ہو تو کروڑوں ملائک اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ جائیں ؎

یہ بدلیاں نہ ہوں تو ہزاروں کی آس جائے
اور بارہ گاہِ مرحمتِ عام وتر کی ہے

امام ابونعیم کعب احبار سے روایت کرتے ہیں۔

مَا مِنْ فَجْرٍ يَطْلُعُ اِلَّا نَزَلَ سَبْعُوْنَ اَلْفاً مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ حَتّٰى يَحُفُّوْا بِالْقَبْرِ يَضْرِبُوْنَ بِاَجْنِحَتِهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰٓى اِذَا اَمْسَوْا عَرَجُوْا وَ هَبَطَ مِثْلُهُمْ وَصَنَعُوْا مِثْلَ ذَالِكَ حَتّٰى اَنْشَقَّتِ الْاَرْضُ (جواہر ج ۱ ص ۵۶۶ شفاء السقام ص ۱۵۵)

ابونعیم کعب احبار سے راوی ہیں کہ ہر صبح ستر ہزار ملائکہ روضہ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور روضہ مبارک پر اپنے پروں کو ملتے ہیں اور حضور پر درود بھیجتے ہیں اور شام کو واپس چلے جاتے ہیں۔ اور انہیں کی مثل شام کو دوسرے فرشتے آجاتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ اسی طرح قیامت تک جاری رہے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معصوم فرشتے تمنائیں کریں۔ مچلیں۔ تڑپیں۔ مگر دوبارہ روضہ انور پر حاضری نصیب نہ ہو۔ مگر امت مرحوم پر یہ رحمت ہے کہ چاہے عمر بھر مدینہ میں پڑے رہیں ؎

معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایکبار بار
عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھر کی ہے

دربارِ نبوی میں ملائکہ کی حاضری

اَمَدِ مَلَائِکَۃ کی بحث میں صرف یہ ہی بتانا تھا۔ کہ اگر حضرت آدمؑ کی بارگاہ

میں ملائکہ نے سجدہ کیا۔ حضرت خلیل کے مہمان خانہ میں فرشتے بھیجے گئے۔ حضرت لوط کی حفاظت اور ان کی قوم کی بربادی پر یہ مامور ہوئے۔ حضرت ہاجرہ کو بیابان میں یہ نظر آئے۔ حضرت یعقوب کے خیمہ میں ان کا دنگل ہوا۔ حضرت زکریا اور مریم کو انہوں نے بشارت دی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا تختہ انہوں نے الٹ دیا۔

تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی ملائک مختلف خدمات پر مامور ہوئے۔ دشمنوں سے وجودِ اقدس کی حفاظت ان کے سپرد تھی۔ کمزور اور ناتواں مسلمانوں کی دستگیری ان کا فرض تھا۔ جنگ و جدال غرضکہ ہر موقع پر فرشتے مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لئے آسمان سے اترتے تھے۔

غزوہ بدر میں فرشتوں کا نزول

چنانچہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد تین سو ۳۱۹ انیس تھی۔ لیکن اس شرذمہ قلیلہ کے مقابلہ میں کفار کا ٹڈی دل لشکر الٹا چلا آتا تھا۔ حضور علیہ السلام نے جب اس منظر کو دیکھا۔ تو درگاہِ الہٰی میں اپنے اپنے گورے گورے نازک ہاتھ اٹھائے۔ اٹھانے کی دیر تھی کہ دفعتاً ایک ہزار فرشتوں کی روحانی فوج حضور علیہ السلام کے صحابہ کی مدد کے لئے آکر کھڑی ہوگئی۔

فرشتوں نے مدد کی

ملائکہ کے اس لشکر نے جس طرح مسلمانوں کی مدد کی۔ اس کی کیفیت مسلم شریف باب امداد الملائکہ کتاب الجہاد میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ ایک مسلمان ایک کافر کا تعاقب کر رہا تھا کہ اس نے کافر کے اوپر سے کوڑے کی آواز سنی اور سوار کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ آگے بڑھ اے حیزوم۔ یہ کہنا تھا کہ کافر زمین پر چت گر پڑا۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس کافر کی لاش کو دیکھا تو اس کے ناک میں سوراخ ہوگیا تھا۔ جس میں نکیل پڑی ہوئی تھی۔ اور تمام چہرہ پھٹ گیا تھا۔ اور اس میں نیلی بدھیاں پڑ گئیں تھیں۔ جب ایک صحابی نے حضور کی خدمت میں اس واقعہ کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان کی مدد ہے۔

غزوہ اُحد میں ملائکہ

اسی طرح غزوہ اُحد میں مسلمانوں کی تعداد کفار کے مقابلہ میں بہت کم تھی مسلمانوں کو یہ دیکھ کر اضطراب ہوا۔ لیکن حضور علیہ السلام نے صحابہ کو تسلی دی اور فرمایا کہ اپنی قلت تعداد اور بے سرو سامانی پر نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہزاروں فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا چنانچہ سورہ آل عمران اور انفال میں اللہ عزوجل نے ان دونوں واقعوں کو بہ تفصیل ذکر فرمایا ہے۔

غزوہ خندق میں ملائکہ کا نزول

اسی طرح غزوہ خندق میں مسلمانوں کی بیچارگی بے سرو سامانی کا وہی عالم تھا۔ سلسلہ رسد کٹ

یہ کیفیت تھی کہ مسلمان سپاہی کئی کئی وقت بھوکے رہتے تھے۔ اس نازک وقت میں اللہ عزّوجل نے حضور کے صحابہ کی مدد کے لئے روحانی فوج نازل فرمائی جو بھوک اور پیاس سے بے نیاز تھی۔ چنانچہ سورۂ احزاب میں اللہ عزّوجل ارشاد فرماتا ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (قرآن حکیم۔ احزاب)	تو ہم نے تمہاری مدد کے لئے کافروں پر ہوا اور اس فوج کو بھیجا۔ جس کو تم نے نہیں دیکھا۔

غرضیکہ تمام انبیاء کرام کی سیرتیں، فرشتوں کی آمد۔ اور ان کی بشارت اور نامہ و پیام سے لبریز ہیں۔ اور توریت و انجیل اور قرآن کریم ان کے کارناموں کا شاہد ہے۔ مگر یہاں دو۲ باتیں قابلِ ذکر ہیں

ایک تو یہ کہ خلیل اللہ کے ہاں فرشتے مہمان بن کر آئے۔ کہیں عذاب لے کر آئے کہیں کسی قوم کا تختہ الٹنے اور ان کی تباہی و بربادی پر مامور ہوئے۔ اور کہیں آگ اور پتھر برسا کر چلے گئے۔ لیکن رحمت العالمین محبوب رب العالمین کے دربار میں ملائکہ خادم بن کر حاضر ہوتے ہیں۔ کہیں حضور کی حفاظت سرانجام دے رہے ہیں۔ کہیں حضور کے صحابہ کی جنگ میں مدد کر رہے ہیں۔ اور کہیں حضور کے دشمنوں کو اپنی روحانی طاقت سے کچل رہے ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ انبیاء سابقین کے حضور فرشتے حاضر ہوئے۔ مگر دربارِ رسالت میں ان ملائکہ نے بھی حاضری دی جو کبھی زمین پر نہ اترے اور نہ کسی نبی و رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضور کی خدمت میں خاص فرشتے کی آمد

امام ترمذی حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء پڑھ کر چلے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ حضور نے فرمایا۔ کون حذیفہ؟ میں نے عرض کی۔ جی ہاں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَّمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ (ترمذی) (مناقب حسین)	آج رات مجھ پر وہ فرشتہ اترا۔ جو آج تک زمین پر کبھی نہیں اترا تھا۔ اس نے اللہ سے اذن مانگا۔ کہ وہ میرے پاس آ کر مجھے یہ بشارت سنائے کہ فاطمہ جنتی بی بیوں اور حسن حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ دربارِ نبوی میں ان خاص فرشتوں نے بھی حاضری دی۔ جو کبھی زمین پر نہ اترے اور کسی نبی و رسول کی خدمت میں نہ آئے۔

جبریل ومیکائیل کی حاضری

بارگاہِ نبوی میں ملکوتیوں کے شہنشاہ نوریوں کے سردار، فرشتوں کے سرخیل جبریل امین اور مکرم ومعظم فرشتہ میکائیل کی حاضری بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

غزوہ بدر میں حضور نے فرمایا۔ دیکھو یہ جبریل اپنے گھوڑے کی لگام تھامے کھڑے ہیں غزوہ خندق سے جب حضور مسلمانوں کی فوج کو لے کر واپس تشریف لائے۔ تو جبریل نے سامنے آ کر عرض کی۔ سرکار آپ نے ہتھیار کھول دیئے حالانکہ ہم اب تک مسلح ہیں اور بنو قریظہ کو ابھی ان کی غداری کا صلہ دینا ہے۔

حضور کے دربار میں جبریل کی آمد کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ صبح وشام۔ روز و شب صلح و جنگ ہر موقع پر فیضانِ الٰہی کا چشمہ ابلتا رہتا تھا۔ ہاں سب سے زیادہ جبریل کی آمد رمضان شریف میں ہوتی تھی۔ جس میں وہ ہر روز حاضر ہو کر قرآن حکیم کا دورہ کرتے تھے۔

اسی طرح میکائیل بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معراج کے موقعہ پر شق صدر کی خدمت انہیں کے سپرد تھی۔ غزوہ احد میں جو دو فرشتے دشمنوں سے حضور کی حفاظت کر رہے تھے۔ وہ جبریل میکائیل ہی تھے۔

الغرض نورِ مجسم کے حضور نوریوں کا ہجوم رہتا تھا۔ اور ملائکہ شمع نبوّت سے فیض حاصل کرنے کے لئے ہر وقت حاضر رہتے تھے۔

جبریل کی اصلی شکل

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے جبریل کو ان کی اصلی شکل میں دو مرتبہ ملاحظہ فرمایا تھا۔ چنانچہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رَأَیْتُ جِبْرِیْلَ لَہٗ سِتُّمِائَۃِ
جَنَاحٍ مِنْ لُؤْلُؤٍ (خصائص ج ۱ ص)

میں نے جبریل کو دیکھا ان کے چھ سو موتیوں کے بازو تھے۔

”پھر جبریل نے اپنا ایک بازو پھیلایا۔ تو اس نے سارے آسمان کو گھیر لیا۔ ان کے بازوؤں سے مختلف قسم کے رنگ ظاہر ہوتے تھے اور موتی و یاقوت“

ناظرین: یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جبریل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھنا بشر کی طاقت سے باہر ہے۔ جمہور مفسرین نے فرمایا ہے۔

لَا طَاقَۃَ لِلْبَشَرِ عَلٰی رُؤْیَۃِ
الْمَلَکِ۔ (تفسیر جلالین)

کہ بشر میں ملائکہ کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔

اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل کو ان کی شکل میں دو بار ملاحظہ فرما رہے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ ؎

بشر ضرور ہیں پر داخلِ انام نہیں
شمارِ دانۂ تسبیح میں امام نہیں

مکالمہ الٰہی

طور اور معراج کے قصہ سے ہوتا ہے عیاں
اپنا جانا اور ہے۔ ان کا بلانا اور ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر خدا سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔ مگر سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حریم خلوتِ گاہ قدس میں پہنچ کر خدا سے باتیں کیں۔ گویا حضرت موسیٰ کا مقامِ کلام کوہِ طور ہے۔ اور محمد مصطفےٰ علیہ السلام کا مقامِ مناجات سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اوپر ہے۔ حضرت موسیٰ دُور سے کلام کرتے ہیں۔ اور محمد مصطفےٰ علیہ السلام قریب ہے اور اتنے قریب ہے کہ دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ جاتا ہے ؎

خدا رُخ سے پردہ اٹھاتا ہے آج — محمدؐ کو جلوہ دکھاتا ہے آج
دکھاتا ہے کیا مرتبہ قرب کا — کہ زانو بہ زانو بٹھاتا ہے آج

مکالمہ الٰہی کا طریقہ

خدا سے کیونکر کلام ہو سکتا ہے۔ اس کا طریقہ کیا ہے۔ خود ربّ العزّت اس کی تصریح فرماتا ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ
اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ
اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ
(قرآن حکیم)

کسی بشر میں یہ تاب نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے۔ مگر وحی کے طور پر۔ یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے ادھر ہو۔ یا کوئی فرشتہ بھیجے جو اس کے حکم سے وحی کرے۔

اس آیت میں مکالمہ الٰہی کے تین طریقے بیان ہوئے ہیں:۔

کلام بالوحی۔

۲۔ کلام پس پردہ۔

۳۔ کلام بذریعہ ملائکہ۔

یاد رہے کہ آیت مذکور میں یہ تینوں طریق بشر کے لئے بتائے گئے ہیں۔ یعنی بشر سے اگر خدا کلام کرے گا۔ تو ان طریقوں میں سے کسی نہ کسی طریقہ پر کلام ہوگا۔ یا بذریعہ وحی یا بذریعہ ملائکہ یا پس پردہ اور ان طریقوں کے علاوہ خدا سے ہم کلام ہونے کی بشر میں طاقت نہیں ہے جیسے حضرت موسیٰ نے کلام کیا۔ لیکن حضرت موسیٰ کی یہ ہم کلامی پس پردہ تھی۔ طور سینا حجاب تھا۔ اور بے حجاب کلام کرنا کسی اور کا حصہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزّ وجل سے کلام فرمایا۔ پس پردہ کلام کیا۔ کلام بالوحی کی لذت بھی حاصل کی۔ بذریعہ جبریل بھی نام و پیام ہوا۔ گویا حضور نے تینوں مذکورہ بالا طریقوں سے خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا۔ لیکن یہ حضور ہی کی خصوصیت ہے۔ آپ کا ہی اعزاز واحترام ہے کہ آپ:۔ ان طرق ثلاثہ کے علاوہ بھی خدا سے ہم کلام ہوئے۔ جو طاقت بشری سے باہر تھا۔

جہاں نہ پردہ تھا۔ نہ حجاب، نہ زمان تھا، نہ مکان، نہ وشت ایمن تھا، نہ نخل وادی، نہ کوہ سینا تھا، نہ برق طور، بلکہ وہاں تو جلوہ و نگاہ کی شرکت بھی مخل تنہائی تھی۔ محبوب و محب کے سوا کوئی نہ تھا۔ بس خدا تھا اور محمد مصطفےٰ تھے صورت سرمدی سامعہ نواز تھی اور حقیقت محمدی گوش سامع فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ اور یہ ہی خدا سے ہم کلامی کا چوتھا طریقہ تھا۔ جو بشر کے ساتھ نہیں۔ بلکہ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا۔

انفلاق بحر

حضرت موسیٰ کو انفلاق بحر کا معجزہ ملا۔ عالم سفلی میں دریا سڑک بن گیا۔ اور سید الانبیاء حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عالم علوی میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے یعنی حضرت موسیٰ کا تصرف زمین پر رہا۔ اور حضور علیہ السلام کا تصرف آسمان پر ظاہر ہوا جو اس سے بداہتہً افضل و اقویٰ ہے

سہ

؎ جس نے ٹکڑے کئے ہیں قمر کے وہ ہے
نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

امام بخاری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے حضور سے آپ کی صداقت پر نشاں طلب کیا۔

فَاَرٰھُمُ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ۔ (خصائص ج ۱ ص ۱۲۵)

تو حضور نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھایا۔

؎ سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

بحرِ مکفوف

علامہ ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان کے درمیان ایک سمندر ہے جس کا نام بحرِ مکفوف ہے۔ اس سمندر کے مقابلہ میں دنیا کے سمندر ایک قطرہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح حضرت موسیٰ کے لئے دنیا کا سمندر پھٹ گیا۔ اسی طرح شبِ معراج حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بحر مکفوف کا انفلاق ہوا۔ اور حضور اس عظیم الشان سمندر کو عبور فرما گئے۔ لہٰذا حضور کے لئے جو انفلاق ہوا۔ وہ کلیم اللہ کے انفلاق سے کہیں افضل ہے۔

؎ عرش پر جس کی کمانیں چڑھ گئیں
صدقے اس بازو پہ قوّت کیجئے

حضور کے غلاموں کیلئے سمندر سڑک بن گیا

بلکہ سیّد الانبیاء حبیبِ کبریا محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے غلاموں کے لئے سمندر سڑک بن گیا۔ اور آپ کے صحابی علاء الحضرمی نے سمندر کو عبور کیا۔ اور اس شان سے سمندر عبور کیا کہ ان کے پاؤں تک نہ بھیگے۔

ابو نعیم حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت علاء الحضرمی کو بحرین کی طرف بھیجا اور راستہ میں سمندر آیا۔

فَعَبَرْنَا وَمَا بَلَّ الْمَاءُ اَسْفَلَ خِفَافِ اِبِلِنَا۔ (ملخص دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۹)

تو ہم نے سمندر کو عبور کر لیا اور ہمارے اونٹوں کے سم تک نہ بھیگے۔

دیکھئے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سمندر سڑک بنا تھا تو محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے لئے بھی سمندر پھٹ گیا۔ اور صحابہ کرام نے سمندر کو عبور کر لیا۔ اور ان کے پاؤں تک نہ بھیگے۔

استفسار

حضور اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ شبِ معراج جب میں حریمِ خلوت گاہ قدس میں پہنچا۔ اور اللہ عزوجل سے قریب ہوا۔ اور اتنا قریب ہوا کہ قوسین کا قاب بن گیا۔ جب مجھے اس مقامِ قرب میں باریابی ہوئی تو

اس وقت ربّ العزت نے مجھ سے استفسار فرمایا۔

یَا مُحَمَّدُ هَلْ غَمُّكَ اِنِّیْ جَعَلْتُكَ آخِرَ النَّبِیِّیْنَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ غَمُّ اُمَّتِكَ اِنِّیْ جَعَلْتُهُمْ آخِرَ الْاُمَمِ قُلْتُ لَا۔

اے محمدؐ کیا تمہیں آخری نبی ہونے کا غم ہے۔ میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا تو کیا تمہاری امت کو آخری امت ہونے کا رنج ہے میں نے عرض کی۔ نہیں اے ربّ۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔ محبوب اپنی امت کو یہ خوش خبری سنا دو کہ میں نے انھیں آخر الامم اس لئے بنایا ہے تاکہ۔

لِاَفْضَحَ الْاُمَمَ عِنْدَهُمْ وَلَا اَفْضَحَهُمْ عِنْدَ الْاُمَمِ۔

(جواہر ج ۱ ص ۲۸۹)

امم سابقہ کو تمہارے سامنے رسوا کیا جائے اور تمہیں کسی امت کے سامنے رسوائی نہ اٹھانی پڑے۔

ناظرین: ذرا استفسار فرمانے والے کی سطوت وجبروت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کلمات محبت پر غور فرمائیے۔ کہ پوچھنے والا خطاب کرنے والا کون ہے۔ کس سے پوچھا جا رہا ہے۔ اور کس شان سے پوچھا جا رہا ہے۔ اور اس ساعتِ خاص میں پوچھا جا رہا ہے۔ جب کہ محب محبوب؟ کے خلوت کدہ میں جلوہ فرما ہے۔ ہاں۔ ہاں پوچھنے والا وہی ہے جس نے حضرت موسیٰ سے پوچھا تھا کہ

مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى۔

موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔

لاریب پوچھنے والا وہی ہے جس نے کلیم سے فرمایا تھا کہ

لَنْ تَرَانِیْ۔

تم ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔

ے تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

وہی ربّ العزت ہے جو غنی عن العالمین ہے جو بڑا بے نیاز ہے۔ جسے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ وہی آج اپنے محبوب کے دکھ درد کو پوچھتا ہے اور نہ صرف آپ کے بلکہ آپ کی امت کے مزاج پوچھے جا رہے ہیں۔

آخر الامم

حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کی امت آخری امت ہے چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

نَحْنُ آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنْتُمْ آخِرُ الْاُمَمِ۔ (ابن ماجہ)

میں آخری نبی ہوں۔ اور تم آخری امت ہو۔

؎ آئے جو یہاں حبیبِ یزداں پیچھے — یعنی شہِ مرسلاں ذی شاں پیچھے
کیا معترضوں کو اس میں جائے حجت — فوج آگے رہا کرتی ہے سلطان پیچھے

اور ہمارا آخری امت ہونا بھی ایک ایسا عظیم وجلیل شرف ہے۔ جو کسی نبی کی امت کو نہ حاصل ہوا۔ بالیقین یہ شرف وفضیلت بھی اسی گیسوؤں والے آقا کا صدقہ ہے۔ اللہ رب العزت جل مجدہٗ نے ہمیں آخری امت اس لئے بنایا تاکہ امم سابقہ کے سامنے ذلت ورسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس کے برعکس امم سابقہ کے احوالات کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے۔ ہمیں معلوم ہے قوم نوح نافرمان تھی۔ طوفان کے عذاب میں مبتلا ہوئی۔ کسی پر پتھر برسے اور کسی کی شکلیں بندر اور سؤر جیسی بنا دی گئیں۔ غرضکہ امم سابقہ کے انجام اور ان کے اعمال سے ہم واقف ہو گئے۔ اور عبرت کے پیش کرنے لگے۔

لیکن یہ رحمت العالمین کا صدقہ ہے۔ انہیں کا اجلال واحترام ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمارے جرائم امم سابقہ سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ہم گناہوں اور عیبوں میں ان سے کم نہیں۔ مگر ہمارے عیوب اور تمام جرائم رحمت العالمین کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور ہم پر وہ عذاب نازل نہیں ہوتا اور نہ ہمیں امم سابقہ کی طرح ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے۔

عصائے کلیم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معروف ومشہور معجزہ عصا بھی ہے۔ لکڑی کا عصا تھا۔ مگر دشمنوں کے لئے اژدہا بن کر آپ کی حفاظت کرتا تھا۔ لیکن سرورِ انبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی نرالی شان ہے۔ اور آپ کی حفاظت وصیانت بغیر عصا کے بھی ہو جاتی ہے۔

امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ جب ابوجہل نے پتھر سے آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو۔

اس نے آپ کے شانہ ہائے اقدس پر دو اژدھے   رَاٰى عَلٰى كَتِفَيْهِ ثُعْبَانَيْنِ فَانْصَرَفَ
دیکھے اور سراسیمہ ہو کر بھاگا۔   (زرقانی ج ۵ ص ۱۹۵)   مَرْعُوْبًا

اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر عصائے کلیم اژدھا بن کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کرتا تھا تو یہ چیز ہمارے رسول کریم ؐ کو بلا عصا ہی حاصل تھی۔ اور آپ کی حفاظت و صیانت تو خود رب العزت جل مجدہٗ فرماتا تھا۔ قرآن فرماتا ہے۔

خدا لوگوں سے تمہاری حفاظت کرے گا۔   (قرآن)   وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ السلام نے جب دعوت کا آغاز فرمایا تو مکّہ کا بچہ بچہ آپ ؐ کا دشمن ہو گیا۔ اور آپ ؐ کے خلاف سینکڑوں منصوبے باندھے گئے۔ قتل کی سازشیں شروع ہوئیں۔ زہر میں تلواریں بجھا کر رکھی گئیں۔ کھانے میں زہر دیا گیا۔ سرِ اقدس پر پتھر گرانے کی تدبیر سوچی گئی۔ کمین گاہوں سے آپ پر حملے کئے گئے۔ غرضکہ طرح طرح کے آزار پہنچانے کی تدبیریں سوچی گئیں۔ اور ایک جانِ بے خطا کا سارا عرب مخالف ہو گیا۔ مگر سبحان اللہ! ہر موقع پر یہ ظاہر ہوا کہ ع

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

واقعہ ہجرت

سب کو معلوم ہے کہ جس شب حضور علیہ السلام نے ہجرت کا قصد فرمایا۔ قریش کے تمام خاندانوں نے مل کر آپ ؐ کے قتل کا فیصلہ کر لیا تھا۔ قریش کے بہادروں نے خانہ اقدس کا محاصرہ کر لیا تھا تاکہ حضور ؐ جب باہر تشریف لائیں تو یہ فرض ادا کیا جائے۔

ایسے خطرناک موقع پر جبکہ آستانہ اقدس دشمنوں کے نرغہ میں تھا۔ اور ہر طرف سے تلواروں کی جھنکاریں سنائی دے رہی تھیں۔ حضور علیہ السلام اپنے مکان سے باہر تشریف لائے اس وقت آپ کی زبانِ مبارک پر یہ آیۃ کریمہ تھی۔

ہم نے ان کے آگے پیچھے دیواریں کھڑی کر   وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ
دیں اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا   مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ
کہ وہ نہیں دیکھتے ہیں۔   (قرآن حکیم)   لَا يُبْصِرُوْنَ

پہرہ داروں کی آنکھوں پر محافظِ حقیقی نے مہر لگا دی۔ وہ اندھے ہو گئے اور حضور ؐ ان کے قریب سے نکل کر تشریف لے گئے اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔

صبح ہوئی اور دشمن آپ ؐ کے تعاقب میں اس غار تک پہنچ گئے جہاں حضور ؐ اور صدیق اکبر جلوہ فرما تھے جب وہ غار کے دہانے پر پہنچے تو وہاں یہ منظر دیکھا کہ غار کے منہ پر ببول کا درخت ہے اور اس میں کبوتروں

نے گھونسلا بنایا ہوا ہے اور مکڑی نے جالا بھی بُنا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر انہیں خیال ہوا کہ غار کے اندر اگر کوئی جاتا تو گھونسلا سلامت نہ رہتا۔

مسلم شریف میں ہے۔ اگر کافر غار کی طرف ذرا جھک کر دیکھتے تو ان مقدس پناہ گزینوں پر ان کی نظر پڑ جاتی۔ مگر محافظِ حقیقی نے ان کی عقل اور دور اندیشی کے نور کو بجھا دیا اور انہیں جھک کر دیکھنے کا خیال نہ آیا اور محافظِ عالم نے کفارِ مکہ پر یہ ظاہر کر دیا کہ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

سراقہ کا تعاقب

مکہ میں کفار نے اعلان کیا کہ جو ان کو گرفتار کر کے لائے گا۔ اس کو سو اونٹ انعام میں ملیں گے۔ سراقہ لالچ میں آ گئے اور اسپ راہوار پر سوار ہو کر آپؐ کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور آپؐ کے قریب پہنچ گئے۔ صدیقِ اکبرؓ نے بتقاضائے بشری اضطراب ظاہر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (قرآن کریم) گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔

حضورؐ نے دعا فرمائی۔ دفعتاً سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور سراقہ اپنے ارادہ فاسد سے باز آئے اور انہیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ کوئی اور راز ہے۔ ان کی محافظت خالقِ اکبر فرما رہا ہے اور یہی معجزہ دیکھ کر بعد کو مسلمان ہو گئے۔

بکری کے گوشت میں زہر

امام ابونعیم حضرت ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ جنگِ بدر سے واپس ہوئے تو مدینہ میں ایک یہودیہ نے بھنا ہوا گوشت ہدیہ کیا۔ اور عرض کی کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جب آپؐ مدینہ میں صحیح و سلامت تشریف لائیں گے۔ یہ بکری آپؐ کو ہدیہ کروں گی۔ بکری کا بُھنا ہوا گوشت جب حضورؐ کے سامنے آیا تو اس گوشت میں سے آواز آئی۔

یَا مُحَمَّدُ لَا تَاْکُلْنِیْ فَاِنِّیْ مَسْمُوْمٌ تو بکری کے گوشت نے کہا سرکار مجھے تناول نہ فرمائیں۔ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔ (حجۃ اللہ ص ۴۵۱)

غرضکہ ایسے خطرناک ہنگاموں، سازشوں۔ فتنوں کے عالم میں خصوصاً عرب کے ملک میں جہاں اقتدارِ حکومت اور نظامِ امن کا نام و نشان تک نہ تھا۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بحفاظت تمام فرائض نبوت کو سرانجام دینا ایک مستقل معجزہ تھا۔

پہرے داروں کی علیحدگی

شروع شروع میں جب حضورؐ مدینہ میں تشریف لائے تو صحابہ جاں نثاری کی بنا پر آپؐ کے ارد گرد پہرہ دیا کرتے تھے۔ ایک رات صحابہ خیمہ کے گرد پہرہ دے رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت خیمہ مبارک سے اپنا سر اقدس باہر نکالا اور پہرے والوں کو خطاب کر کے فرمایا:

اِلَیْکَ عَنِّیْ اِلَیْکَ عَنِّیْ قَدْ عَصَمَنِیْ رَبِّیْ	لوگو! واپس جاؤ خدا نے میری حفاظت کا فرض اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

(بخاری)

لیجئے پہرے بھی ہٹا دیئے گئے اور حفاظت کے ظاہری اسباب معطل کر دیئے گئے اور ایسی صورت میں بھی کوئی ارادہ فاسد لے کر آتا تو قدرت اس کے منہ پر غضب کا طمانچہ لگاتی اور وہ خائب و خاسر واپس ہوتا۔

ناظرین! اس مختصر سی تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ اگر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰؑ کو عصا دے کر ان کی حفاظت و صیانت فرمائی تھی۔ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و صیانت خود رب العزت نے اپنے ذمہ لے لی اور یہ منصب جلیل حضور علیہ السلام کو بغیر عصا کے حاصل ہو گیا۔ پھر عصائے کلیم بنی اسرائیل کے لئے قہر و غضب بن کر آیا تھا۔ اور حضور علیہ السلام رحمۃ اللعالمین ہیں۔ آپؐ کی کوئی چیز قہر و غضب نہیں ہے۔ آپؐ کا عصا مبارک بھی گرتوں کا سہارا اور بیکسوں کا یارا ہے۔ ؏

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا
گرتوں کا سہارا عصائے محمدؐ

عصائے کلیم پر نظرِ ثانی عصائے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزات پر مشتمل ہے اوّل تقلیب اعیان یعنی وہ لکڑی کا عصا اژدھا بنا۔ اور اس کی نوعیت بدل گئی دوم عصا اژدہا بن کر آپ کے سچے نبی ہونے کا نشانِ قاہر بنا اور بہت سے جادوگر آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے۔ ہم یہاں دونوں امور پر مختصر سی گفتگو کرتے ہیں۔

تقلیبِ اعیان قلبِ ماہیت کا مطلب یہ ہے کہ شے کی حقیقت و ماہیت کو بدل دینا جیسے مٹی کو سونا۔ لکڑی کو لوہا بنا دینا۔ حضور علیہ السلام کو تقلیبِ اعیان کی قوت دی گئی۔ چنانچہ ملاحظہ کیجئے۔

لکڑی کا تلوار بننا واقدی بنی اشہل کے کئی مردوں سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ بدر میں سلمہ بن اکوع کی تلوار لوٹ گئی اور یہ نہتے ہو گئے۔

فَاَعْطَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَضِیْبًا فِیْ یَدِہٖ فَقَالَ اضْرِبْ بِہٖ فَاِذَا ھُوَ سَیْفٌ جَیِّدٌ (حجۃ اللہ ص ۲۳۲)	حضور نے انہیں ایک تازیانہ عطا فرمایا جو آپ کے ہاتھ میں تھا اور فرمایا۔ اس کے ساتھ لڑ۔ پس ناگاہ وہ لاٹھی چمکتی ہوئی تلوار بن گئی۔

اس حدیث سے ثابت ہؤا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تقلیب اعیان کی قوت دی گئی تھی۔ تو حضور علیہ السلام میں بھی یہ طاقت موجود تھی۔

ستونِ حنانہ

ستون حنانہ جو ایک کھجور کا سوکھا ہوا درخت تھا۔ حضور علیہ السلام اس کے ساتھ تکیہ لگا کر جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔ کچھ دن بعد صحابہ نے حضورؐ کیلئے منبر تیار کر دیا۔ جب پہلی مرتبہ حضورؐ نے منبر پر جلوہ فرما ہو کر خطبہ دیا۔ تو اس ستون سے رونے کی آواز آنے لگی۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ ستونِ حنانہ حضور علیہ السلام کے فراق میں تھر تھر کانپتا اور روتا تھا۔ ستونِ حنانہ پوری تفصیل تو موازنہ عیسیٰ علیہ السلام میں آئے گی۔ یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ وہ کھجور کی خشک لکڑی حضورؐ کے تکیہ لگانے کی برکت سے زندہ ہوگئی۔ اس نے حضور سے کلام بھی کیا۔ اس میں صفاتِ انسانی بھی پیدا ہوگئیں۔

نیز عصائے کلیم اور حضورؐ کے اس معجزہ پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ وہ حضرت موسیٰ تھے جن کے لئے لکڑی کی ماہیت بدلی اور وہ اژدہا بن گئی۔ مگر انسان نہ بن سکی۔ لیکن حضور سید المرسلین علیہ السلام کا اعجاز دیکھئے کہ آپ کے لئے کھجور کی خشک لکڑی کی ماہیت بدلی اور پھر لطف یہ کہ اس میں صفاتِ انسانی بھی پیدا ہوگئیں۔ اور شرفِ صحبتِ نبوی کی وجہ سے علم و ادراک فہم و عقل اس میں پایا گیا۔ سبحان اللہ! اس لئے حضورؐ کا یہ معجزہ حضرت موسیٰ کے معجزہ کی نظیر بھی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ہے۔

نفس قلب ماہیت پر نظر ثانی

اس کے بعد آپ نفس تقلیب ماہیت پر نظر کیجئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے لکڑی کی نوعیت بدلی۔ مگر کچھ دیر بعد وہ لکڑی پھر لکڑی ہوگئی۔ لیکن سید المرسلین کا یہ اعجاز ہے کہ جب وہ لکڑی تلوار بنی تو ہمیشہ تلوار ہی رہی۔ چنانچہ حدیثِ مذکور کے آخری جملے یہ ہیں کہ

فَلَمْ یَزَلْ عِنْدَهٗ
حجۃ اللہ ص ۲۳۲

حضرت سلمہ بن اکوع کے پاس وہ تلوار ہمیشہ تلوار ہی رہی۔

اس طرح حضورؐ کے لئے کھجور کی خشک لکڑی میں انسانی صفات پیدا ہوگئیں تو ہمیشہ اس میں صفاتِ انسانی پائی گئیں اور اب بھی وہ لکڑی فہم و ادراک کی مالک ہے۔

اس توضیح سے نفس تقلیب ماہیت میں بھی نمایاں فرق حاصل ہوگیا کہ حضرت موسیٰ کیلئے جس چیز کی حقیقت بدلی کچھ دیر بعد وہ چیز اپنی اصلی حالت پر آگئی۔ مگر سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بطورِ معجزہ جس کی حقیقت و ماہیت کو بدلا۔ تو پھر کبھی اس چیز نے اپنی اصلی حالت پر آنے

کا نام نہ لیا۔ اور کوئی طاقت اس چیز کو اس کی اصلی حالت پر نہ لا سکی۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کا لکڑی کو تلوار بنا دینا۔ حضرت موسیٰ کے معجزہ عصاء سے افضل و اعلیٰ ہے۔

نبوتِ کلیم کا مصدق

اگر عصائے کلیم کو اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ وہ اژدہا بن کر حضرت موسیٰ کی نبوت کا مصدق ہوا۔ تو یہ چیز حضور کو بلا عصا حاصل تھی۔ کائنات کے ہر ذرہ نے نبی علیہ السلام کی نبوت کی گواہی دی۔ اور عالمِ علوی کے ہر ریزے نے آپؐ کی نبوت کی تصدیق کی۔ چنانچہ خود حضورؐ ہی فرماتے ہیں۔

مَامِنْ شَیْءٍ اِلَّا یَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَّا کَفَرَۃَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

کائنات کا ہر ذرہ مجھے رسول مانتا ہے۔ مگر بے ایمان جن اور انسان۔

چنانچہ چاند نے دو ٹکڑے ہو کر۔ ڈوبے ہوئے سورج نے واپس آ کر۔ کنکروں نے کلمہ پڑھ کر۔ درختوں نے اشاروں پر چل کر۔ حیوانات نے تابعدار ہو کر۔ جمادات نے حکم مان کر۔ آسمان و زمین نے محکوم ہو کر۔ پتھروں نے عرض سلام کر کے۔ جبریل نے خادم ہو کر۔ ملائکہ نے درود پڑھ کر حضور علیہ السلام کی نبوت کی گواہی دی۔ اور ساری کائنات رسالت محمدیہؐ کی مصدّق ہو گئی۔

پانی کے چشمے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تفجر ماءٍ منَ الحجارۃ کا معجزہ عطا ہوا۔ اور آپ نے پتھر سے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ لیکن سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے وہ دکھایا جس پر حضرت موسیٰ بھی شیدا ہو گئے۔

یعنی کلیم نے پتھر سے اور حبیبؐ نے انگلیوں سے دریا بہا دیئے ع

پنجہ مہرِ عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے
چشمہ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

امام بخاری حضرت انس سے راوی کہ حضور علیہ السلام مقام زوراء میں تھے

آپ کے سامنے ایک پیالہ لایا گیا۔ جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔

فَوَضَعَ كَفَّهٗ فِيْهِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبَعُ مِنْ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ كَانُوْا ثَمَانِ مَاءٍ ثَلَاثَةِ مِائَتَيْ (خصائص ج ۲ ص۴۰)

حضور علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک پیالہ میں رکھا۔ انگشت مبارک سے پانی نکلنے لگا۔ پانی پینے والے تین سو آدمی تھے۔

امام بخاری و مسلم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ حدیبیہ میں پانی نہ رہا۔ لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ صحابہ نے خدمتِ اقدس میں عرض کی سرکار پانی نہیں ہے۔

فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ

(خصائص کبریٰ جلد ۲ ص۴۰)

حضور علیہ السلام نے اپنا دستِ اقدس چھاگل میں ڈالا تو انگشت ہائے مبارک سے چشموں کی طرح پانی جوش مارنے لگا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ اگر ایک لاکھ آدمی ہوتے تو وہ بھی اس پانی سے سیراب ہو جاتے مگر ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

ناظرین! دیکھئے اگر حضرت موسیٰ نے پتھر سے پانی جاری کیا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے دریا بہا دیئے اور پتھر سے پانی جاری ہونا اتنا عجیب نہیں۔ جتنا کہ انگلی سے پانی جاری ہونا عجیب و غریب ہے۔ کیونکہ پتھر سے پانی نکلا کرتا ہے۔ مگر گوشت پوست سے پانی نہیں نکلتا ؏

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

معجزہ موسوی کی تحریف

بعض ایسے افراد و اشخاص بھی ہیں جو انبیاء کرام کے معجزات کی تحریف کیا کرتے ہیں اور نبیوں کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں وہ معجزہ موسوی کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ بعض اوقات زمین یا پتھر کی

قابلِ غور سوتیں کسی بیرونی رکاوٹ کی وجہ سے بند ہو جاتی ہیں اور جب زمین سے یہ رکاوٹ ہٹا دی جائے تو پانی نکل آتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو دبے ہوئے پانی کا مقام بتا دیا اور آپ کے عصا مارتے ہی رکاوٹ ہٹی اور پانی نکل آیا۔

معجزہ موسوی کی یہ تاویل اگرچہ عقل سے بعید اور آیاتِ قرآن کی صریح تحریف ہے۔ مگر یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعجاز ہے کہ اس تاویل کے باوجود ان کے معجزہ کی نفی نہیں ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ بتانا کہ فلاں جگہ پانی دبا ہوا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فعل سے پانی کا جاری ہونا مخالف کو بھی تسلیم ہے۔ گویا تحویل کے باوجود حضرت موسیٰ کا یہ معجزہ تو ثابت ہی رہا کہ رب تعالیٰ نے انہیں غیب کی خبر دی۔

مگر کہنا یہ ہے کہ گمراہوں نے معجزہ کلیم کی تحریف کر کے اس کا نام تاویل رکھ دیا۔ لیکن حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت و پوست سے پانی کے چشمے جاری فرمانا۔ ایسا جلیل و عظیم معجزہ ہے کہ جس کی تاویل ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ امام بخاری کے یہ لفظ ہیں کہ

فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنَ اَصَابِعِهِمْ (بخاری) پانی حضورؐ کی انگلیوں سے جوش مارنے لگا۔

اور اگر حضور علیہ السلام زمین یا پتھر پر دستِ اقدس رکھ کر جاری فرماتے تو شاید کوئی گمراہ اس کی بھی وہی تاویل کرتا جو اس نے معجزہ موسوی کی کی۔

مگر قربان دستِ نبوی کے کہ آپ نے کبھی چھاگل میں، کبھی پیالہ میں، کبھی لوٹے میں دستِ اقدس رکھ کر پانی کے فوارے جاری فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ میرے اعجاز کی تاویل نہیں ہے۔

معجزہ موسوی کی توثیق

بلکہ حضور نے انگشتانِ مبارک سے پانی جاری فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی توثیق فرما دی۔ اور معجزہ موسوی کی صداقت و حقانیت دنیا پر ظاہر کر دی۔

کہ پانی کا جاری ہونا زمین سے خاص نہیں ہے بلکہ اللہ کے نبی جہاں سے چاہتے ہیں پانی جاری کر لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ صفاتِ الٰہیہ کے نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ان کی زبان خدا کی زبان ہوتی ہے۔ پھر وہ خدا کے ہاتھوں سے کام کرتے ہیں اور خدائی زبان سے بولتے ہیں۔ ان کی زبان کا وہی اثر ہوتا ہے۔ جو زبانِ خدا کا ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

ٹھوکر سے پانی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر پانی جاری کیا تھا لیکن اس اعجاز کو بھی دیکھئے کہ حضور علیہ السلام نے پتھر پر ٹھوکر

مار کر دریا بہا دیئے۔

ابن سعد و حبیب و ابن عساکر حضرت سعید سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ایک مرتبہ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ مقام ذالمجاز جو عرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے تشریف لے گئے۔ ابوطالب کو پیاس لگی اور سخت پیاس لگی۔ اور انہوں نے خدمتِ اقدس میں تشنگی کی شکایت کی۔ حضور علیہ السلام نے یہ سن کر

فَاَهْوٰى بِعَقِبِهٖ اِلَى الْاَرْضِ (وفی روایة) اِلٰى صَخْرَةٍ ثُمَّ رَكَضَهَا قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ فَاِذَا اَنَا بِمَاءٍ لَمْ اَرَ مِثْلَهٗ فَشَرِبْتُ حَتّٰى رَكَضَهَا فَعَادَتْ كَمَا كَانَتْ (خصائص ج ۲)

ایک پتھر کو ایڑی لگائی۔ ابوطالب کہتے ہیں پس ناگاہ وہاں ایک بہت بڑا چشمہ جاری ہوگیا ایسا چشمہ میری آنکھوں نے اس سے قبل نہ دیکھا تھا۔ میں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا پھر آپ نے ایڑی لگائی اور پانی بند ہوگیا۔

اللہ اکبر! حضرت موسیٰ علیہ السلام تو عصا مارتے ہیں۔ پھر کہیں پانی نکلتا ہے۔ مگر یہاں عصا مارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تو پائے اقدس میں کلیم کے عصا جتنی طاقت ہے۔ سچ ہے ؎

جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
دریا بہا دیئے ہیں دُرّے بہا دیئے ہیں

الغرض انبیاء کرام میں حضرت موسیٰ کی ذات تھی۔ چٹان کی رگیں پانی کی سوتیں بن گئیں مگر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چمڑہ کا مشکیزہ گوشت و پوست کی مبارک انگلیاں سوکھے کنوئیں دہانِ مبارک کی کلیاں متعدد بار پانی کا خزانہ ثابت ہوئیں۔ یعنی کلیم نے صرف پتھر سے اور حضور علیہ السلام نے ہر جگہ سے دریا بہا دیئے اور یہ پانی کا معجزہ حضورؐ سے کئی بار ظہور میں آیا۔ جو آپ کو اس نقشہ سے معلوم ہوگا۔

نقشہ رحمت

نمبر شمار	نام مقام	کیفیت	نام کتاب	پیاسوں کی تعداد	کس طرح پانی جاری فرمایا
۱	ذالمجاز	عرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے		بحالتِ سفر صرف ابو طالب ہمراہ تھے	حضور علیہ السلام نے زمین یا پتھر پر ایڑی ماری عظیم الشان چشمہ جاری ہوگیا

نمبر شمار	نام مقام	کیفیت	نام کتاب	پیاسوں کی تعداد	کس طرح پانی جاری فرمایا
۲	ایک سفر کا واقعہ ہے	—	بخاری باب علامات النبوت	چالیس آدمیوں نے پیا اور اپنے برتن اور مشکیزے بھر لئے	حضور ؐ نے صرف مشکیزہ کو ہاتھ لگا دیا۔ پانی بڑھ گیا
۳	زوراءؑ	بوقت نماز عصر	بخاری باب المعجزات	تین سو اشخاص نے وضو کیا	برتن میں دستِ مبارک رکھ دیا۔ انگشتانِ مبارک سے پانی کے فوارے پھوٹ پڑے
۴	کسی سفر میں	نماز کے وقت	بخاری باب المعجزات	اسّی آدمیوں نے پانی پیا	ایک لگن میں دستِ اقدس رکھا۔ انگلیوں سے پانی بہنے لگا
۵	کسی سفر میں	—	ترمذی باب المعجزات	ستّر آدمیوں نے وضو کیا	ایک پیالہ میں دستِ اقدس رکھا۔ انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے
۶	حدیبیہ	صلح کے موقعہ پر	بخاری باب المعجزات	پندرہ سو نمازیوں نے پانی پیا اور وضو بھی کیا	چمڑے کے مشکیزہ میں دستِ مبارک رکھا انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا
۷	حدیبیہ	یہ دوسرا واقعہ ہے	بخاری باب المعجزات	ڈیڑھ ہزار اشخاص نے پانی پیا اور اپنے اونٹوں کو بھی پلایا	کنوئیں کا پانی سوکھ گیا تھا حضور ؐ نے کلی فرمائی پانی ابل پڑا۔ یہاں تک کہ کنوئیں کی منڈیر تک آ گیا

نمبر شمار	نام مقام	کیفیت	نام کتاب	پیاسوں کی تعداد	کس طرح پانی جاری فرمایا
۸	—	بحالت سفر	مسلم حدیث جابر	ہمراہیوں نے پیا تعداد معلوم نہیں	حضرت جابر نے ایک طشت میں حضورؐ کو وضو کرایا۔ انگلیوں سے پانی نکلا اور طشت بھر گیا
۹	تبوک	بحالت سفر	مسلم باب المعجزات	پورا قافلہ تھا	حضورؐ نے اپنے وضو کا پانی نہر میں ڈالا تھا۔ نہر پانی سے بھر کر ابل پڑی
۱۰	—	بوقتِ عصر	بخاری ج ۲ ص ۴۳ اصح المطابع دہلی	چودہ سو اشخاص نے وضو کیا اور پانی پیا	ذرا سے پانی میں حضورؐ نے انگلیاں رکھ دیں پانی جوش مارنے لگا
۱۱	ایک دن نمازِ فجر کے بعد	آفتاب نکل آیا نمازِ فجر قضا ہو گئی	مسلم باب قضاء الصلوٰۃ	تمام لوگوں نے پیا	حضورؐ نے اپنے وضو کا پانی لوگوں کو پلانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے
۱۲	حضرت حبان بن صدائی کے ہمراہ	ایک سفر	مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۶۹	حضور علیہ السلام نے سب سے فرمایا وضو کر لو	وضو کرنے کے بعد حضورؐ نے برتن میں ہاتھ ڈال دیا پانی ابلنے لگا

نمبر شمار	نام مقام	کیفیت	نام کتاب	پیاسوں کی تعداد	کس طرح پانی جاری فرمایا
١	ایک سفر	ابنِ مسعود راوی ھیں	بخاری علامات النبوت	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مبارک پانی کی طرف دوڑو	ایک برتن میں آپؐ کے سامنے پانی پیش ہوا۔ آپؐ نے اس میں انگلیاں رکھ دیں پانی کے فوارے جاری ہو گئے

انتباہ نقشہ ہٰذا میں جو حدیثیں نقل کی گئی ہیں وہ ایک ہی واقعہ کی متعدد حکایتیں نہیں ہیں۔ ہر ایک علیحدہ اور مستقل واقعہ ہے نقشہ کو دیکھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر واقعہ کا عنوان موقع و محل علیحدہ علیحدہ ہے اور یہ فرق امتیاز ہر ایک کو مستقل واقعہ بنا دیتا ہے۔

الغرض حضرت موسیٰ کو عصا مارنے کی ضرورت پڑی۔ پھر کہیں پانی جاری ہوا اور وہ بھی صرف پتھر سے اور مخصوص ایام میں۔ مگر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعجاز ہے کہ آپؐ جہاں سے چاہتے ہیں اور جس وقت چاہتے ہیں بغیر عصا کے پانی جاری فرما لیتے ہیں امام ابن سبع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ حضورؐ کے خصائص میں یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم طہارت کا ارادہ فرماتے اور پانی نہ پاتے تو

مَدَّ اَصَابِعَهٗ فَتَفَجَّرَ مِنْهَا الْمَاءُ حَتّٰی آپؐ انگشتِ مبارک اٹھاتے۔ اس سے پانی
يَقْضِيَ طُهُوْرَهٗ (جواہر البیان ج۱ ص۲۹۱) جاری ہو جاتا اور آپ طہارت فرما لیتے ؎

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری
جن سے دریائے کرم ھیں جاری
جوش پر آتی ھیں جب غم خواری
تشنے سیراب ہوا کرتے ھیں

دودھ کی نہریں

اور پھر اس پر غور کیجئے کہ حضرت موسیٰ نے پتھر سے پانی جاری فرما کر بنی اسرائیل کی پیاس بجھائی۔ مگر مصطفےٰ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کی نہریں جاری فرما کر صحابہ کی تشنگی دور کی۔ گویا کلیم نے پانی سے اور حبیبؐ نے دودھ اور پانی دونوں سے سیراب فرمایا

امام بخاری حضرت ابوہریرہ سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ بھوک کے باعث کبھی ایسا ہوتا کہ میں جگر تھام کر زمین پر گر جاتا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن میں سرِ راہ آ بیٹھا۔ حضرت ابوبکر میرے قریب سے گذرے اور میں نے ان سے قرآن کی چند آیات کے متعلق دریافت کیا۔ میرا مقصود یہ تھا کہ شاید وہ مجھے کھلاویں گے۔ مگر وہ یونہی تشریف لے گئے پھر عمر فاروق آئے۔ ان سے بھی ایک آیت کا مطلب پوچھا۔ ان سے بھی غرض وہی تھی۔ مگر وہ بھی تشریف لے گئے۔ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ نے مجھے دیکھا۔

فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَاٰنِىْ وَعَرَفَ مَا فِىْ وَجْهِىْ۔
(خصائص ج ۲ ص ۴۱

اور دیکھ کر تبسم فرمایا۔ یعنی میرے دِل کی بات سمجھ گئے اور میرے چہرہ کو تاڑ لیا۔

پھر فرمایا کہ میرے ساتھ چلے آؤ۔ میں پیچھے پیچھے ہولیا۔ حضور دولت کدہ پر تشریف لائے اور وہاں ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا پایا۔ حضور نے فرمایا۔ ابوہریرہ اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ میں نے خیال کیا کہ اصحاب صفہ ستر آدمی ہیں۔ ان میں ایک پیالہ دودھ کی کیا حقیقت ہوگی۔ اگر مجھے مل جاتا تو مجھ میں کچھ سکت آجاتی (لیکن پیٹ پھر بھی نہ بھرتا) خیر اطاعتِ رسولؐ مقدم تھی۔ میں نے اصحابِ صفہ کو بلایا۔ وہ حاضر ہوگئے۔ حضور علیہ السلام نے وہ دودھ کا پیالہ مجھے دے دیا اور فرمایا کہ ان سب کو پلاؤ۔ میں نے یکے بعد دیگرے سب کو پلایا اور وہ سب سیر ہوگئے۔ پھر آخیر میں وہ پیالہ خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا حضورؐ نے پیالہ کو اپنے دستِ اقدس پر رکھا۔

اور مجھے دیکھ کر مسکرائے پھر فرمایا اے ابوہریرہ اب میں رہ گیا ہوں یا تم۔ میں نے عرض کی سچ ہے یا رسول اللہ حضورؐ نے فرمایا اچھا بیٹھ جا اور اب تو پی۔ میں نے پینا شروع کیا۔ فرمایا اور پی میں نے پیا۔ پھر حضورؐ یہ ہی فرماتے رہے کہ پی پی۔

حَتّٰى قُلْتُ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ مَسْلَكًا لَهٗ
خصائص ج ۲ ص ۴۸
بخاری کتاب الدقائق

آخر میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ مجھے اس ذاتِ مقدس کی قسم ہے۔ جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے اب تو پیٹ میں بالکل گنجائش نہیں ہے۔

ناظرین! یہ دودھ کا پیالہ تھا۔ مٹکا نہ تھا۔ کتنا بڑا تھا۔ خود ابوہریرہ فرماتے ہیں۔

کہ صرف ایک آدمی کیلئے بھی کافی نہ تھا اور اصحابِ صفہ ستر اصحاب تھے۔ حضورؐ کا اعجاز دیکھئے کہ آپ نے ایک پیالہ دودھ کو دودھ کا سمندر بنا دیا۔ ستر اصحابِ صفہ نے پیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے تو اتنا پیا کہ قسم کھانی پڑی کہ اب گنجائش نہیں ہے۔

کیا اس پیالہ کو کوئی بڑی سے بڑی جماعت ختم کر سکتی تھی۔ ہرگز نہیں۔ لاکھ ہوتے تو کیا اور کروڑ ہوتے تو کیا۔ سب کے لئے کافی ہوتا۔ اس پیالہ کو ختم کر دینے کی طاقت بھی اسی میں تھی۔ جس نے اس پیالہ میں دودھ کی نہریں جاری کر دی تھیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ یہ پیالہ اس وقت دودھ سے خالی ہوا۔ جب حضور علیہ السلام نے نوش فرمایا۔

چنانچہ حدیث بالا کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ جب ابو ہریرہ خوب سیر ہو کر پی چکے تو انہوں نے وہ پیالہ حضور علیہ السلام کو واپس دے دیا۔

فَحَمِدَ اللّٰهَ وَسَمّٰى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ
(خصائص حوالہ مذکور)

اور حضور نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور بسم اللہ پڑھ کر اس پیالہ کا بقیہ دودھ نوش فرما لیا ؎

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

کون سا پانی افضل ہے

بعض علماء فرماتے ہیں۔ سب پانیوں سے افضل ماءِ زمزم ہے۔ شبِ معراج اسی پانی سے قلبِ اقدس دھویا گیا۔ بعض فرماتے ہیں کہ ماءِ کوثر افضل ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ جو پانی آپ کی انگشتانِ مبارک سے جاری ہوا۔ جس سے پندرہ سو پیاسوں کی پیاس بجھی وہ تمام پانیوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

چنانچہ امام بخاری حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ جب ایک سفر میں پانی کی شکایت کی گئی تو حضور علیہ السلام نے بچا ہوا پانی طلب فرمایا۔ وہ ایک برتن میں آپؐ کے سامنے پیش ہوا آپؐ نے برتن میں دستِ مبارک رکھا۔ دستِ مبارک سے پانی پھوٹ پڑا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا

حَیَّ عَلَی الطَّهُوْرِ الْمُبَارَکِ وَالْبَرَکَةُ مِنَ اللّٰهِ۔

وضو کے اس مبارک پانی کی طرف دوڑو اور برکت خدا کی طرف سے ہے۔

اگرچہ اس حدیث میں صراحتاً یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ حضورؐ کی انگلیوں والا پانی ہی سب پانیوں سے افضل ہے۔ لیکن حضورؐ کا اس کو خصوصیت کے ساتھ مبارک فرمانا

بھی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

لہٰذا یہ پانی اس لئے بھی سب پانیوں سے افضل ہے کہ یہ حضورؐ کی مبارک انگلیوں سے نکلا ہے اور حضورؐ کا جز ہے۔ اور یہ قطعی بات ہے کہ جو چیز حضورؐ کا جز ہے۔ وہ کائنات سے افضل ہے۔ لہٰذا یقیناً یہ پانی بھی تمام پانیوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

خطابتِ نبوی

خطابت اور تقریر نبوت کا نہایت ہی ضروری عنصر ہے۔ اسی بنا پر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو فرعون کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا تو آپ کو یہ دعا کرنی پڑی

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِی	خداوندا! میری زبان کی گرہ کھول دے
یَفْقَهُوْا قَوْلِی	تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

گویا موسیٰ کلیم کو کمال خطابت حاصل کرنے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا کرنی پڑی۔

مگر سید الانبیاء حبیبِ خدا محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کو خود پیش گاہِ الٰہی سے یہ وصف کامل عطا کیا گیا تھا اور رب تعالیٰ نے اپنے محبوب میں ہر کمال کو جمع فرما دیا تھا۔

چنانچہ حضور تحدیث نعمت کے طور پر خود ارشاد فرماتے ہیں۔

اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ	میں فصیح ترین عرب ہوں۔ میں کلماتِ جامعہ لے کر مبعوث ہوا ہوں۔

خطابت کے اجزاء

اعلیٰ درجہ کے خطیب کے لئے متعدد امور کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً آواز کا شیریں ہونا۔ کلام کا مختصر اور جامع ہونا اور تنافر حروف، ضعف تالیف۔ غرابت مخالفت۔ قیاس لغوی سے خالی ہونا اور گفتگو کا مقتضیٰ حال کے مطابق ہونا اور ہر شخص کی فہم کے مطابق بات کرنا۔

اگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفت گو۔ آواز۔ اس کی شیرینی دلآویزی طرزِ بیان اور فصاحت و بلاغت پر تبصرہ کیا جائے تو اس کے لئے دفتر درکار ہیں۔ یہاں ہم خطبہ کے آخری اور مہتم بالشان جز جس کو اثر انگیزی سے تعبیر

کرتے ہیں۔ اس کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں۔ کیونکہ اسی جز کو حضرت موسیٰ کی دعا سے شدید لگاؤ ہے۔

خطباتِ نبویؐ کی اثر انگیزی

(۱) خطباتِ نبویؐ کی اثر انگیزی اور رفعت درحقیقت معجزہ تھی۔ پتھر سے پتھر دل بھی حضورؐ کی گفتگو سن کر چند لمحوں میں موم ہو جاتا تھا۔ مکہ معظمہ میں ایک مرتبہ حضورؐ نے سورہ والنجم کی آیتیں تلاوت فرمائیں تو یہ اثر ہوا کہ آپؐ کے ساتھ مسلمان تو مسلمان بڑے بڑے سرکش اور سخت دل کفار بھی سجدہ میں گر پڑے (بخاری)

(۲) مکہ میں ایک شخص ضماد نامی جو جھاڑ پھونک کرنا جانتے تھے۔ آئے اور یہ سن کر کہ نعوذ باللہ آپؐ کو جنون ہے۔ بغرض علاج آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان کے سامنے ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ انہوں نے عرض کی۔ ذرا پھر دہرائیے۔ حضورؐ نے وہی تقریر کئی بار دہرائی۔ تو اخیر میں ضماد نے کہا۔

قَالَ وَاللّٰهِ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ	خدا کی قسم میں نے شاعروں کے قصیدے
وَقَوْلَ الشُّعَرَآءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ	کاہنوں اور ساحروں کے کلام سنے ہیں لیکن
هٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ (مسلم باب الصلوٰۃ وقصر الخطبہ)	یہ تو چیز ہی اور ہے۔

(۳) ایک دفعہ نو مسلم قبیلہ ہجرت کر کے مدینہ آیا۔ حضورؐ نے ان کی امداد کی ضرورت سمجھی۔ مسجد نبوی میں جمعہ کے دن لوگ جمع ہوئے اور آپ نے خطبہ دیا۔ جس میں یہ آیت بھی تلاوت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الخ	اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔

اس کے بعد فرمایا — درہم، کپڑا، غلہ بلکہ چھوہارہ کا ایک ٹکڑا جو ہو راہِ خدا میں دو۔ اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت جو تھی وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔ تاہم حضورؐ کی رقت انگیز اور مؤثر تقریر نے یہ اثر کیا کہ جس کے پاس جو کچھ تھا دے دیا۔ بعض نے اپنے کپڑے تک اتار دیئے۔ کسی نے گھر کا غلہ حاضر کر دیا ایک انصاری اپنے گھر سے اشرفیوں کا توڑا اٹھا لائے۔ جو اس قدر بھاری تھا کہ ان سے مشکل سے اٹھتا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں آپ کے سامنے غلہ اور کپڑے کے دو بڑے بڑے ڈھیر لگ گئے۔

(مسلم باب الصدقات)

غرضکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خطبات میں اس درجہ کا اثر تھا کہ

جب دو قبیلوں میں اشتعال پیدا ہوتا۔ تو سرکار کے چند فقرے جوش محبت کا دریا بہا دیتے

۴۔ غزوہ بدر سے پہلے ایک دفعہ جب آپؐ سوار ہو کر نکلے۔ مسلمان اور منافقین یکجا بیٹھے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے تو سلام کیا مگر منافقین نے ایک گستاخانہ فقرہ استعمال کیا۔ یہ چنگاری تھی جس نے سارے خرمن کو آگ لگا دی قریب تھا کہ جنگ و جدل برپا ہو جائے۔ مگر حضورؐ کے چند الفاظ مبارکہ نے اس آگ پر پانی ڈال دیا۔

(بخاری شریف)

(سلامٌ علیٰ جماعۃ فیہا المسلم والکافر)

۵۔ واقعہ افک میں اوس و خزرج میں اس قدر اختلاف پیدا ہوا کہ قریب تھا کہ خاص مسجدِ نبوی میں تلواریں نیام سے نکل پڑیں حضورؐ منبر پر جلوہ فرما تھے۔ اپنے سلسلہ تقریر کو جاری رکھا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ محبت و شفقت کی لہریں پھر جاری ہو گئیں (صحیح بخاری قصہ افک)

۶۔ غزوہ مصطلق سے واپسی پر ایک واقعہ پیش آیا۔ مہاجرین و انصار میں شدید اشتعال پیدا ہوا۔ قریب تھا کہ دست و گریباں ہو جائیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ آپؐ تشریف لائے اور اس طرح تقریر فرمائی کہ چند لمحوں میں مہاجرین و انصار شیر و شکر تھے (بخاری تفسیر منافقین)

وعظ و نصیحت کے اثرات

وعظ و نصیحت میں جو خطبات حضورؐ ارشاد فرماتے تھے۔ ان کی اثر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ انسان تو انسان جمادات بھی متأثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ ایک صحابی حضورؐ کے خطبہ کی تصویر ان الفاظ میں کھینچتے تھے

۷۔ وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا بَعْدَ الصَّلٰوۃِ الْغَدَاۃِ مَوْعِظَۃً بَلِیْغَۃً ذَرَفَتْ مِنْھَا الْعُیُوْنُ وُجِلَتْ مِنْھَا الْقُلُوْبُ۔ (ترمذی)	صبح کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا مؤثر اور بلیغ وعظ فرمایا کہ آنکھیں اشک ریز ہو گئیں۔ اور دل کانپ اٹھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک اور مجلس وعظ کی تاثیر کی کیفیت یوں بیان فرمائی۔

۸۔ قَامَ نَبِیُّنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	حضور خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور اس میں فتنہ قبر جس میں

وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِيْ يُفْتَنُ بِهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ صَاحَ الْمُسْلِمُوْنَ صَيْحَةً (بخاری)

انسان کی آزمائش ہوگی۔ بیان فرمایا تو مسلمان چیخ اٹھے (بخاری)

۹۔ حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نے خطبہ دیا۔ اور آپ کی زبانِ اقدس سے یہ الفاظ نکلے۔

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ

قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔

یہ الفاظ آپؐ نے تین مرتبہ فرمائے اور پھر جھک گئے۔ لوگوں پر یہ اثر ہوا کہ جو جہاں تھا وہیں سر جھکا کر رونے لگا۔ راوی کہتے ہیں۔ ہمیں بھی ہوش نہ رہا۔ کہ حضورؐ قسم کس بات پر کھا رہے ہیں۔ (سنن نسائی کتاب الزکوٰۃ)

۱۰۔ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور نے خطبہ دیا۔ یہ خطبہ اس قدر موثر تھا کہ میں نے ایسا خطبہ نہیں سنا۔

حضور نے اثنائے تقریر میں فرمایا۔

لوگو! جو میں جانتا ہوں۔ وہ تم بھی جانتے تو ہنستے کم روتے زیادہ۔ اس مبارک فقرہ کا یہ اثر ہوا۔ کہ لوگ منہ کپڑے ڈال کر بے اختیار رونے لگے۔ (صحیح بخاری تفسیر سورہ مائدہ)

حضورؐ کے خطبات کے بے جان چیزوں پر اثرات

یہ تو خطبات نبوی کے انسانوں پر اثرات تھے۔ لیکن جمادات جو فہم و عقل کے مالک نہیں ہیں۔ ان پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کا کیا اثر ہوتا تھا۔ وہ مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم کیجئے۔

۱۱۔ امام ابونعیم و بزار و ابن عدی حضرت ابن عمران سے راوی وہ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے منبر پہ جلوہ فرما ہو کر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

تم نے اللہ کی قدر جیسے کہ ہے نہ جانی۔

جب زبانِ اقدس سے یہ کلمات نکلے تو لکڑی کے منبر سے یہ آواز آئی۔

فَقَالَ الْمِنْبَرُ هٰذَا اَنْجَاءَ وَذَهَبَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (خصائص ج۲ ص۷۷

ایسا ہی ہے یعنی صحیح فرمایا ہے۔ پھر منبر تین مرتبہ آگے پیچھے ہوا۔

۱۲۔ امام احمد و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابن عمر سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سنا کہ حضورؐ منبر پر تشریف رکھے ہوئے فرما رہے تھے۔

يَاخُذُهُ الْجَبَّارُ سَمٰوٰتِهٖ وَاَرْضِهٖ بِيَدِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْجَبَّارُ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ وَيَتَقَبَّلُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَيَسَارِهٖ

قیامت کے دن زمین و آسمان خدا کی مٹھی میں ہوں گے۔ جبار فرمائے گا۔ متکبرین کہاں ہیں، جبارین کہاں ہیں۔ حضورؐ یہ فرماتے جاتے تھے اور دائیں بائیں مائل بھی ہوتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضورؐ کے خطبہ کے جلال سے قدم پاک کے نیچے منبر حرکت کر رہا تھا۔ اور منبر اس قدر متحرک ہوا کہ ہمیں یہ کہنا پڑا کہ یہ حضورؐ کو ساتھ لے کر زمین پر آرہے گا۔

حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَى الْمِنْبَرِ مُتَحَرِّكٌ مِنْ اَسْفَلَ شَيْئٍ مِنْهُ حَتّٰى اِنِّىْ اَقُوْلُ اَسَاقِطٌ هُوَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ

(خصائص ج ۲ ص ۷۷)

الغرض اشرف انبیاء محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں کمال عطا ہوا تھا جو کسی نبی و رسول میں نہ تھا اور آپ میں وصف خطابت اس درجہ کا تھا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دعا کے بعد بھی نہ حاصل ہوا تھا ؎

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

شفائے امراض

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانہ میں
اٹھا لے جائے تھوڑی خاک ان کے آستانہ سے

سیدنا مسیح علیہ السلام کا اندھوں اور برص والوں کو تندرست، اور مردوں کو زندگی بخشنے کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔ رب العزت جل مجدہٗ فرماتا ہے۔

وَتُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ
وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ

اور تم اچھا کر دیتے، مادرزاد اندھے کو
اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے
اور تم نکالتے قبروں سے مردوں کو زندہ
کر کے میرے حکم سے

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تین مرضوں کے ازالہ کی قوت دی گئی تھی۔ مگر حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ آپؐ کا لعابِ دہن ہر مرض کی دوا اور ہر بیماری کے لئے فوری شفا ہے۔

دکھ درد میں لوگ ڈاکٹروں اور حکیموں کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ مگر صحابہ کرام دربار رسالت میں حاضر ہو کر حضورؐ سے شفا چاہتے ہیں۔ شفاخانہ رسولؐ میں مریض آتے ہیں اور حضور علیہ السلام کبھی لعابِ دہن لگا کر اور کبھی دستِ اقدس پھیر کر امراض کو دفع فرما دیتے تھیں۔

دواؤں کے استعمال سے یہ یقین نہیں کہ ضرور شفا ہو گی۔ مگر لعابِ رسولؐ کی یہ خصوصیت ہے کہ لگاتے ہی فوراً شفا ہوتی ہے۔ نہ انتظار کرنا پڑتا ہے اور نہ امید باندھنے کی ضرورت پڑتی ہے ؎

ہوتی ہے شفا دم میں دم آتا ہے بے دم میں
محبوب خدا کا ہے کیا خوب شفاخانہ

اب ہم اس باب میں شفائے امراض کی چند حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ جن سے ناظرین یہ اندازہ کر سکیں گے کہ اگر مسیح کلمۃ اللہ تین مرضوں کے ازالہ کی قوت رکھتے تھے۔ تو مصطفےٰ محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء ہر مرض کے لئے شافی الامراض ہیں۔

اندھے کا بینا ہونا

امام بیہقی و طبرانی حبیب ابن فدیک سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی آنکھیں بظاہر اچھی معلوم ہوتی تھیں۔ مگر دکھائی کچھ نہ دیتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا۔ عرض کی

وَقَعَتْ رِجْلِیْ عَلٰی بَیْضِ حَیَّةٍ فَاَصَابَتْ
بَصَرِیْ فَنَفَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فَاَبْصَرَ

حضورؐ میرا پاؤں سانپ کے انڈوں پر پڑ
گیا۔ جب سے بینائی جاتی رہی۔ حضورؐ نے
دم کر دیا۔ اسی وقت بینائی واپس آ گئی

(خصائص ج ۲ ص ۶۹)

مادرزاد اندھے کا بینا ہونا

امام ترمذی و حاکم حضرت عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ھیں کہ ایک

نابینا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ عرض کی دعا کیجئے۔ ربّ تعالیٰ میری آنکھیں اچھی کر دے۔ حضورؐ نے فرمایا جا وضو کر، پھر دو رکعت نماز پڑھ، پھر یہ دعا کر

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْٓ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ اَنْ يَّكْشِفَ عَنْ بَصَرِیْ قَالَ وَقَدْ كَشَفَ اللّٰهُ عَنْ بَصَرِهٖ

اے رب! میں سوال کرتا ہوں اپنے نبی کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں۔ اے محمدؐ میں متوجہ ہوتا ہوں۔ آپؐ کے وسیلہ سے آپؐ کے رب کی طرف تاکہ میری آنکھیں کھل جائیں۔ یہ دعا کرتے ہی اللہ نے ان کی آنکھیں روشن کر دیں۔

حضرت قتادہ کی آنکھ

امام ابونعیم ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں حضرت قتادہ کی دونوں آنکھیں تیر کے لگنے سے ان کے رخسار پر بہہ آئیں۔ حضرت قتادہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

فَاَعَادَهُمَا مَكَانَهُمَا وَبَرَقَ فِيْهِمَا فَعَادَ تَا تَبْرُقَانِ (حجۃ اللہ ص ۴۲۴)

حضورؐ نے ان کی دونوں آنکھوں کو خانہ چشم میں رکھ کر لعابِ دہن لگا دیا۔ دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں

امام ابونعیم و یعلیٰ جدِ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت قتادہ کی آنکھ احد کی لڑائی میں بھی پھوٹ کر ان کے رخسار پر بہہ آئی۔ قتادہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

فَغَمَزَ عَيْنَيْهِ بِرَاحَتِهٖ فَكَانَ لَا يُدْرِیْ اَیُّ عَيْنَيْهِ اُصِيْبَتْ (خصائص ج ۲ ص ۲۱۸)

حضورؐ نے اپنی ہتھیلی سے ان کی آنکھ کو بند کر دیا تو یہ حال ہوا کہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کونسی آنکھ پھوٹی تھی۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت قتادہ کی آنکھیں دو دفعہ پھوٹ کر ان کے رخسار پر بہہ آئیں۔ جنگِ بدر میں اور جنگِ احد میں ـــ مگر سبحان اللہ کہ حضور علیہ السلام نے دونوں مرتبہ ان کی آنکھیں تندرست فرما دیں۔

حضرت ابوذر کی آنکھ

ابو یعلیٰ عبد الرحمٰن بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں حضرت ابوذر کی آنکھ پھوٹ گئی

فَبَرَقَ فِيْهَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ اَصَحَّ عَيْنَيْهِ

خصائص ج ۱ ص ۳۱۶

حضورؐ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگا دیا۔ تو حضورؐ کی بنائی ہوئی آنکھ خدا کی بنائی

آنکھ سے زیادہ روشن ہوگئی۔

علامہ زرقانی

فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا یہ معجزہ معجزہ عیسوی سے اقویٰ ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ ان آنکھوں کو تندرست فرماتے تھے جو اپنے مقام پر ہوتی تھیں۔ صرف قوتِ بینائی ان میں نہ ہوتی تھی۔ لیکن سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز دیکھئے کہ آپ ان آنکھوں کو تندرست فرما رہے ہیں۔ جن کی نہ صرف قوتِ بینائی جا چکی ہے بلکہ آنکھ خانہ چشم سے نکل کر پھوٹ چکی ہے۔ علامہ زرقانی کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

هٰذَا اَبْلَغُ مِنْ اِبْرَاءِ الْاَكْمَهِ لِاَنَّ عَيْنَيْهِ فِيْ مَكَانِهِمَا

(زرقانی ج ۱ ص ۲۰

حضورؐ کا ایسی آنکھوں کو تندرست فرمانا حضرت عیسیٰ کے ابراء اکمہ سے اقویٰ ہے۔ کیونکہ وہاں آنکھ اپنے مقام پر موجود ہے۔ ؎

روتی آنکھ ہنساتے یہ ہیں جلتی آگ بجھاتے یہ ہیں
ڈوبی کشتی تراتے یہ ہیں چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں

مولیٰ علی کو آشوبِ چشم

امام بخاری سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر کی ایک شام حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کل ہم فوج کا نشان ایسے شخص کو دیں گے۔ جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا۔ جب صبح ہوئی تو حضور علیہ السلام نے حضرت علی کو طلب فرمایا۔ صحابہ نے عرض کی انہیں آشوبِ چشم ہے۔ اور یہ آشوبِ چشم بھی اتنا سخت تھا کہ جس کے متعلق مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک صحابی سلمہ بن اکوع حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر حضورؐ کی خدمت میں لائے تھے

فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَءَ حَتّٰى كَانْ لَمْ يَكُنْ وَجَعٌ (مسند امام احمد ج ۴ ص ۵۳)

حضورؐ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن ڈال دیا۔ فوراً آنکھیں اچھی ہوگئیں۔ گویا کبھی دکھی ہی نہ تھیں۔

حضرت علی پر لعابِ مبارک کے اثرات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ مبارک کا صرف یہی اثر نہ ہوا کہ آپ کی دکھتی آنکھیں اچھی ہوگئیں۔ بلکہ لعابِ مبارک کے کافی اثرات رونما ہوئے۔ خود حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب سے حضورؐ نے میری آنکھوں میں لعابِ مبارک ڈالا ہے

فَمَا وَجَدْتُ حَرًّا وَلَا بَرْدًا وَّلَا رَمَدَتْ عَیْنَائِیُ
(حُجّۃ اللہ صہ ۵۷۴)

اس وقت سے میں سردی اور گرمی بھی محسوس نہیں کرتا۔ اور نہ اب کبھی میری آنکھیں دُکھنی آئیں۔

حضرت علی کا لباس

امام طبرانی و ابو نعیم حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ھیں کہ حضرت علی سخت گرمیوں میں موٹے کپڑے پہنا کرتے تھے۔

وَیَلْبَسُ فِی الْبَرِّ الشَّدِیْدِ الثَّوْبَیْنِ الْخَفِیْفَیْنِ وَمَا یُبَالِیْ

اور سخت سردیوں میں باریک کپڑے پہنتے تھے اور سردی کی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے۔

حضرت شبرمہ فرماتے ہیں۔ میں نے مقام ذی قارن میں حضرت علی کو دیکھا۔ کہ سخت سردی میں آپ نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ اپنے اونٹ کو کھینچ رہے تھے اور آپ کی پیشانی سے پسینہ سے ٹیک رہا تھا۔ جب میں نے اس کا سبب پوچھا۔ تو حضرت علی نے فرمایا کہ یہ حضورؐ کے لعاب مبارک کے اثرات ہیں۔

برص کے مریض کی صحت

حضرت معاذ بن عفراء کی بیوی کو برص کا مرض تھا انہوں نے دربارِ رسالت میں شکایت کی۔

فَمَسَحَ عَلَیْهَا فَاَذْهَبَ اللّٰهُ الْبَرَصَ
(زرقانی جہ صہ ۲۰۱

حضورؐ نے اپنا عصا مبارک ان کے جسم پر پھیرا۔ برص کا مرض فوراً جاتا رہا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا دستِ اقدس پھیر کر مرض برص کو دور فرماتے تھے۔ مگر حضورِ اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم اپنے عصا مبارک سے شفائے کامل عطا فرما رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کا عصا مبارک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ جتنی طاقت رکھتا ہے۔ سچ ہے ؎

محبوبِ خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا دنیا میں کوئی آیا نہیں ہے

جلے ہوئے ہاتھ کا اچھا ہونا

امام بیہقی محمد بن حاطب سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ پر پکتی ہوئی ہانڈی گر گئی اور میرا ہاتھ جل گیا۔ میری والدہ مجھے دربارِ رسالتؐ میں لے کر حاضر ہوئیں۔

فَجَعَلَ یَتْفُلُ عَلَیْهَا وَیَقُوْلُ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ فَبَرَأْتُ (خصائص ج ۲ صہ ۹۵)

حضورؐ نے میرے ہاتھ پر دم کیا اور فرمایا "اذہب الباس" اسی وقت جلا ہوا ہاتھ اچھا ہوگیا۔

مہلک زخم کا اچھا ہونا

امام بیہقی محمد بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

بِرِجْلِهٖ قُرْحَةٌ قَدْ اَعْيَتِ الْاَطِبَّاءُ (خصائص ج ۲ ص ۶۹)

اس کے پاؤں میں زخم تھا۔ جس کے علاج سے اطباء عاجز آ چکے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی پر لعاب لگا کر زخم پر مل دیا۔ زخم اسی وقت اچھا ہو گیا ؎

تم سے اس بیمار کو صحت ملے
جس کو دے دیں حضرت عیسیٰؑ جواب

تلوار کے زخم کا اچھا ہونا

غزوہ خیبر میں حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹانگ میں تلوار کا زخم لگ گیا۔ حضرت سلمہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

فَنَفَثَ فِيْهِ ثَلَاثَةَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةَ (بخاری غزوہ خیبر)

حضورؐ نے تین مرتبہ دم فرمایا۔ زخم اسی وقت اچھا ہو گیا۔

ٹوٹے ہوئے ہاتھ کا اچھا ہونا

امام بیہقی حبیب ابن یساف سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ ایک لڑائی میں ہم حضورؐ کے ہمراہ تھے۔ میرے کندھے پر ایک ضرب لگی اور میرا ہاتھ ٹوٹ گیا۔

فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَفَلَ فِيْهَا وَاَلْزَقَهَا وَبَرَأَتْ وَقَتَلْتُ الَّذِيْ ضَرَبَنِيْ

(حجۃ اللہ ص ۴۲۹)

میں حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے لعابِ دہن لگا کر میرا ہاتھ جوڑ دیا۔ پھر میں نے اسی ہاتھ سے اس شخص کو قتل کر دیا جس نے مجھے زخمی کیا تھا۔

لکنت کا دور ہونا

بشر بن عقربہ جہنی کہتے ہیں۔ میرے والد جنگِ احد میں شہید ہو گئے میں روتا ہوا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیوں روتا ہے۔ کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں تیرا والد اور عائشہ تیری والدہ ہو جائیں۔ پھر حضورؐ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا۔

فَكَانَ اَثَرُ يَدِهٖ مِنْ رَّاْسِهٖ اَسْوَدُ وَسَائِرُهٗ اَبْيَضُ وَكَانَتْ فِيْ لِسَانِيْ عُقْدَةٌ فَتَفَلَ فِيْهَا فَانْحَلَّتْ

(خصائص ج ۲ ص ۸۳)

تو میرے جن بالوں پر حضورؐ کا ہاتھ پھر گیا وہ سیاہ رہے اور باقی سفید۔ میری زبان میں گرہ تھی۔ آپؐ نے لعابِ دہن ڈال دیا۔ فوراً گرہ کھل گئی۔

رافع نافع دافع شافع کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں

ورم کا تحلیل ہونا

ابن سعد عبید بن عمیر سے روایت کرتے ھیں کہ حضرت اسما بنت ابوبکر کی گردن میں ورم تھا۔

فَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُھَا فَذَھَبَ الْوَرَمُ (خصائص ج ۲ ص ۷)

حضورؐ نے دستِ اقدس ان کی گردن پر پھیر دیا ورم جاتا رہا۔

دستِ مبارک پھیر کر بال اگا دیئے

ابن سعد طبقات میں ہلب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ ہلب ابن یزید حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

وَھُوَ اَقْرَعُ فَمَسَحَ رَاْسَہٗ فَنَبَتَ شَعْرُہٗ (خصائص ج ۲ ص ۱۵)

ان کے سر پہ بال نہ تھے۔ حضورؐ نے دستِ مبارک پھیرا۔ اسی وقت بال اُگ آئے۔

دستِ مبارک پھیر کر سو برس کی عمر کر دی

امام بیہقی عبداللہ بن بسر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے عبداللہ کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ

یَعِیْشُ ھٰذَا الْغُلَامُ قَرْنًا وَکَانَ فِیْ وَجْھِہٖ ثُؤْلُوْلٌ قَالَ لَا یَمُوْتُ ھٰذَا حَتّٰی یَذْھَبَ الثُّؤْلُوْلُ مِنْ وَجْھِہٖ (حجۃ اللہ ص ۵۰۱)

یہ لڑکا ایک قرن زندگی پائے گا ان کے چہرہ پر ثولول تھے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ان کے مرنے سے پہلے دور ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

مجنون کا اچھا ہونا

ابو نعیم حضرت زراع سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے مجنون بچے کو دربارِ رسالت میں لے کر حاضر ہوا۔ حضورؐ نے اس کے چہرہ پر دستِ مبارک پھیر دیا اور دعا بھی فرمائی

فَلَمْ یَکُنْ بَعْدَ دَعْوَۃِ النَّبِیِّ اَعْقَلُ مِنْہُ (خصائص ج ۲ ص ۷)

تو حضور کی دعا کے بعد وہ لڑکا سب میں زیادہ عقل مند ہو گیا۔

بشر بن معاویہؓ کا ہاتھ

امام بخاری تاریخ میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت بشر بن معاویہ اپنے والد کے ہمراہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان کے چہرہ اور سر پر دستِ اقدس پھیر دیا۔ جس کا اثر یہ ہوا۔

فَکَانَ لَا یَمْسَحُ شَیْئًا اِلَّا بَرَأَ (خصائص ج ۲ ص ۴۷)

کہ بشر جس مریض پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے اس کو شفا ہو جاتی۔

ناظرین! حضرت بشر کے ہاتھ میں یہ طاقت یہ برکت کہاں سے آگئی۔ ان کے ہاتھ میں بیمار کو اچھا کر دینے کی قوت کیوں پیدا ہو گئی۔ ان کے ہاتھ ساری دنیا کے ہاتھوں سے کیوں ممتاز ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے سر پر حضور علیہ السلام کا مبارک ہاتھ پھر گیا تھا۔ یہ حضورؐ کے ہاتھ کی برکت اسی کا تصرف اور اسی کا فیض تھا جو حضرت بشر کے ہاتھوں سے ظاہر ہو رہا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شفائے امراض کا معجزہ ملا تھا۔ مگر مصطفےٰ حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء نے دوسروں کے ہاتھوں میں ہر مرض کے ازالہ کی طاقت عطا فرما دی تھی۔

احیائے اموات

دیکھیں جاں بخشی لب کو تو کہیں خضر و مسیح
کیوں مرے کوئی اگر ایسی مسیحائی ہو

مردے کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اعظم معجزات سے ہے۔ تفسیر معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مسیح کلمۃ اللہ نے چار اشخاص کو زندہ فرمایا۔

١ عاذر حضرت مسیح کے دوست جن کو تین دن بعد قبر سے نکالا۔

٢ ایک بڑھیا کا بیٹا جس کا جنازہ لے جایا جا رہا تھا۔

٣ محصل چنگی کی لڑکی جو ایک دن کی مری ہوئی گھر میں پڑی تھی۔ تفسیر جلالین میں ہے کہ ان تینوں کی اولاد بھی ہوئی۔

٤ چوتھے سام ابن نوح کو بھی آپ نے زندہ کیا۔ جب یہ قبر سے نکلے تو قیامت کے خوف کی وجہ سے ان کے بال سپید ہو گئے تھے۔ حالانکہ قاعدہ یہ تھا کہ ان لوگوں کے جسم قبر میں سلامت رہتے تھے۔ سام نے زندہ ہوتے ہی پوچھا کہ کیا قیامت آگئی؟ حضرت مسیح نے فرمایا۔ نہیں۔ سام نے کہا تو پھر میں زندگی نہیں چاہتا۔ اور اس شرط پر مرنا چاہتا ہوں کہ سکراتِ موت کی تکلیف سے محفوظ رہوں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے

دعا فرمائی اور یہ اسی وقت انتقال کر گئے۔ قرآنِ حکیم نے دو مقام پر حضرت مسیح کے معجزات میں احیاءِ اموات کے معجزہ کا ذکر کیا ہے۔ مگر یہ تفصیل نہ بیان فرمائی کہ مسیح علیہ السلام کے دستِ اقدس نے کتنے مردے زندہ کئے۔ تاہم تفاسیر بلکہ انجیل مقدس کے مطالعہ سے بھی یہ ہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صرف چار ہی مردے زندہ کئے جن کی تفصیل اُوپر گذر چکی ہے۔

لیکن سید الانبیاء محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے اعجاز کا کیا پوچھنا ہے۔ حضورؐ تو روحِ عالم اور جانِ کائنات ہیں۔ اور آپ کی مقدس روح یعسوب الارواح ہے ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں یہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

چنانچہ یہ پھولوں میں مہک، کلیوں میں چٹک، دریا میں روانی، آبشاروں میں جوش سمندر میں تلاطم، ہوا میں تیزی، دن میں نور، سورج میں چمک، چاند میں دمک، ستاروں میں جھلک غرضیکہ باغِ عالم میں بہار، زمین و آسمان کو قرار، چمنستان اسلام میں شادابی ملتِ ابراہیمی کی سرسبزی اسی جانِ عالم روحِ کائنات کے دم قدم سے ہے ؎

ہے انہیں کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار
یہ نہ تھے عالم نہ تھا گر یہ نہیں عالم نہیں

لہٰذا فضلِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو مردے زندہ کرنا کیا دشوار ہے۔ حضورؐ نے تو سوکھے درخت اور پتھروں کو زندہ فرما دیا اور صرف زندہ ہی نہیں کیا۔ بلکہ حضور کی برکت سے ان جمادات میں صفاتِ انسانی پیدا ہو گئیں۔

حضور علیہ السلام نے مردے زندہ کر دیئے

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا۔ عرض کی، سرکار میری لڑکی فلاں جنگل میں مر گئی ہے۔ حضورؐ اس کے ہمراہ اس جنگل میں تشریف لے گئے۔

وَنَادَاهَا بِاِسْمِهَا يَا فُلَانَتُه اَجِيْبِيْ	اور اس کا نام لے کر آواز دی۔ وہ لڑکی
بِاِذْنِ اللهِ فَخَرَجَتْ وَهِيَ تَقُوْلُ لَبَّيْكَ	لبیک وسعدیک کہتی ہوئی قبر سے باہر آگئی
وَسَعْدَيْكَ۔	(شفا ملا علی قاری ج ص ۶۴۸

امام بیہقی سے روایت ہے کہ ایک شخص کو حضور علیہ السلام نے دعوتِ اسلام دی تو اس نے کہا۔ اگر آپ میری لڑکی زندہ کر دیں تو میں ایمان لے آؤں گا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس کے ہمراہ لڑکی کی قبر پر تشریف لے گئے۔

فَقَالَ یَا فُلَانَۃُ فَقَالَتْ لَبَّیْكَ وَ سَعْدَیْكَ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتُحِبِّیْنَ اَنْ تَرْجِعِیْ الدُّنْیَا فَقَالَتْ لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَجَدْتُ اللّٰہَ خَیْرًا لِیْ مِنْ اَبَوَیَّ (شفا ملا علی قاری ج ۱ ص ۶۴۲)

اور اس کا نام لے کر آواز دی۔ لڑکی نے لبیک و سعدیک، کہا۔ حضور ؐ نے فرمایا کیا تو دنیا میں واپس آنا چاہتی ہے۔ لڑکی نے کہا۔ یا رسول اللہ نہیں۔ کیونکہ میں نے اللہ عزوجل کو اپنے والدین سے زیادہ مہربان پایا ہے

امام بیہقی کی اس حدیث پر غور کیجئے۔ حضور ؐ کا یہ معجزہ حضرت مسیح کے معجزہ کے بالکل مشابہ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے سام ابن نوح کو زندہ کیا تھا۔ لیکن سام نے دنیا دی زندگی نہ چاہی۔ اسی طرح حضور ؐ نے لڑکی کو زندہ کیا۔ مگر لڑکی نے دنیا میں واپس آنا پسند نہ کیا۔

غرضکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احیائے اموات ''معجزہ دیا گیا تھا۔ تو حضور علیہ السلام کو بھی احیائے اموات کا منصب عطا ہوا بلکہ حضور علیہ السلام کے صدقے میں حضور ؐ کے غلاموں کو بھی یہ منصب ملا۔ چنانچہ امام ابونعیم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

ایک صحابیہ کی دعا سے مردہ زندہ ہوگیا

ہم ایک انصاری کی عیادت کو گئے۔ ابھی ہم ان کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ اس انصاری کی والدہ بہت بوڑھی تھیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ میرا لڑکا انتقال کر گیا ہے تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دربارِ ایزدی میں یوں عرض کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ لَكَ وَ ھَاجَرْتُ اِلٰی رَسُوْلِكَ رَجَاءً اَنْ تُعَشِّیْنِیْ عِنْدَ كُلِّ شِدَّۃٍ وَرُخَاءٍ فَلَا تَحْمِلْ عَلَیَّ ھٰذِہِ الْمُصِیْبَۃَ الْیَوْمَ فَكَشَفَ عَنْ وَجْھِہٖ حَتّٰی اَكَلْنَا مَعَہٗ۔

اے اللہ تو جانتا ہے میں تیرے لئے اسلام لائی اور ہجرت کی۔ تیرے رسول کی طرف یہ امید رکھتے ہوئے کہ تو ہر شدت اور نرمی کے وقت مجھے اپنی رحمت میں رکھے گا۔ پس میرے اوپر یہ مصیبت نہ ڈال۔ پس اس لڑکے کے چہرہ سے جب کپڑا اٹھایا۔ تو وہ زندہ ہوگیا اور ہم نے اس کے ساتھ کھانا بھی کھایا۔

(دلائل النبوت ج ۳ ص ۲۲۴

حضور نے حیوانات بھی زندہ کئے

امام ابو نعیم حضرت کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بکری کو ذبح کر کے کھانا تیار کیا۔ اور حضورؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت جابرؓ کو فرمایا۔ اپنی قوم کو بلا لو۔ جابرؓ کا خاندان آیا اور حضور نے ان سے فرمایا کھاؤ مگر ہڈی نہ توڑنا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں سب نے سیر ہو کر کھا لیا۔

وَفَضُلَ الْجَفْنَةِ شِبْهَا كَانَ فِيهَا

اور کھانا اتنا کا اتنا ہی رہا

اس کے بعد حضور نے تمام ہڈیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ جب تمام ہڈیاں جمع گئیں تو حضور

فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهَا وَتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ لَمْ اَسْمَعْهُ فَاِذَا الشَّاةُ قَدْ قَامَتْ (خصائص کبریٰ)

علیہ السلام نے اپنا دست مبارک ان ہڈیوں پر رکھ کر کچھ پڑھا جو ہمیں سنائی نہ دیا۔ ناگاہ بکری زندہ ہو گئی۔

لب زلال چشمہ کن میں گندھے ہیں وقت خمیر
مردے زندہ کرنا اے جان تم کو کیا دشوار ہے

حنین جذع

ابن ابی حاتم کتاب مناقب الشافعی میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کو جو معجزات و عطیات اللہ عزوجل نے عطا فرمائے وہ کسی نبی کو نہیں ملے۔ کسی شخص نے پوچھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیائے موت کے بالمقابل حضور علیہ السلام کو کیا عطا ہوا۔ سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

حَنِيْنُ الْجِذْعِ فَهٰذَا اَكْبَرُ مِنْ ذَالِكَ (خصائص ج ۲ ص ۷۷)

حنین جذع کا واقعہ موجود ہے۔ جو عیسیٰ کے احیائے موت سے اکبر ہے۔

حنین۔ لغت میں مشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں جو فراقِ محبوب میں اس کے منہ سے نکلتی ہے۔ اور جذع کھجور کے کٹے ہوئے تنا کو کہتے ہیں۔

مختصر واقعہ اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو شروع شروع میں کوئی منبر نہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ایک کھجور کے خشک تنا کے ساتھ تکیہ لگا کر دیا کرتے تھے۔

کچھ دن بعد صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کے لئے تین سیڑھی کا ایک منبر تیار کر دیا جب حضور علیہ السلام نے پہلی بار اس منبر پر رونق افروز ہو کر جمعہ کا خطبہ دیا۔ اور وہ کھجور کا تنا حضورؐ کے تکیہ لگانے کے شرف سے محروم ہو گیا۔ تو اس سے رونے کی آواز آنے لگی۔ حضرت ابنِ عمر فرماتے ہیں۔

صَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ (بخاری) وہ کھجور کا تنا بچوں کی طرح رونے لگا۔

حضرت جابر ابن عبد اللہ فرماتے ہیں۔

سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ (خصائص ج۲ ص۷۵) کھجور کے اس تنا سے حاملہ اونٹنی کی سی آواز آتی تھی۔ جو ہم نے سنی۔

صحابہ کرام حیران ہوئے کہ کھجور کے خشک تنا سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ مگر یہ کسے معلوم تھا کہ اس تنا کو کس حسن والے کی جدائی رلا رہی ہے۔ حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

حَنَّتِ الْخَشَبَةُ فَأَقْبَلَ النَّاسُ عَلَيْهَا حَتّٰى كَثُرَ بُكَاؤُهُمْ (خصائص ج۲ ص۷۶) کہ جب وہ تنا رونے لگا تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور صحابہ بھی اس کے ساتھ رونے لگے

ے ستون کی دیکھ کر حالت صحابہ سر بسر روئے
تمامی حاضرانِ مجلس خیر البشر روئے
رلائے جبکہ جیبِ خشک کو آقا کی مہجوری
کہو پھر عین غیرت سے نہ کیونکر ہر بشر روئے

آخر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے۔

وَاحْتَضَنَهُ فَسَكَنَ وَقَالَ لَوْ لَمْ أَحْتَضِنْهُ لَحَنَّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اور اس کو گلے سے لگا لیا۔ پھر وہ چپ ہو گیا حضور نے فرمایا۔ اگر میں اس کو تسلی نہ دیتا تو یہ لکڑی قیامت تک روتی رہتی۔

تقابل احیائے اموات کا مطلب یہ ہے کہ مردہ جسم میں دوبارہ حیات کا اعادہ کیا جائے۔ حضرت عیسیٰ انسان ہی کے مردہ جسم کو باذن اللہ زندہ فرماتے تھے۔ اور یہ مردہ جسم وہ ہے جس میں حیات آ سکتی ہے۔ بلکہ ایک وقت میں موجود تھی۔

لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ اس سے بھی عجیب تر ہے یہ خشک

لکڑی جمادِ محض ہے اور ایسی چیز جس میں عادتاً نہ حیات آسکتی ہے اور نہ روح حیوانیہ کی یہ صلاحیت رکھتی ہے اور نہ کسی وقت اس میں حیات موجود تھی۔

غور کیجئے یہ نباتاتی جسم چوبِ خشک زندہ ہوئی۔ اس میں انسانی صفات پیدا ہوگئیں۔ چنانچہ اس کھجور کے تنا کا رونا چلانا بخاری ومسلم سے اور تھر تھر کانپنا نسائی سے ثابت ہے۔ گویا اس چوبِ خشک کو فراقِ محبوب کا احساس اور فقدانِ شرف کا علم بھی حاصل ہوگیا۔ بلکہ اس کھجور کے تنا سے ایک عاشقانہ رنگ ظاہر ہوا۔

معلوم ہوا۔ وہ مسیح علیہ السلام تھے۔ جنہوں نے انسان کے مردہ جسم کو زندہ کیا۔ یہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء ہیں۔ جو ایک خشک لکڑی کو باذن اللہ زندہ فرما کر عقل وشعور، فہم و ادراک، حزن وملال جیسی صفاتِ انسانی اس میں پیدا فرما رہے ہیں ؎

ہاں دمِ عیسیٰ سے نابینا بھی بینا ہوگئے
قم باذن اللہ کہا مردے بھی زندہ ہوگئے
لیکن اس اعجاز پر عیسیٰ بھی شیدا ہوگئے
مصطفےٰ ؐ نے خشک لکڑی کو زندہ کر دیا

رحمتِ عالم کی حنانہ پر رحمت

دارمی عبد اللہ بن بریدہ سے اور امام لبغوی والبونعیم وابن عساکر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب منبر تیار ہوا اور حضور علیہ السلام منبر پر جلوہ فرما ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا۔ تو کھجور کا خشک تنا فراقِ رسول ؐ میں یہ چیخ چیخ کر رونے لگا۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور کھجور کے تنا پر دستِ شفقت رکھ کر فرمایا۔ اے خشک لکڑی کیوں روتی ہے ؟

حنانہ نے عرض کی۔ گیسوؤں والے آقا۔ تیری جدائی رلاتی ہے۔

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اُسْكُنْ اِنْ تَشَاءُ اَغْرِ	چپ ہوجا تو کہے تو تجھے جنت کا درخت
سُكَ فِي الْجَنَّةِ	بنادوں اور نیک بندے تیرے
فَيَاكُلُ مِنكَ الصَّالِحُوْنَ	پھل کھائیں۔ اور کہے تو تجھے دنیا

وَاِنْ تَشَاءُ اَنْ اُعِیْدُکَ	میں کھجور کا ایک سر سبز شاداب درخت
رَطَبًا کَمَا کُنْتَ فَاَخْتَارَ	بنا دوں۔ اس نے دنیا پر آخرت
الْاٰخِرَۃَ (خصائص ج۲ ص۶۷	کو ترجیح دی۔

قارئین کرام! یہ بھی کیا منظر ہوگا۔ کہ شہنشاہِ عرب و عجم مالک رقاب امم صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک لکڑی سے گفتگو فرما رہے ہوں گے اور اس خشک لکڑی کا کیا مرتبہ ہے۔ کیسے نصیب ہیں کہ سرکار اس سے اس کی مرضی پوچھ رہے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تو کہے تو تجھے جنتی درخت بنا دیا جائے۔ معلوم ہوا کہ جنت کے سیاہ و سپید کا حضورؐ کو اختیار ہے۔ ورنہ کیا کوئی جنت میں کسی درخت کی کمی یا زیادتی کر سکتا ہے۔

ثابت ہوا کہ جنت حضورؐ کی مِلک ہے اور اس میں آپؐ کو ہر قسم کا اختیار ہے نہیں بلکہ ساری خدائی آپؐ کے قبضہ میں ہے ؎

یہ اکرام ہے مصطفےٰ پر خدا کا
کہ جو کچھ خدا کا ہوا مصطفےٰ کا

رسول و مسیح

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کے پرند بنانا۔ پھر ان کا زندہ ہو کر اڑنے کا تذکرہ قرآن حکیم میں موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنی اخلق لکم من الطین	میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے
کَھَیْئَۃِ الطیرِ فانفخُ فِیْہِ	پرند کی صورتیں پھر اس میں پھونکتا ہوں
فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللہِ۔	وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگتا ہے۔

آیت بالا میں دو باتیں قابلِ غور ہیں۔

۱ ایک تو یہ کہ مٹی سے پرندوں کی صورت بنانا۔
۲ اور دوسرے اس صورت میں روح پھونکنا اور اس کا زندہ ہو کر اڑنا۔

شقِ اوّل نہ کمال ہے اور نہ معجزہ کیونکہ ہم بھی مٹی سے پرندوں کی صورت بنا سکتے ہیں۔

بازاروں میں مٹی کی چڑیا بھی بکتی ہے۔ غرضکہ شق اول صرف تمہید ہے اور شِق ثانی بالیقین معجزہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پھونک مارنے سے وہ مٹی کی مورت زندہ ہو کر اڑ جاتی تھی۔

یہ سمجھنے کے بعد اس پر غور کیجئے کہ ایک تو کسی چیز کو منہ سے پھونک مار کر زندہ کرنا ہے اور دوسرے یہ کہ نہ پھونک مار کر افاضہ حیات کیا جائے اور نہ نفخ روح ہو بلکہ محض کسی کے پاس سے گذر جانے یا اس کو ہاتھ لگانے سے وہ چیز زندہ ہو جائے۔

ان دونوں طریقوں میں طریق دوم بہت افضل ہے۔ کیونکہ طریقِ اول میں پھونک مار کر مٹی کی صورت بنا کر وہ چیز زندہ ہو رہی ہے۔ اور طریقِ ثانی میں صرف ہاتھ لگا کر اشیاء کو زندہ کیا جا رہا ہے۔

ان مقدمات کے سمجھ لینے کے بعد حضور علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کا موازنہ کیجئے۔

حضرت مسیح علیہ السلام پہلے مٹی سے پرندہ کی صورت بناتے ہیں۔ پھر اس میں پھونک مارتے ہیں۔ پھر وہ مٹی کی مورت زندہ ہو کر اڑتی ہے۔

لیکن فہم و عقل اور صفاتِ انسانی سے پھر بھی خالی ہوتی ہے۔ گویا معجزہ عیسوی کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرت مسیح کے پھونک مارنے کے بعد وہ مٹی کی مورت زندہ ہوتی تھی۔ مگر عقل و فہم اور انسانوں کی طرح باتیں کرنے کی صفات اس میں پیدا نہیں ہوتی تھیں۔ لیکن سید المرسلین حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نرالی شان ہے آپؐ کی شریعت میں تصویر حرام ہے اس لئے مٹی سے پرند کی شکل نہیں بنائی جاتی حضورؐ نے پتھروں درختوں اور نباتات کو زندہ فرما دیا۔ مگر کیسے۔ پھونک مار کر افاضہ روح نہ کیا بلکہ جب حضور کسی پتھر یا درخت کے قریب سے گذرے یا آپ نے اس کو اپنا دستِ اقدس لگایا تو وہ پتھر زندہ ہو گئے اور نہ صرف زندہ ہوئے بلکہ صفات انسانی ان میں پیدا ہو گئیں۔ وہ بولنے لگے انسانوں کی طرح فہم و شعور، عقل و ادراک کے وہ مالک ہو گئے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

ستون حنانہ کھجور کے تنا کا مفصل واقعہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں۔ وہ خشک لکڑی زندہ ہو گئی اس نے حضورؐ سے کلام کیا۔ حضور کی عظمت و بزرگی کو پہچانا۔ اس کو رشک ہوا کہ اب سرکار مجھ پر خطبہ نہیں دیتے اور میں اس شرف سے محروم ہو گیا ہوں پھر وہ عشقِ رسول میں رویا۔ چیخا۔ تھر تھر کانپا۔ گویا نہ صرف وہ زندہ ہی ہوا بلکہ اس میں صفاتِ انسانی پیدا ہو گئیں۔ یہ تمام باتیں اس خشک لکڑی میں کیسے آ گئیں۔ حضور نے اس میں

نفخ روح نہ کیا تھا۔ بلکہ محض حضور علیہ السلام کے تکیہ لگانے سے وہ خشک لکڑی زندہ ہوگئی، بلکہ انسان بنی۔ بلکہ جنتی ہوگئی۔

جمادات کا زندہ ہونا

امام ابونعیم حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضر موت کا بادشاہ دربارِ نبوت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ ہم کیسے مان لیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور علیہ السلام نے چند کنکریاں دستِ اقدس میں اٹھائیں۔

وَقَالَ هٰذَا يَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَسَبَّحَ الْحِصٰى فِيْ يَدِهٖ

خصائص ج ۲ ص ۷۵

اور فرمایا کنکریاں شہادت دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ چنانچہ سنگریزوں نے تسبیح کی — اور وہ مسلمان ہوگیا۔

غور کیجئے۔ یہ سنگریزے جو جماد محض ہیں۔ حضور علیہ السلام کے دستِ اقدس میں آنے سے زندہ ہوگئے۔ بولنے لگے۔ حضور کو پہچاننے لگے۔ کنکروں کا تسبیح کرنا، پرندوں کے اڑنے سے افضل ہے اور دستِ اقدس میں ان سنگریزوں کا زندہ ہوجانا حضرت مسیح کے نفخ روح سے اقویٰ ہے

ہے لبِ عیسیٰ نے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

مثنوی میں مولینا روم نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ ابوجہل مٹھی میں چند کنکریاں لایا۔ عرض کی بتائیے میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ فرمایا۔ میں بتاؤں یا جو تیری مٹھی میں ہے وہ بتائے کہ میں کون ہوں۔ مختصر یہ کہ ؎

لا الٰہ گفت الا اللہ گفت
گوہر احمد رسول اللہ سفت

"یعنی سنگریزوں نے بزبانِ فصیح کلمہ طیبہ پڑھا۔ جس کی آواز ابوجہل کو بھی سنائی دی" دیکھئے یہ سنگریزے ابوجہل کی مٹھی میں تھے۔ اسی کی مٹھی میں زندہ ہوئے۔ کلمہ پڑھنے لگے حضور کو پہچاننے لگے۔ حالانکہ یہاں نہ نفخ روح ہے نہ حکم ہے نہ حضور نے ان کو چھوا ہے محض حضور کے اشارہ سے یہ کنکر زندہ ہوئے اور ان میں صفاتِ انسانی پیدا ہوگئیں سچ ہے ؎

سنگریزوں نے حیاتِ ابدی پائی ہے
ناخنوں میں تیرے اعجازِ مسیحائی ہے

پتھروں کا زندہ ہونا

امام مسلم حضرت جابر بن عبداللہ سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِنَّ بِمَكَّةَ حَجَرًا كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ۔

حجۃ اللہ ص ۴۴

کہ مکہ میں ایک پتھر تھا جو قبل بعثت مجھے سلام کرتا تھا میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں

درختوں اور پہاڑوں کا زندہ ہونا

امام ترمذی حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ ہم مکہ میں تھے۔ حضور علیہ السلام کسی طرف روانہ ہوئے۔

فَمَا اسْتَقْبَلَهٗ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ وَلَا مَدَرٌ اِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (حجۃ اللہ صـ۴۴۰)

تو جو پہاڑ اور درخت بھی حضور کے سامنے آیا۔ اس نے اس طرح سلام عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔

غور کیجئے۔ یہ پہاڑ۔ درخت اور ڈھیلے محض حضور علیہ السلام کے گذرنے سے زندہ ہو گئے سمجھنا، دیکھنا، بولنا وغیرہ صفاتِ انسانی ان میں پیدا ہو گئیں۔ ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام جانِ عالم اور روحِ کائنات ہیں۔ جبھی تو صرف حضورؐ کے گذرنے سے یہ جمادات زندہ ہوئے۔

پتھروں اور درختوں کا چلنا

امام بیہقی حضرت اسامہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگل میں حضورؐ نے مجھ سے فرمایا یہاں کھجور کے درخت اور پتھر ہیں۔ میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا

اِنْطَلِقْ وَقُلْ لَهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكُنَّ اَنْ تَقَارَبْنَ وَقُلْ لِلْحِجَارَةِ مِثْلَ ذَالِكَ

جاؤ ان درختوں اور پتھروں سے کہو کہ رسول اللہ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ قریب قریب ہو جاؤ

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضورؐ کا حکم سنایا۔ پتھر اور درخت یکجا جمع ہو گئے اور آپؐ نے قضائے حاجت فرمائی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ ان سے کہو کہ علیحدہ ہو جائیں۔ اسامہ فرماتے ہیں۔

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَرَاَيْتُهُنَّ يَفْتَرِقْنَ حَتّٰى عُدْنَ اِلٰى مَوَاضِعِهِنَّ

(حجۃ اللہ صـ۴۴۳)

مجھے اس ذاتِ مقدس کی قسم۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ درخت اور پتھر حضورؐ کا حکم سنتے ہی علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنے اپنے مقام واپس چلے گئے۔

ناظرین کرام! یہ درخت اور پتھر حضرت اسامہ کی زبان سے حضورؐ کا حکم سن کر زندہ ہوئے۔ ان کا آنا جانا۔ ملنا جلنا اور بغیر پاؤں کے چلنا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزہ پرندوں کے اڑنے سے بہت ہی اقویٰ ہے۔ اور پھر ان کا حضور کے کلام کو سننا سمجھنا۔ حضورؐ کو پہچاننا۔ آپؐ کے حکم کی تعمیل کرنا یہ امور اور زائد ہیں۔

دیواروں کا آمین کہنا

امام ابو نعیم حضرت عبد اللہ بن مغفل سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے دعا فرمائی۔

فَمَا بَقِیَ الْبَیْتُ وَلَاجُدُرٌ وَلَا بَابٌ	تو گھر کے دروازوں ، اینٹوں اور چوکھٹوں
اِلَّا اٰمَّنَ (وفی روایۃ) فَاَمَّنَتْ اُسْکُنَّۃُ الدَّارِ	نے تین بار آمین آمین آمین کہا
وَحَوَائِطُ الْبَیْتِ اٰمِیْن اٰمِیْن اٰمِیْن	(ملخصا۔ خصائص ج ۲ ص ۶۶

دیکھئے حضور نے دعا فرمائی۔ مکان کے دروازہ اور دیوار سے آمین کی آواز آئی۔ یہ دیواریں زندہ ہو کر بولنے لگیں۔ ان میں صفت سمع اور نطق پیدا ہوگئی۔ یہ اشیاء صرف حضور کی فیض صحبت سے زندہ ہو گئیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت مسیح نے پہلے مٹی سے پرند کی صورت بنائی۔ پھر اس میں پھونک ماری۔ پھر وہ زندہ ہو کر اڑی۔

مگر محمد مصطفےٰ حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء نے وہ دکھایا۔ جو مسیح علیہ السلام کے معجزہ سے افضل ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کے قریب سے گذر رہے یا جس چیز کو حضور نے ہاتھ لگایا۔ وہ زندہ ہو گئی اور صفاتِ انسانی ان میں پیدا ہوگئیں یعنی سہ

جو بات لبِ حضرت عیسیٰ نے دکھائی
وہ کام یہاں جنبشِ داماں سے نکالا

ذخیرۂ بیوت کی اطلاع

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ایک آیت لایا ہوں اور وہ یہ ہے کہ

اِنِّیْ وَاُنَبِّئُکُمْ مَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ (قرآن حکیم)	میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور گھروں میں جمع رکھتے ہو۔

اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ آپ لوگوں کے گھروں کے ذخیرے اور کھانے کی اطلاع دیتے تھے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب الغیب کی خبریں سناتے ہیں۔ ملک السمٰوات والارض میں جو کچھ ہو گیا یا ہونے والا ہے۔ سب

کی اطلاع دیتے ہیں۔

امام بخاری حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ایک مقام پر کھڑے ہوئے۔

فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ
اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ
مَنَازِلَهُمْ (بخاری شریف)

اور ابتدائے آفرینش سے لے کر انتہا تک کی تمام خبریں بیان فرما دیں حتیٰ کہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو دوزخ میں داخل فرما دیا

امام مسلم عمر ابن الاخطب انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک دن میں

فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ
الْقِیَامَةِ

قیامت کے تمام حالات و واقعات بیان فرما دیئے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہو گیا کہ اگر حضرت مسیح نے گھروں میں جمع شدہ چیزوں کی اطلاع دی تھی تو محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء نے ساری کائنات میں جو کچھ ہوگا۔ ہو گیا۔ ہونے والا ہے۔ سب کی اطلاع صحابہ کرام کو دے دی۔ اور پھر ایک دن کی قلیل مدت میں حضور علیہ السلام کا ساری دنیا کے وقائع وحوادث اور عجائب وغرائب کی اطلاع دینا دوسرا معجزہ ہے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائے دنیا سے لے کر انتہا تک کے تمام حالات کو

وَفِیْ اِیْرَادِ ذٰلِكَ کُلِّهٖ فِیْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ
اَمْرٌ عَظِیْمٌ خَوَارِقُ الْعَادَةِ

ایک مجلس میں بیان فرما دینا ایک بہت ہی بڑا معجزہ ہے

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۱۴)

عالم میں کیا ہے جس کی تجھ کو خبر نہیں
ذرہ ہے کونسا تیری جس پر نظر نہیں

حضورؐ نے دل کی باتیں بتائیں

امام بیہقی و ابو نعیم حضرت ابن عمر سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ انصاری اور ایک ثقفی دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے ثقفی سے فرمایا۔

سَلْ عَنْ حَاجَتِهٖ اِنْ شِئْتَ
اَنْبَأْتُكَ بِالَّذِیْ جِئْتَ تَسْئَلُ

تم جو پوچھنے آئے ہو پوچھو اور اگر تم کہو تو میں بتا دوں کہ کیا تم پوچھنے آئے ہو۔ ثقفی

مِنْهُ قَالَ ثُقَفِیْ فَذَاكَ اَعْجَبُ اِلَیَّ

نے عرض کی حضور! یہ تو بڑی عجیب بات
ہے کہ آپ میرے دل میں جو سوال ہے
اس کی اطلاع دیں

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نماز، روزہ اور غسلِ جنابت کے مسائل پوچھنے آئے ہو۔ ثقفی نے عرض کی، مجھے قسم ہے اس ذاتِ مقدس کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے

اِنَّ ذَاكَ الَّذِیْ اَسْئَلُكَ عَنْهُ

میں یہ ہی مسئلے پوچھنے آیا تھا۔

پھر حضور علیہ السلام نے انصاری کے سوالات بھی بتائے کہ طواف رمی جمار و حلق راس کے مسائل پوچھنے آیا ہے۔ انصاری نے عرض کی۔

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اَنَّ هٰذَا
الَّذِیْ جِئْتُ وَاَسْئَلُ عَنْهُ
(خصائص ج ٢ ص ١٠١)

مجھے بھی اس ذاتِ مقدس کی قسم ہے جس
نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے میں
یہ ہی مسائل پوچھنے آیا تھا۔

عرش تا فرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائی ہے اُمی تیری دانائی کی

امام احمد۔ ابویعلیٰ۔ بزار۔ بیہقی۔ ابونعیم۔ حضرت وابصہ سے راوی۔ وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کروں۔ ابھی میں نے سوال نہ کیا تھا کہ

فقال مِنْ قَبْلِ اَنْ اَسْئَلَهُ یَا
وَابِصَةُ اُخْبِرُكَ بِمَا جِئْتَ
تَسْاَلُنِیْ عَنْهُ قُلْتُ اَخْبِرْنِیْ
یارسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ جِئْتَ تَسْاَلُنِیْ
من الْبِرِّ وَالْاِثْمِ قُلْتُ ای
وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ
(خصائص ج ٢ ص ١٠١)

حضور نے میرے سوال سے قبل فرمایا
اے وابصہ! جو کچھ تو مجھ سے پوچھنے آیا
ہے۔ میں بتا دوں۔ میں نے عرض کی حضور
فرمایئے۔ حضور نے فرمایا تو بِر اور اثم،
کے متعلق پوچھنے آیا ہے۔ میں نے عرض
کی۔ بے شک میں یہ ہی سوال لے
لے کر آیا ہوں۔

ناظرین کرام! غور کیجئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے ذخیرہ بیوت کی اطلاع دی تھی مگر حضور علیہ السلام نے قلب کی باتیں، دل کے ارادے، ضمیر کے وسوسوں کی اطلاع دی۔ ثابت ہوا کہ دلوں کی کیفیتیں ان کے ارادے اور وسوسے حضور علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ کیونکہ ؎

سرِ عرش پر ہے تیری گذر، دلِ فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

جنتی ہونے کی اطلاع

امام ابو یعلیٰ بسندِ صحیح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دربارِ رسالت ،، ایک شخص نے عرض کی:۔

يَا رَسُوْلَ اللهِ اَفِي الْجَنَّةِ اَنَا اَمْ فِي النَّارِ قَالَ فِي الْجَنَّةِ ثُمَّ قَامَ اِلَيْهِ اٰخَرُ فَقَالَ اَفِي الْجَنَّةِ اَنَا اَمْ فِي النَّارِ۔ قَالَ فِي النَّارِ۔

یا رسول اللہ! میں جنتی ہوں یا دوزخی حضورؐ نے فرمایا تو جنتی ہے۔ پھر ایک اور شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔ حضورؐ میں جنتی ہوں یا دوزخی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تو دوزخی ہے۔

(حجتہ اللہ ص ۴۶۹ ملخصاً)

اس حدیث سے روشن ہو گیا۔ کہ حضور علیہ السلام کو یہ بھی معلوم ہے کہ جنتی کون ہے۔ اور دوزخی کون ہے۔ چنانچہ اس قسم کی متعدد احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔ جنہیں ہم بنظرِ اختصار چھوڑتے ہیں۔

تکثیرِ طعام

انجیل مقدس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار تھوڑی سی روٹی اور مچھلی میں کئی سو آدمیوں کو شکم سیر کر دیا۔ لیکن سرورِ انبیاء حبیبِ کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ تقدس سے ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی بار اس قسم کے برکات ظاہر ہوئے۔ چنانچہ اب ہم تکثیرِ طعام کے چند واقعات نقل کرتے ہیں۔

ایک صاع جَو اور ایک بکری سے ہزاروں اشخاص کی شکم سیری

امام بخاری حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب میں تمام مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے تھے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضورؐ کچھ تناول فرمانا

چاہتے ہیں۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے۔ انہوں نے ایک صاع جو نکالے۔ گھر میں ایک بکری تھی۔ جو میں نے ذبح کی۔ بیوی نے آٹا گوندھا اور گوشت دیگچی میں چڑھا دیا۔ اور میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چپکے سے آپؐ کے کان میں عرض کی۔ سرکار ہم نے کھانے کا انتظام کر لیا ہے آپؐ چند اصحاب کے ہمراہ تشریف لے چلئے۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل خندق کو پکارا اور فرمایا۔ آؤ جابر نے دعوتِ عام کی ہے اور مجھ سے فرمایا جب تک میں نہ آجاؤں۔ چولہے سے دیگچی نہ اتاری جائے اور نہ روٹی پکائی جائے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام تمام اہل خندق کو اپنے ہمراہ لے کر تشریف لائے۔

فَاُخْرِجَتْ لَہٗ عَجِیْنٌ فَبَصَقَ فِیْھَا وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰی بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ فَاُقْسِمَ بِاللّٰہِ لَقَدْ اَکَلُوْا وَھُمْ اَلْفٌ حَتّٰی تَرَکُوْہُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ کَمَا ھِیَ وَاِنَّ عَجِیْنَنَا لَیُخْبَزُ کَمَا ھُوَ

اور حضورؐ نے آٹے اور دیگچی میں لعاب دہن ڈال کر دعائے برکت فرمائی۔ جابر کہتے ہیں۔ خدا کی قسم ہزاروں اشخاص نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ اور گوشت اور آٹے میں کسی قسم کی کمی نہ ہوئی۔

(خصائص ج ۲ ص ۲۳۴)

۲ - چند روٹیوں سے اسّی آدمیوں کا سیر ہونا

امام بخاری و مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوطلحہ نے اپنی بیوی ام سلیم سے کہا کہ میں نے حضورؐ کی آواز میں ضعف پایا ہے۔ غالباً یہ بھوک کی وجہ سے ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے

فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِنْ شَعِیْرٍ

تو ام سلیم نے چند جو کی روٹیاں نکالیں اور حضرت انس کے ہاتھ حضور کی خدمت میں بھیجیں

جب حضرت انس حضور کی خدمت میں آئے تو حضورؐ نے فرمایا۔

اَرْسَلَكَ اَبُوْطَلْحَۃَ

انس تم کو ابوطلحہ نے کھانا دے کر بھیجا ہے۔

حضرت انس نے فرمایا۔ ہاں پھر حضور علیہ السلام تمام صحابہ کے ساتھ اُٹھے اور حضرت ابوطلحہ کے مکان پر تشریف لائے۔ حضرت انس نے تشریف آوری کی اطلاع دی۔ تو حضرت ابوطلحہ نے اپنی بیوی ام سلیم سے کہا۔

یَا اُمَّ سُلَیْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ

ام سلیم! حضورؐ تو اپنے صحابہ کے ہمراہ تشریف لائے ہیں اور ہمارے

وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ قَالَتْ
اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

پاس ان سب کے کھانے کو کچھ نہیں ہے ام سلیم نے جواب دیا۔ اس راز کو اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ام سلیم جو کچھ ہے لاؤ۔ انہوں نے وہی روٹیاں پیش کر دیں جو حضرت انس کے ہاتھ بھیجیں تھیں حضور ؐ کے حکم سے ان کو چُورا کر دیا گیا اور گھی کا برتن ان روٹیوں کے چورے پر انڈیل دیا گیا۔ پھر حضور نے کچھ پڑھا اور دس دس آدمیوں کو کھلانا شروع کیا

فَاَكَلُوْا الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا
وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا اَوْ ثَمَانُوْنَ

تمام قوم نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ جن کی تعداد ستر۔ اسّی کے قریب تھی

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۴۶)

انس کی والدہ نے چند روٹی بھیجیں خدمت میں
انہیں اسّی صحابہ کو کھلایا مرے آقا نے

۳۔ کھانے میں حیرت انگیز برکت

امام بونعیم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت زینب کے ساتھ نکاح کیا تو ام سلیم نے تھوڑا سا حیس خدمتِ اقدس میں حضرت انس کے ہاتھ بھیجا۔ جب حضرت انس یہ کھانا لے کر حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا حضرت علی و ابوبکر و عثمان اور میرے صحابہ اور اصحابِ صفہ اور جن کو تم بازار میں دیکھو بلا لاؤ۔ حضرت انس فرماتے ہیں۔

اَتَعَجَّبُ مِنْ قِلَّةِ الطَّعَامِ وَمِنْ كَثْرَةِ
مَنْ يَامُرُنِيْ

کہ میں حیران تھا کہ کھانا تو ذرا سا ہے۔ اور سرکار سب کو مدعو فرما رہے ہیں۔

خیر میں نے تعمیل حکم کرتے ہوئے سب کو جمع کیا۔ حتیٰ کہ آدمیوں سے گھر اور حجرہ بھر گیا۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ کھانا لاؤ۔ میں نے وہی حیس پیش کر دیا

فَغَمَسَ فِيْهِ ثَلَاثَةَ اَصَابِعَ يَرْبُوْا
وَيَرْتَفِعُ فَجَعَلُوْا يَتَغَدَّوْنَ حَتّٰى اِذَا
فَرَغُوْا اَجْمَعُوْنَ بَقِيَ فِي التَّوْرِ نَحْوَ
مَا جِئْتُ بِهٖ

آپ نے اپنی تین انگلیاں کھانے میں رکھ دیں۔ انگشتانِ مبارک کی برکت سے کھانا بڑھنے لگا اور طشت میں ابھرنے لگا سب نے کھایا اور طشت میں جتنا کھانا میں لایا تھا اتنا ہی باقی رہا

(خصائص ج ۲ ص ۴۶)

۴- تھوڑے سے کھانے سے ایک سو اسّی اشخاص کی سیری

امام بیہقی وطبرانی حضرت ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی دعوت کی،

صَنَعْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا وَّلِاَبُوْبَکْرٍ قَدْرَ مَا یَکْفِیْہِمَا۔

اور اتنا کھانا بنایا جو صرف حضور اور حضرت ابوبکر کے لئے کافی ہو۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے فرمایا۔ تین اشرافِ انصار سے اور بلاؤ۔ ایوب کہتے ہیں۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا۔ اب کیا ہوگا۔ کھانا تھوڑا ہے اور صرف دو آدمیوں کو کفایت کرسکتا ہے۔ میں اسی شش و پنج میں تھا کہ سرکار نے پھر حکم دیا۔ میں نے تعمیل کی۔ اور وہ آئے اور انہوں نے شکم سیر ہو کر کھایا پھر حضور نے فرمایا:

اُدْعُ لِیْ سِتِّیْنَ اِلیٰٓ اَنْ اَکَلَ مِنْ طَعَامِہٖ ذَالِکَ مِائَۃً وَّثَمَانُوْنَ رَجُلًا۔ (خصائص ج ۲ ص ۴۷)

کہ ساٹھ آدمی اور بلاؤ۔ حتیٰ کہ اسی طرح ایک سو اسّی اشخاص نے یہ کھانا شکم سیر ہو کر کھایا۔

۵- ایک صاع آٹے اور ایک بکری سے ایک سو تیس اشخاص کی شکم سیری

امام بخاری حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور کے ہمراہ ایک سو تیس آدمی تھے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کسی کے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ ایک شخص نے ایک صاع آٹا گوندھا۔ پھر ایک چرواہے سے حضور علیہ السلام نے ایک بکری خریدی۔ وہ ذبح کی گئی۔ اور آپ نے اس کی کلیجی بھوننے کا حکم دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں۔

وَایْمُ اللّٰہِ مَا مِنْ ثَلَاثِیْنَ وَمِائَۃٍ اِلَّا وَقَدْ حَزَّلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَوَا الْبَطْنِ اِنْ کَانَ شَاھِدًا اَعْطَاہُ وَاِنْ کَانَ غَائِبًا خَبَالَہٗ

خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف وہ کلیجی ایک سو تیس اشخاص میں تقسیم کردی۔ حتیٰ کہ جو غائب تھا۔ اس کا حصہ رکھ لیا گیا۔

(خصائص ج ۲ ص ۴۸)

پھر گوشت تیار ہوا۔ دو پیالوں میں بھرا گیا۔ سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔

وَفَضَلَ فِي الْقَصْعَتَيْنِ فَحَمَلْنَا عَلَى الْبَعِيْرِ۔ خصائص ج ۲ ص ۳۸)	حتیٰ کہ گوشت ان پیالوں میں سے بچ گیا جسے ہم نے اونٹ پر لاد لیا۔

۶۔ حضرت ابوھریرہ کا توشہ دان

امام بیہقی و ابونعیم حضرت ابوہریرہ سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں۔ مجھ پر تین مصیبتیں سخت پڑی ہیں۔ ایک تو حضور علیہ السلام کی وفات۔ دوسرے حضرت عثمان کی شہادت اور تیسرے میرے توشہ دان کا گم ہو جانا۔ لوگوں نے پوچھا کیسا توشہ دان۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا ہم ایک غزوہ میں حضور کے ہمراہ تھے۔ حضور نے مجھ سے فرمایا۔ ابوہریرہ! تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے عرض کی کچھ کھجوریں ہیں۔ ارشاد ہوا۔ وہ لے آؤ۔ میں لایا۔ آپ نے ان کو دستر خوان پر پھیلایا۔

فَاِذَا هُوَ اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ تَمْرًا۔	تو وہ اکیس کھجوریں تھیں

آپ ایک ایک کھجور کو خدا کا نام پڑھ کر رکھتے جاتے تھے۔ پھر آپ نے سب کو ملا دیا۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ کہ دس دس آدمی کھائیں اور اس طرح ساری فوج سیر ہو گئی۔ اور کچھ کھجوریں بچ گئیں۔ وہ میں نے توشہ دان میں ڈال لیں۔ اور ان کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَاْخُذَ شَيْئًا فَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْهِ۔	ابوہریرہ جب تمہیں کھجوروں کی ضرورت ہو تو اس توشہ دان میں ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ جب مجھے ضرورت ہوتی تو میں توشہ دان میں ہاتھ ڈالتا اور کھجوریں نکل آتیں۔ اور حضور کے زمانہ سے لے کر حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کے زمانہ خلافت تک میں اس میں سے کھجوریں کھاتا رہا۔

وَاَخَذْتُ مِنْهُ خَمْسِيْنَ وَسْقًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (خصائص ج ۲ ص ۵۹)	اور ۵۰ وسق تو میں نے اسی میں سے راہ خدا میں خیرات کر دیں۔

مگر کھجوریں ختم نہ ہوئیں۔ پھر حضرت عثمان کے ہنگامہ شہادت میں میرا گھر لوٹا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرا توشہ دان بھی جاتا رہا۔

۷۔ بکری کے دست میں برکت

امام احمد وطبرانی حضرت ابورافع سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضور کے لئے ایک بکری ذبح کی اور اس کا گوشت پکایا۔ چونکہ آپ کو دست کا گوشت مرغوب تھا۔ اس لئے آپ نے ایک دست مانگا۔ میں نے حاضر کر دیا۔ پھر دوسرا مانگا۔ میں نے حاضر کیا۔ جب تیسری بار حضور نے طلب فرمایا تو میں عرض کی۔ سرکار بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَوْسَکَتَّ لَنَاوَلْتَنِیْ مَادَعَوْتُ بِہٖ (خصائص ج ۲ ص۵۵)	ابورافع! اگر تم خاموش رہتے تو جس قدر دست میں مانگتا تم دیتے رہتے۔

۸۔ گھی میں برکت

امام مسلم حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ امّ مالک کا یہ دستور تھا کہ وہ ایک برتن میں کچھ گھی حضور کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا کرتی تھیں۔ جب ان کے بچے سالن مانگتے اور گھر میں سالن نہ ہوتا۔ تو وہ اس برتن کو جس میں حضور کی خدمت میں گھی بھیجتیں تھیں۔ اٹھا لاتیں۔

فَتَجِدُ فِیْھَا سَمْنًا (خصائص ج ۲ ص۵۲)	اس میں سے بقدرِ ضرورت گھی نکل آتا تھا۔

ایک دن انہوں نے اس برتن کو نچوڑ لیا۔ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور نے فرمایا:۔

لَوْتَرَکْتِہَا مَازَالَ قَائِمًا (خصائص ج ۲ ص۵۵)	اگر تم نے اس کو نہ نچوڑ لیا ہوتا تو ہمیشہ اس میں سے گھی نکلا کرتا۔

۹۔ ابویعلیٰ وطبرانی وابونعیم وابن عساکر حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم نے اپنی بکری کے دودھ سے گھی نکال کر جمع کیا۔ اور حضور کی خدمت میں ہدیۃً حاضر کیا۔ حضور نے قبول فرمایا اور کپّی خالی کر کے واپس دے دی اور وہ خالی کپّی ایک کیل سے گھر میں ٹانک دی گئی۔

فَجَاءَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ فَرَاَتِ الْعُکَّۃَ مُمْتَلِئَۃً تَقْطُرُ سَمْنًا۔	جب اُم سلیم گھر آئیں تو دیکھا کہ وہ خالی کپّی گھی سے بھری ہوئی ہے اور گھی اس سے ٹپک رہا ہے۔

حیران ہو گئیں۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَتَعْجَبِیْنَ اَنَّ اللّٰہَ	تعجب کیوں کرتی ہو۔ اللہ نے تم کو کھلایا

اَطْعَمَكَ كَمَا اَطْعَمْتَ نَبِيَّہٗ	جیسے تم نے اللہ کے نبی کو کھلایا۔

۱۰۔ کھجوروں میں حیرت انگیز اضافہ

امام بخاری حضرت جابر سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے اپنے اوپر بہت سا قرض چھوڑ کر وفات پائی۔ قرضداروں نے تقاضا کیا۔ تو میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی سرکار میرے والد نے اپنے اوپر قرض چھوڑ کر انتقال کیا ہے:

وَلَا يَبْلُغُ مَا يُخْرِجُ سِنِيْنَ مَا عَلَيْهِ	اور حضور کھجوروں کی جو پیداوار میرے باغ میں ہے۔ اس سے کئی برس تک یہ قرض ادا نہیں ہوسکتا۔

آپ میرے ساتھ نخلستان میں تشریف لے چلئے تاکہ آپ کے ادب سے قرض دار مجھ پر سختی نہ کریں۔ حضور علیہ السلام ان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

فَمَشٰى حَوْلَ الْبَيْدَرِ مِنْ بَيَادِرِ التَّمْرِ فَدَعَا ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۶)	اور کھجوروں کے ڈھیر کے گرد چکر لگا کر دعائے برکت فرمائی۔ پھر آپ اس ڈھیر پر بیٹھ گئے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ان کھجوروں میں اتنی برکت ہوئی کہ تمام قرض ادا ہوگیا۔ اور جتنی کھجوریں قرض داروں کو دی گئیں تھیں۔ اتنی ہی بچ رہیں ؎

بہت وائن تھے جابر اور ایک انبار خرما کا
ادائے قرض کر کے پھر بچایا میرے آقا نے

۱۱۔ جَو کی مقدار میں برکت

امام مسلم و بیہقی و بزار حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے غلہ مانگا۔ تو حضور علیہ السلام نے:

فَاَطْعَمَهٗ شَطْرَ وَسْقِ شَعِيْرٍ فَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَاْكُلُ مِنْهُ وَامْرَاَتُهٗ وَضَيْفُهُمَا حَتّٰى كَالَهٗ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اس کو نصف وسق عطا فرمایا۔ اس میں اتنی برکت ہوئی کہ وہ روز اپنے لئے اپنی بیوی اور اپنے مہمانوں کے لئے اس میں سے خرچ کرتا تھا۔ اور کمی نہ ہوتی تھی۔ ایک دن اس نے اس کو تولا اور خدمتِ اقدس میں

فَقَالَ لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَأَكَلْتَ مِنْهُ وَلَقَامَ بِكُمْ
(خصائص ج ۲ ص ۵۲)

حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا۔ اگر تم اس کو نہ تولتے۔ تو ہمیشہ ایک حالت پر قائم رہتا (یعنی قیامت تک کھاتے رہتے کمی نہ ہوتی)

۱۲۔ دو۲ عدد کھجوروں کی برکت

ابن سعد حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ ایک دن مجھے بھوک لگی۔ تو میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا۔ مسجد میں چند صحابہ کو دیکھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا، ہم بھی بھوکے ہیں۔ پھر ہم دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور حضور کو اطلاع دی۔ آپ نے کھجوروں کا ایک طباق منگایا۔ اور

فَأَعْطَى كُلَّ رَجُلٍ مِنَّا تَمْرَتَيْنِ فَقَالَ كُلُوا هَاتَيْنِ التَّمْرَتَيْنِ وَاشْرَبُوا عَلَيْهِمَا مِنَ الْمَاءِ فَإِنَّهُمَا سَتُجْزِيَانِكُمْ يَوْمَكُمْ هٰذَا۔ خصائص ج ۲ ص ۵

ہر شخص کو دو دو عدد کھجور عطا فرمائیں۔ اور فرمایا ان دو دو کھجوروں کو کھا کر پانی پی لو سارے دن کے لئے کافی ہو جائیں گی۔

۱۳۔ روٹی کے چند ٹکڑوں سے اسّی آدمیوں کی سیری

امام مسلم حضرت انس سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں۔ ایک دن میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے اپنا بطنِ مبارک باندھا ہوا ہے۔ اور اصحاب سے گفت گو فرما رہے ہیں۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ حضور نے اپنا بطنِ مبارک کیوں باندھ رکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا بھوک کی وجہ سے میں گھر آیا۔ اور حضرت ابوطلحہ کو تمام ماجرا سنایا۔ انہوں نے میری والدہ سے پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ تو انہوں نے کہا۔

كِسَرٌ مِنْ خُبْزٍ وَتَمَرَاتٌ فَإِنْ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهُ أَشْبَعْنَاهُ۔

چند روٹی کے ٹکڑے اور تین چار کھجوریں ہیں۔ اگر حضور تنہا تشریف لے آویں۔ تو صرف انہیں کافی ہوگا۔

پھر حضرت طلحہ نے مجھ سے کہا کہ چپکے سے حضور کو بلا لاؤ میں حاضر ہوا۔ اور دروازہ کے پیچھے کھڑے ہو کر حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ سرکار۔ میرے والد آپ کو بلاتے ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام نے

تمام صحابیوں سے فرمایا میرے ساتھ چلو جب سرکار مکان کے دروازہ تک پہنچے:

فَدَخَلْتُ وَاَنَا حَزِیْنٌ بِکَثْرَۃِ مَنْ جَاءَ بِہٖ ۔

میں عین غمگین گھر میں داخل ہوا۔ کیونکہ سرکار کے ہمراہ کافی آدمی تھے۔

خیر حضور علیہ السلام معہ صحابہ کے تشریف لائے تو میری والدہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ہمارے پاس اتنا طعام نہیں ہے جو اتنے آدمیوں کے لئے کافی ہو۔ حضور نے فرمایا۔ فکر مت کرو۔ اللہ برکت دے گا۔ چنانچہ ہم نے وہی روٹی کے چند ٹکڑے اور کچھ کھجوریں حاضر کیں۔ حضور علیہ السلام نے دعائے برکت فرمائی۔ اور آٹھ آٹھ آدمیوں کو کھلانا شروع کیا۔

حَتّٰی دَخَلَ عَلَیْہِ ثَمَانُوْنَ رَجُلاً کُلُّھُمْ یَاکُلُ حَتّٰی یَشْبَعَ۔ (خصائص ج ۲ ص ۲۶)

حتیٰ کہ ۸۰ اشخاص نے شکم سیر ہو کر کھایا۔

۱۴۔ آدھ سیر جو سے ستر، اسّی اشخاص کی سیری

ابن سعد و ابن ابی شیبہ طبرانی و ابو نعیم حضرت ابوہریرہ سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں۔ ایک رات حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اصحاب صفہ کو بلاؤ۔ میں نے ان کو بلایا۔ وہ سب حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے ایک برتن میں "ضیع" جو ایک قسم کا کھانا جو سے تیار کیا جاتا ہے۔ رکھا۔ ابوہریرہ فرماتے ہیں:

اَظُنُّہٗ قَدْرَ مُدٍّ ۔

میں گمان کرتا ہوں کہ وہ آدھ سیر ہوگا۔

پھر حضور علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اس کھانے پر رکھ کر سب سے فرمایا۔ کھاؤ۔

فَاَکَلْنَا مِنْھَا مَا شِئْنَا وَکُنَّا مَا بَیْنَ السَّبْعِیْنَ اِلَی الثَّمَانِیْنَ ۔

ہم سب نے جتنا جی چاہا کھایا۔ اور ہم ستّر اسّی آدمی تھے۔

(خصائص ج ۲ ص ۲۶)

۱۵۔ تھوڑے سے کھانے میں غیر معمولی برکت

امام طبرانی حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے حضور علیہ السلام کے لئے کھانا تیار کیا۔ اور مجھے حضور کے بلانے کے لئے بھیجا۔ میں دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ اور حضور کے کان میں چپکے سے عرض کی کہ تشریف لے چلئے۔ مگر حضور علیہ السلام نے

صحابہ کو بھی ساتھ لے لیا:

فَقَامَ مَعَہٗ خَمْسُوْنَ رَجُلًا۔	اور ۵۰ صحابہ حضور کے ہمراہ تشریف لائے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ دس دس کو کھلاؤ۔ سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ اور کھانا اسی طرح باقی بچ گیا۔ اس میں کمی نہ ہوئی۔ (خصائص ج ۲ ص ۴۹)

۱۶۔ تھوڑی سی زادِ راہ سے چودہ ۱۴۰۰ سو اشخاص کی سیری

امام مسلم حضرت سلمہ بن اکوع سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایک غزوہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ نکلے۔ صحابہ بھوک سے اس قدر بے تاب ہوئے کہ اونٹنیاں ذبح کرنا چاہیں۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو زادِ راہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور ایک چادر بچھائی گئی۔ اور اس پر تمام زادِ راہ کا ڈھیر کیا گیا۔

حضرت سلمہ فرماتے ہیں۔

فَحَزَرْتُہٗ کَرَبْضَۃِ الْعَنْزِ وَنَحْنُ اَرْبَعَ عَشْرَۃَ مِائَۃً فَاَکَلْنَا حَتّٰی شَبِعْنَا جَمِیْعًا ثُمَّ حَشَوْنَا جُرُبَانَا۔ حجۃ اللہ ص ۶۰۶	اس تمام زادِ راہ کی مجموعی مقدار نے صرف اس قدر زمین کا احاطہ کیا۔ جس پر ایک بکری بیٹھ جائے اور صحابہ کی تعداد چودہ سو تھی۔ مگر سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ حتیٰ کہ کھانا بچ گیا۔ اور سب نے اپنے توشہ دان بھی بھر لئے۔

جب سب کھا چکے تو حضور علیہ السلام نے پانی طلب فرمایا۔ ایک صحابی ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے۔ آپ نے اس کو پیالہ میں انڈیل دیا چودہ سو اشخاص نے اس ایک پیالے کے پانی سے وضو کر لیا۔

۱۷۔ تھوڑی سی زادِ راہ میں عظیم برکت

امام مسلم ابو ہریرہ سے راوی ہے۔ کہ غزوہ تبوک میں صحابہ کو سخت بھوک لگی۔ اتنی تکلیف ہوئی۔ کہ صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو اپنی سواریاں ذبح کر لی جائیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ حضور اگر ایسا کیا گیا۔ تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ آپ بچا ہوا زادِ راہ تمام لوگوں سے جمع کیجئے۔ اور اس پر دعائے برکت فرما دیجئے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے ایک چادر بچھائی اور زادِ راہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ کوئی کھجوریں لایا۔ اور کوئی روٹی

کے چند ٹکڑے۔ اور اس طرح چادر پر قلیل مقدار کھانے کی جمع ہو گئی۔

پھر حضور علیہ السلام نے دعائے برکت فرمائی۔ پھر تمام لوگوں سے فرمایا کہ اپنے برتن بھر لیں۔

فَاَخَذَ حَتّٰی مَا تَرَکُوْا فِی الْعَسْکَرِ وِعَاءً اِلَّا مَلَئُوْہُ وَفَضَلَتْ فَضْلَۃٌ (حجۃ اللہ ص ۶۰۷)

سارے لشکر نے اپنے اپنے برتن بھر لئے۔ اور کھانا پھر بھی بچ گیا۔

۱۸۔ تھوڑے سے جَو کی برکت

امام بخاری و مسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد میرے گھر میں۔

اِلَّا شَطْرُ مِنْ شَعِیْرٍ
فَاَکَلْتُ مِنْہُ حَتّٰی
طَالَ فَکِلْتُہٗ فَفَنِیَ

(حجۃ اللہ ص ۶۱۳)

تھوڑے سے جو کے سوا۔ اور کچھ نہ تھا۔ تو میں نے اسی کو ایک مدت طویلہ تک کھایا اور وہ ختم نہ ہوا۔ پھر میں نے اس کو تولا۔ تو وہ ختم ہو گیا۔

تھوڑے سے گوشت میں عظیم برکت

ابن سعد حضرت علی سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ رات ہمیں کچھ کھانے کو نہ ملا۔ تو ہم بھوکے ہی سو گئے۔ صبح ہوتے ہی میں نے ایک درم سے گوشت اور گندم خریدی۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی۔ اور انہوں نے گوشت اور روٹی پکائیں۔

پھر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ سرکار ہم نے کھانا پکایا۔ تشریف لے چلئے۔ حضور علیہ السلام تشریف لائے۔ ہماری ہانڈی چولہے پر جوش مار رہی تھی۔ حضور نے فرمایا۔ اس میں سے ایک پیالہ بھر کر حضرت عائشہ کو دو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر فرمایا ایک پیالہ گوشت حضرت حفصہ کو دو۔ میں نے ان کو بھی دیا۔

حَتّٰی غَرَفْتُ نِسَائَہٗ
التِّسْعَۃَ۔

حتی کہ میں نے اس ہانڈی سے حضور کی نوؤں بیبیوں کو ایک ایک پیالہ بھر کر دے دیا۔

پھر حضور نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ اب تم اپنے

والد اور خاوند کے لئے پیالہ بھرو۔ میں نے پیالہ بھر کر حاضر کر دیا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا

اِغْرِفِيْ وَكُلِيْ فَغَرَفْتُ ثُمَّ رَفَعْتُ الْقِدْرَ وَاِنَّهَا لَتَفِيْضُ (حجۃ اللہ ص۶۱۲)	اب تم اپنے لئے بھرو۔ میں نے اپنے لئے ایک پیالہ بھر لیا۔ اور پھر چولہے سے ہانڈی اتاری تو وہ اسی طرح بھری ہوئی تھی۔

۲۰۔ ایک روٹی اور ایک زنبیل کھجوروں سے چالیس آدمیوں کی شکم سیری

ابن سعد اسماء بنت یزید ابن مسکن سے راوی، وہ فرماتی ہیں۔ کہ ایک دفعہ ہماری مسجد میں حضور علیہ السلام نے مغرب کی نماز ادا فرمائی۔ تو میں اپنے گھر گئی اور

فَجِئْتُهُ بِعَرَقٍ وَاَرْغِفَةٍ	ایک زنبیل کھجور اور ایک روٹی لائی۔

اور عرض کی۔ سرکار تناول فرمائیے۔ آپ نے اپنے اصحاب کو بھی بلایا اور سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

لَقَدْ رَاَيْتُ بَعْضَ الْعَرَقِ لَمْ يَتَعَرَّقْ وَعَامَّةَ الْخُبْزِ وَاِنَّ الْقَوْمَ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا۔	کہ ان کھجوروں کی زنبیل اور روٹی میں کسی قسم کی کمی نہ آئی۔ اور کھانے والے چالیس آدمی تھے۔

(خصائص ج ۲ ص۵)

قارئین کرام! ہم نے بطور نمونہ یہ چند احادیث نقل کر دی ہیں۔ اگر اس مضمون کی احادیث کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے۔ تاہم ان سے ظاہر ہے کہ اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ایک دفعہ تھوڑی مچھلی اور روٹی سے کئی سو اشخاص کو شکم سیر کر دیا تھا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد بار ذرا سے کھانے سے ہزاروں اشخاص کے پیٹ بھر دیئے۔ اور پھر لطف یہ کہ کھانا اسی طرح باقی رہا۔ اور اس میں کسی قسم کی کمی نہ ہوئی ہے

کئے ہیں سیر صدہا ایک بکری صاع بھر جو میں
لعاب اور دست اقدس جب لگایا میرے آقا نے

رفعِ سماء

حضرت عیسیٰ السلام کو رفعِ سما کا منصب ملا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔ لیکن سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں پر تشریف لے جانا پسند نہ فرمایا۔ اور ہم غلاموں کے پاس زمین پر ہی رہنا اختیار کیا۔ چنانچہ ابونعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ عَرَضَ عَلٰے مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَقَاءَ عِنْدَ وَفَاتِهٖ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ وَقَدْ بَنَا عَلَى الْبَقَاءِ فِي الدُّنْيَا فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَرَفَعَ رُوحَهٗ اِلَيْهِ وَلَوِاخْتَارَ الْبَقَاءَ فِي الدُّنْيَا لَكَانَ كَالْخَضِرِ وَاِلْيَاسِ وَعِيْسٰى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

(دلائل النبوت ج ۳ ص ۲۲۷)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور پر یہ پیش کیا۔ کہ آپ دنیا میں رہنا چاہتے ہیں۔ یا آخرت میں۔ تو حضور علیہ السلام نے آخرت اور قربِ الٰہی کو اختیار فرمایا۔ اس لئے حضور کی وفات ہوئی۔ اور اللہ نے آپ کی روح مبارک کا اپنی طرف رفع فرما لیا۔ اور اگر حضور علیہ السلام بقاء دنیا کو منظور فرماتے۔ تو خضر اور الیاس اور عیسیٰ علیہم السلام کی طرح ہوتے۔

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بقاء دنیا اور رفع آسمانی کو اختیار نہ فرمایا اور اگر حضور چاہتے تو آپ پر ایک آن کے لئے بھی موت طاری نہ ہوتی۔ اور آپ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمانوں پر زندہ ہوتے۔ مگر چونکہ حضور نے آخرت کو اختیار کیا۔ اس لئے آپ پر ایک آن کے لئے موت طاری ہوئی۔ اور اب حضور علیہ السلام اپنے مقام اعلیٰ وارفع میں تشریف فرمائیں۔ اور بسجدہ زندہ ہیں ؎

یعنی
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ!
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

دارمی حضرت ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ جس مرض میں حضور نے وصال فرمایا۔ اسی مرض کی حالت میں حضور نے منبر پر رونق افروز ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا۔

۱- اِنَّ عَبۡدًا عُرِضَتۡ عَلَیۡہِ الدُّنۡیَا وَزِیۡنَتُہَا فَاخۡتَارَ الۡاٰخِرَۃَ۔	کہ اللہ نے اپنے بندے پر دنیا اور اس کی زینت کو پیش کیا۔ تو اس بندے نے آخرت کو اختیار کیا۔

نبی علیہ السلام کے ان کلمات کا مطلب اور کسی صحابی نے تو نہ سمجھا۔ مگر صدیق اکبرؓ یہ سن کر رونے لگے۔ وہ سمجھ گئے کہ حضور اپنی ذات کے متعلق فرما رہے ہیں (مشکوٰۃ شریف)

۲- نیز مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے کہ جب ملک الموت حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے عرض کی:

اِنَّ اللّٰہَ اَرۡسَلَنِیۡ اِلَیۡکَ فَاِنۡ اَمَرۡتَنِیۡ اَنۡ اَقۡبِضَ رُوۡحَکَ قَبَضۡتُ وَاِنۡ اَمَرۡتَنِیۡ اَنۡ اَتۡرُکَہٗ تَرَکۡتُہٗ (مشکوٰۃ)	یا رسول اللہ مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں روح قبض کروں اور اگر اجازت نہ ہو تو قبض نہ کروں۔

حضور نے فرمایا۔ عزرائیل تم ایسا کرو گے۔ یعنی میرا حکم مانو گے۔ عزرائیل نے عرض کی۔

وَاُمِرۡتُ اَنۡ اُطِیۡعَکَ۔	ہاں میں حکم کیا گیا ہوں۔ اور مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپ کی اطاعت کروں۔

عزرائیل کی یہ گفتگو سن کر حضور علیہ السلام نے حضرت جبرائیل امین کی طرف دیکھا۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی۔

یا محمدُ اِنَّ اللّٰہَ قَدِ اشۡتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ۔	یا رسول اللہ۔ رب تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے قبض روح کی اجازت عطا فرمائی اور حضرت عزرائیل نے روحِ اقدس کو قبض کیا۔ اور سرکار کا وصال ہو گیا۔

ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو یہ اختیار دے دیا تھا۔ کہ آپ دنیا میں رہیں یا آخرت کو اختیار فرمائیں۔ مگر حضور علیہ السلام نے آخرت کو اختیار فرمایا۔

مرزائیوں کا اعتراض

مرزائی اور عیسائی کہا کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننے سے حضور علیہ السلام کی تنقیص شان ہوتی ہے۔ کیونکہ جو آسمان پر ہے وہ زمین پر رہنے

والے سے افضل ہے ؎

حیرت کی جا ہے عیسٰی زندہ ہو آسمان پر　　مدفون ہو زمین میں شاہِ جہاں ہمارا
(مقولہ میرزائی)

جواب

یہاں تین امور قابلِ ذکر ہیں (۱) حیات (۲) آسمان پر ہونا (۳) قربِ خداوندی۔ ہم یہاں تینوں امور پر مختصر سی بحث کرتے ہیں۔

اوّل حیات

یعنی حضرتِ عیسٰی علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اُٹھا لئے گئے۔ گویا ابھی تک ایک آن کے لئے ان پر موت طاری نہ ہوئی۔ مگر وعدہ الٰہیہ۔ کہ

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ | ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السلام پر موت طاری ہوگی۔ گویا فرق صرف اتنا ہے کہ حضور علیہ السلام نے وعدہ الٰہی کے مطابق موت کا ذائقہ چکھ لیا۔ اور حضرت عیسٰی زمانہ آئندہ میں موت کا ذائقہ چکھیں گے۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ابھی تک ایک آن کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوئی ہے تو اس کا جواب مذکورہ بالا حدیث میں موجود ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے بقاء دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔ اگر حضور چاہتے تو آپ پر ایک آن کے لئے بھی موت طاری نہ ہوتی۔ اور وعدہ الٰہی کے مطابق جس طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام پر آئندہ زمانہ میں موت طاری ہوگی۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کے لئے ہوتا۔ گویا اگر حیات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو جب بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام حضور سے افضل ثابت نہیں ہوتے۔ کیونکہ اگر حضرت عیسٰی بجسدہ العنصری حیات ہیں تو حضور علیہ السلام پر ایک آن کے لئے موت طاری ہوئی اس کے بعد حضور اسی طرح زندہ ہیں جس طرح کہ دنیا میں آپ کی زندگی تھی۔ اور اب حضور اپنے مقام اعلیٰ وارفع میں بجسدہ العنصری حیات ہیں ؎

انبیاء پر بھی اجل آتی ہے　　مگر اتنی کہ فقط آتی ہے
پھر اسی آن کے بعد انکی حیات　　مثل سابق وہی جسمانی ہے

آسمان پر ہونا

آسمان پر ہونا ایسی فضیلت ہے۔ جو عام ہے۔ ملائکہ بھی آسمان پر ہیں۔ اسی طرح عامہ مومنین کی روحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اور اپنے مرتبے کے مطابق کوئی آسمان اول پر اور کوئی آسمان دوم پر رہتی ہیں۔ لہٰذا حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان پر ہونا آپ کو حضور علیہ السلام سے افضل ثابت نہیں کرتا۔ بلکہ آسمان پر زندہ جانے کا شرف تو حضور علیہ السلام کے غلاموں کو بھی حاصل ہے۔ چنانچہ امام ابو نعیم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ قَوْمًا مِنْ اُمَّتِهٖ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رُفِعُوْا كَمَا رُفِعَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَذَالِكَ رُفِعَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلٰى اَبُوْبَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ (دلائل النبوت ج ۲ صـ۲۲)

ہمارے نبی علیہ السلام کی اُمت میں سے بھی حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر زندہ اٹھائے گئے۔ چنانچہ عامر بن فہیرہ صحابی جو حضرت ابوبکر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے۔ اور ان کو لوگوں نے آسمان کی طرف رفع ہوتے دیکھا۔

شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ کا ارشاد

شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی اعتراض کا نہایت معقول جواب دیا ہے فرماتے ہیں ؎

کسے بگفت کہ عیسیٰ ز مصطفےٰ اولیٰ اوست
کہ ایں بہ زیر زمیں آں باوج سماوست

یعنی کہ مجھ سے ایک عیسائی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ حضور علیہ السلام سے افضل ہیں۔ کیونکہ وہ آسمان پر ہیں اور حضور زمین پر جلوہ فرما ہیں۔''

شاہ صاحب علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو یہ جواب دیا کہ ؎

بگفتمش کہ نہ ایں قول معتبر باشد
حباب بر سرِ دریا گہر تہہ دریا است

" میں نے کہا کہ تیرا یہ استدلال باطل ہے دیکھ لے حباب یعنی بلبلہ پانی کے اوپر ہوتا ہے اور آبدار موتی پانی کے نیچے ہوتا ہے۔''

لہٰذا تیرا یہ کہنا کہ چونکہ حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں۔ اس لئے حضور علیہ السلام سے افضل ہیں یہ غلط ہے اور یہ کلیہ باطل ہے کہ اُوپر والی چیز نیچے والی چیز سے افضل ہوتی ہے۔ پھر آپ نے ترازو منگایا۔ ایک پلہ میں سیر اور ایک پلہ میں چھٹانک رکھا۔ چھٹانک والا پلہ اُوپر ہو گیا سیر والا پلہ جھک گیا۔ آپ نے فرمایا۔ بتا! سیر افضل ہے یا چھٹانک۔ اس نے کہا سیر۔ شاہ صاحب نے فرمایا اسی طرح بلاتمثیل ہمارے آقا و مولیٰ کا مرتبہ بھاری تھا۔ وہ نیچے رہے اور جن کا مرتبہ ہمارے حضور سے کم تھا۔ وہ اوپر تشریف لے گئے۔

کیا یہ حقیقت ہے؟

شاہ صاحب علیہ الرحمتہ نے سیر اور چھٹانک کی مثال دے کر یہ بتایا کہ حضور کے مراتب بہت وزنی ہیں۔ یہ مثال ہی نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب و کمال اتنے وزنی ہیں کہ فرشتہ آپ کو تولتا ہے تو تمام بنی نوع انسان سے حضور کا وزن زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ امام ابونعیم، ابویعلےٰ، ابن عساکر حضرت شداد بن عوص سے راوی کہ حضور سید عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے شقِ صدر کی حدیث میں فرمایا کہ تین فرشتے آئے انہوں نے شقِ صدر کی خدمت سرانجام دی۔

ثُمَّ قَالَ زِنُوْہُ بِعَشَرَۃٍ اُمَّتِہٖ فَوَزَنُوْنِیْ بِھِمْ فَرَجَحْتُھُمْ ثُمَّ قَالَ زِنُوْہُ بِمِائَۃٍ مِّنْ اُمَّتِہٖ فَوَزَنُوْنِیْ فَرَجَحْتُھُمْ۔ ثُمَّ قَالَ زِنُوْہُ بِاَلْفٍ مِّنْ اُمَّتِہٖ فَوَزَنُوْنِیْ فَرَجَحْتُھُمْ فَقَالَ دَعُوْہُ فَلَوْ وَزَنْتُمُوْہُ بِاُمَّتِہٖ کُلِّھَا لَرَجَحْتُھُمْ۔

(خصائص)

پھر ایک فرشتے نے دوسرے فرشتے سے کہا ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ تولو اس نے تولا تو میرا وزن زیادہ ہوا۔ پھر کہا۔ ان کو ان کی امت کے سو آدمیوں کے ساتھ تو لو انہوں نے تولا۔ پھر بھی میرا وزن زیادہ ہوا۔ پھر کہا کہ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ تول۔ اس نے تولا۔ تو بھی میرا وزن زیادہ ہوا۔ آخر فرشتے نے کہا۔ انہیں چھوڑ دو۔ اگر ان کو ان کی تمام امت کے ساتھ بھی تولا جائے گا۔ تو ان کا وزن زیادہ ہوگا۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ واقعی حضور کے کمال و مراتب کا وزن تمام انسانوں کے فضائل و کمال سے زیادہ ہے۔

سوم قرب الٰہی

نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ چرخ پر حضرت عیسٰی کا مقام مقامِ نبوی سے افضل نہیں ہے کیونکہ جس خطِ پاک پر حضور علیہ السلام اب جلوہ فرمائیں۔ وہ ساری کائنات اور عرش اعظم و سدرۃ المنتہیٰ سے بھی افضل و اعلیٰ ہے جس کی تفصیل اسی کتاب کے باب تعمیر کعبہ میں گذر چکی ہے۔ رہا قرب خداوندی تو حضور علیہ السلام کے قرب سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو کیا نسبت ہے۔ حضرت عیسٰی آسمانوں پر ہیں اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام دنی فتدلیٰ و خلوت خانہ قاب قوسین میں باریابی حاصل ہوتی ہے۔ جہاں ملک مقرب اور نبی مرسل کی بھی رسائی نہیں ہے ؎

نہ حجاب چرخ و مسیح پر نہ کلیم و طور نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی ادھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے

انزالِ مائدہ

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں نے کہا۔ خدا سے دعا کیجئے ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان

اترے۔ حضرت مسیح نے دعا فرمائی۔ اتوار کے دن کھانا اترا اور اسی لئے یوم نزول نعمت کو عیسائیوں نے یوم تعطیل قرار دیا۔ گویا حضرت مسیح علیہ السلام نے دُعا فرمائی پھر کھانا اترا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرالی شان ہے۔ حضور علیہ السلام کے پاس بلا طلب و استدعا آسمان سے کھانا آتا تھا۔ چنانچہ امام احمد، دارمی و نسائی حضرت سلمہ بن نفیل سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسُول اللہ! آپ کے پاس جنت یا آسمان سے کھانا اترتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا.

نَعَمْ قَالَ وَبِمَاذَا قَالَ فِی مِسْخَنَۃٍ (خصائص ج۲ صـ۵۲)	ہاں انہوں نے کہا کیا ؛ فرمایا۔ سخنہ میں۔

بلکہ بعض اوقات خود رب العزت جل مجدہٗ خاص طور پہ بذریعہ جبریل جنتی کھانا ارسال فرماتا ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی

اِنَّ رَبَّکَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَاَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ بِھٰذَا الْقَطْفِ لِتَاْکُلَہٗ فَاَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (خصائص ج۲ صـ۵۶)	آپ کا رب آپ کو سلام عرض کرتا ہے اور اس قطف کے ساتھ مجھ کو بھیجا تا کہ آپ اس کو تناول کریں۔

امام قاضی عیاض شفا میں جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام بیمار ہوئے۔

فَاَتَاہُ جِبْرَائِیْلُ بِطَبَقٍ فِیْہِ رُمَّانٌ وَّعِنَبٌ فَاَکَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	تو جبریل ایک طباق میں انار اور انگور لے کر حاضر ہوئے جن کو حضور علیہ السلام نے تناول فرمایا۔

نیز انزالِ مائدہ کی نظیر وہ احادیث بھی ہیں جو ہم نے تکثیر طعام میں نقل کی ہیں کہ تھوڑا سا طعام حضور علیہ السلام کی دعا سے بڑھ جاتا تھا۔ اور ہزاروں صحابی شکم سیر ہو جاتے تھے۔

حضرت مریم اور جنتی طعام

قرآن حکیم میں ہے کہ جب حضرت زکریا حضرت مریم کے حجرہ میں داخل ہوتے تو کھانا دیکھ کر فرماتے یہ کہاں سے آیا تو حضرت مریم فرماتیں۔

قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (قرآن مجید)	یہ اللہ کی جانب سے ہے۔ اللہ عزوجل جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

گویا حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جنت سے کھانا آتا تھا تو اسی طرح حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقدس گھر میں آسمان سے کھانا اترتا تھا۔ چنانچہ ابویعلیٰ حضرت جابر سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں ایک دفعہ کئی دن تک حضور نے کچھ تناول نہ فرمایا۔ اس لئے حضور حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے۔ اور کھانا طلب کیا۔ حضرت فاطمہ نے عرض کی کچھ نہیں ہے تھوڑی دیر بعد آپ کی ہمسایہ نے دو روٹی اور ایک گوشت کا ٹکڑا ہدیہ کیا حضرت فاطمہ نے اس کو برتن میں ڈھک کر رکھ دیا اور حضور علیہ السلام کو اطلاع دی۔ حضور تشریف لائے تو وہ برتن لینے گئیں۔ دیکھا تو برتن گوشت اور روٹی سے بھرا ہوا ہے آپ حیران ہو گئیں کہ کھانا تھوڑا تھا۔ مگر بڑھ گیا ہے۔ آپ نے حضور علیہ السلام کے سامنے کھانا پیش کیا۔ حضور السلام

نے فرمایا۔ یہ کہاں سے آیا حضرت فاطمہ نے جواب دیا کہ

ھِیَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ط	یہ اللہ کی جانب سے ہے۔ اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَکِ یَا بُنَیَّتَہٗ شَبِیْھَۃً بِسَیِّدَۃِ النِّسَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل (خصائص ج ۲ ص۵۰)	حمد ہے اس کو جس نے اے بیٹی تم کو سیدۃ النساء بنی اسرائیل (یعنی حضرت مریم) کی مثل بنایا۔ کیونکہ جب ان کو اللہ رزق دیتا تو وہ بھی اسی طرح کہا کرتی تھیں۔

تکلیم فی المہد

جب عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں گفتگو فرمائی اور اپنی والدہ حضرت مریم کی طہارت و پاک دامنی کی گواہی دی اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بحالتِ شیر خوارگی کلام فرمایا۔ چنانچہ حضرت امام ابن سبع فرماتے ہیں!

اِنَّ مَھْدَہٗ یَتَحَرَّکُ بِتَحْرِیْکِ الْمَلٰئِکَۃِ وَاَوَّلُ کَلَامٍ تَکَلَّمَ بِہٖ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا۔	کہ حضور کے گہوارہ مقدس کو ملائکہ حرکت دیتے تھے اور آپ نے بحالتِ شیر خوارگی جو پہلا کلام فرمایا وہ یہ ہے۔ اللہ اکبر کبیراً۔

بلکہ تکلیم فی المہد کا شرف حضور علیہ السلام کے غلاموں کو بھی حاصل ہوا۔ اور دودھ پیتے بچے نے حضور علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دی۔ چنانچہ امام بیہقی و دارقطنی و حاکم و خطیب بغدادی حضرت مقرض النجامی سے راوی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حج (حجۃ الوداع) میں حضور کے ہمراہ تھا۔ پھر میں مکہ کے ایک گھر میں داخل ہوا۔ وہاں حضور تشریف فرما تھے۔ اور چہرہ انور چاند کی مانند دمک رہا تھا۔ پھر میں نے عجیب بات یہ دیکھی کہ:

جَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ الْیَمَامَۃِ بِغُلَامٍ وُلِدَ وَلَفَّہٗ فِیْ خِرْقَۃٍ	اہل یمامہ سے ایک شخص ایک بچہ کو جو اسی روز پیدا ہوا تھا۔ کپڑے میں لپیٹ کر خدمتِ اقدس میں حاضر لایا۔

حضور علیہ السلام نے اس بچہ سے فرمایا۔ میں کون ہوں؟

قَالَ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ	لڑکے نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔

تمت بالخیر